إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسير القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآنًا عجبًا

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

قَدْ اَفْلَحَ - 18

نگہت ہاشمی

النور
ALNOOR-PUBLICATIONS

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا یَّھۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ

تفسیر القرآن العظیم

قرآناً عجبا

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

قَدۡ اَفۡلَحَ - 18

نگہت ہاشمی

AL NOOR PUBLICATIONS
النور

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ:18)
مصنفہ	:	نگہت ہاشمی
طبع اول	:	مئی 2020ء
طبع دوم	:	نومبر 2021
طبع سوم	:	نومبر 2023
تعداد	:	1100
ناشر	:	النورانٹرنیشنل
لاہور	:	59-C2 ، فیروز پور لنک روڈ، لاہور
فون نمبر	:	0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048
کراچی	:	گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس،کلفٹن بلاک III،کراچی
فون نمبر	:	0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد	:	121-A فیصل ٹاؤن،ویسٹ کینال روڈ،فیصل آباد
فون نمبر	:	03364033050, 041-8759191
ای میل	:	sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ	:	www.alnoorpk.com
فیس بک	:	Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس،کوٹ عبدالمالک انٹرچینج،لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمدلله رب العلمین و الصلاۃ و السلام علی النبي الکریم و علی آله و صحبه أجمعین.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ» ''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ: 906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» ''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاري: 5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنا عجبا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہو گی۔ وللہ الحمد!

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنا عجبا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ــــــ دوسروں کو سکھائیں   خود پڑھیں ــــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آیئے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: فائزہ خان (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

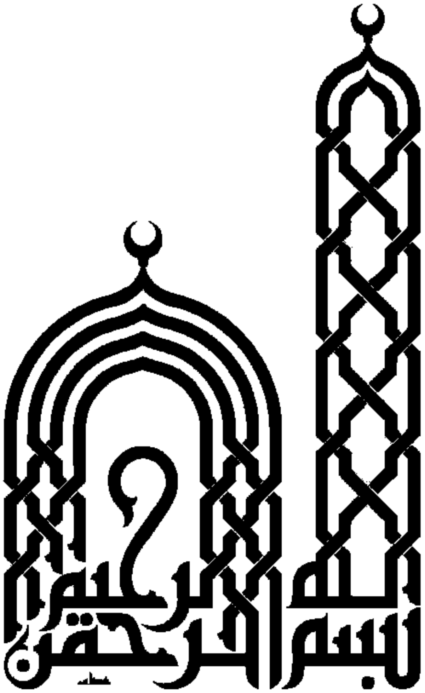

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آیَاتُهَا 118 | 23 - سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ - 74 | رُكُوْعَاتُهَا 6

سوال 1: سورہ المومنون کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورہ المومنون مکی سورت ہے۔ اس میں 6 رکوع اور 118 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 23 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 74 ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

''یقیناً مومن کامیاب ہو گئے'' (1)

سوال 1: ایمان والوں کو فلاح کی جو بشارت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یقیناً مومن کامیاب ہو گئے'' رب العزت نے ایمان والوں کو فلاح کی بشارت دی ہے۔ کامیاب وہ ہے جو اپنا مقصود و مطلوب حاصل کر لے۔ ایمان والوں کا مطلوب و مقصود جنت الفردوس ہے۔

(2) ایمان والے کامیاب ہو گئے، انہوں نے فلاح پالی، دنیا اور آخرت کی بھلائیاں سمیٹ لیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾ ''اور آپ مومنوں کو خوش خبری دے دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن کے لیے بہت بڑا فضل ہے۔'' (الاحزاب:47)

(3) ایمان والے اپنا مطلوب و مقصود کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ انہیں فلاح اور سعادت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ آگے کی آیات میں دس ایسے کام بتائے گئے ہیں جو جنت کی کنجی ہیں۔ ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ان آیات کی میزان پر تول کر دیکھے کہ اس کے ایمان میں کتنی قلت یا کثرت ہے؟

سوال 2: فلاح سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) فلاح سے مراد ایسی کامیابی ہے جو کسی کو اپنے عمل اور محنت کے نتیجے میں ملے۔

(2) فلاح قرآن حکیم میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اذان اور اقامت میں مسلمانوں کو دن میں پانچ مرتبہ فلاح کی طرف

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بلایا جاتا ہے۔(3)فلاح کے معنی یہ ہیں کہ ہر مراد حاصل ہو اور ہر تکلیف دور ہو۔(قاموس)

(4)فلاح کامل تو ایسی چیز ہے جو اس ملک دنیا میں دستیاب ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ دنیا تو دار التکلیف والمحنت بھی ہے اور اس کی کسی چیز کو بقاء وقرار بھی نہیں۔یہ متاع گرانمایہ ایک دوسرے عالم میں ملتی ہے جس کا نام جنت ہے،وہ ہی ایسا ملک ہے جس میں انسان کی ہر مراد ہر وقت بلا انتظار حاصل ہو گی۔﴿وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ﴾"ان کو ملے گی ہر وہ چیز جو وہ چاہیں گے"اور وہاں کسی ادنیٰ رنج و تکلیف کا گزر نہ ہو گا اور ہر شخص یہ کہتا ہوا وہاں داخل ہو گا﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ﴾"شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔بلاشبہ ہمارا رب معاف کرنے،والا قدردان ہے جس نے ہمیں اپنے فضل سے ایک مقام میں پہنچا دیا جس کی ہر چیز قائم ودائم ہے۔"

(تفسیر معارف القرآن:294/6)

(5)اللہ تعالیٰ کی نظر میں فلاح آخرت کی کامیابی ہے۔فلاح اللہ تعالیٰ کی رحمت،مغفرت اور جنت کا مستحق بن جانا ہے۔

سوال 3:ایمان والا کب اللہ تعالیٰ کی رحمت،مغفرت اور جنت کا حقدار بن جاتا ہے؟

جواب:ایمان والا اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت،مغفرت اور جنت کا حقدار بن جاتا ہے جب:

(1)ایمان والا اپنی نمازوں میں خشوع کرنے لگتا ہے۔(2)جب وہ لغو کاموں،فضول اور بے فائدہ مشاغل میں وقت ضائع کرنے سے بچتا ہے اور ان کاموں میں وقت لگانے کو ہلاکت سمجھتا ہے۔(3)جب وہ زکوٰۃ ادا کرنے والا بن جاتا ہے۔

(4)جب وہ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا بن جاتا ہے۔(5)جب وہ امانت کی حفاظت کرنے والا بن جاتا ہے۔

(6)جب وہ عہد کی حفاظت کرنے والا بن جاتا ہے۔(7)جب وہ نماز کی حفاظت کرنے والا بن جاتا ہے۔

(8)جب وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز نہیں کرتا۔(9)جب وہ اپنی خواہشات کو ازواج کے دائرے میں پورا کرنے والا بن جاتا ہے۔(10)جب وہ حقیقی ایمان والا یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کرنے والا محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے والا بن جاتا ہے۔

﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾

"وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں"(2)

سوال 1:مومن نماز میں خشوع کیسے حاصل کرتے ہیں،اس کی وضاحت﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ ''وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں'' یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور سکون کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں۔ دل حاضر رکھتے ہیں اور خیالات بٹنے نہیں دیتے، صرف اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھتے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوتی ہیں اور بازو پست رہتے ہیں۔

(2) نماز میں خشوع یہ ہے کہ جب بندے کا دل اللہ تعالیٰ کو قریب سمجھتے ہوئے اس کے حضور حاضر ہو۔ اس سے قلب کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، اس کی تمام حرکات ساکن اور غیر اللہ کی طرف اس کا التفات کم ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے رب کے سامنے نہایت ادب کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے، وہ اپنی نماز کے اندر، اول سے لے کر آخر تک جو کچھ کرتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے پورے استحضار کے ساتھ کہتا ہے۔ اس طرح اس کے دل سے تمام وسوسے اور غلط افکار زائل ہو جاتے ہیں۔ یہی نماز کی روح اور یہی اس سے مقصود ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو بندے کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔ پس وہ نماز جو خشوع و خضوع اور حضور قلب سے خالی ہو اس پر اگرچہ ثواب ملتا ہے مگر صرف اتنا ملتا ہے جتنا قلب اس کو سمجھ کر ادا کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1754,1753/2)

(3) صحابہ نماز میں آسمان کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت اتری تو انہوں نے نگاہیں جھکا لیں اور سجدے سے آگے نہ بڑھنے دیں۔ نماز میں خشوع اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب دنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف توجہ ہو اور نمازی پر ایسی محویت کا عالم طاری ہو کہ وہ خود فراموش ہو کر دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو جائے۔ اب اسے نماز میں راحت اور ٹھنڈک محسوس ہوگی۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے خوشبو اور عورتیں محبوب ہیں اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھ دی گئی ہے۔'' (نسائی) آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلال اٹھو اور ہمیں نماز سے آرام پہنچاؤ۔'' (مسند احمد)(السراج المنیر:127/2)

(4) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں یہ پڑھتے تھے:﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي﴾ ''اے اللہ! میں نے تیرے لیے رکوع کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرا فرمانبردار ہوا۔ میرا کان اور میری آنکھیں اور میرا مغز اور میری ہڈیاں اور میرے پٹھے تیرے ہی حضور جھکے ہوئے ہیں۔'' (مسلم:1812)

(5) سیدنا مطرف رضی اللہ عنہ کے والد سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ سینہ مبارک میں سے ایسی آواز آتی تھی جیسے کہ چکی کے چلنے کی آواز آتی ہے۔ (ابوداؤد:904)

(6) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے دیکھا تو فرمایا: اے گردن والے! اپنی گردن اونچی کر لو۔ خشوع گردن میں نہیں ہوتا خشوع تو دل میں ہوتا ہے۔ (مدارج السالکین:559/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب یہ آیت پڑھتے ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''کیا اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اُس کے لیے جھک جائیں؟'' (الحدید:16) تو کہتے بلیٰ یارب بلیٰ یارب ''کیوں نہیں اے میرے رب! کیوں نہیں اے میرے رب!'' (مدارج السالکین:559/1)

(8) صحابہ کا خشوع ان کے دلوں میں ہوتا تھا، وہ اپنی نظریں اِدھر اُدھر سے بچاتے تھے، اپنی نگاہیں نیچی رکھتے تھے اور اپنے بازو پست رکھتے تھے۔ (الدر المنثور: 84/4)

(9) مجاہد رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔'' (البقرہ:238) قنوت میں رکوع، خشوع اور لمبا رکوع یعنی طویل قیام، غض بصر، بازوؤں کا جھکانا اور اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔ (مدارج السالکین)

(10) سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی، جو دیہاتی محسوس ہوتا تھا، وہ (مسجد میں) داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھنا شروع کی، اس نے اپنی نماز میں جلدی کی، پھر وہ نماز ادا کر چکا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کے پاس آیا اور آپ) کو سلام کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تجھ پر بھی سلامتی ہو، جاؤ پھر سے نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' سو وہ پھر گیا اور پھر (پہلے جیسی) نماز پڑھی، پھر آیا اور آپ کو سلام کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تجھ پر بھی سلامتی ہو، جاؤ نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔'' اس طرح اس نے دو یا تین مرتبہ نماز دہرائی اور ہر مرتبہ آ کر آپ کو سلام کیا اور آپ نے وہی جواب دیا، پھر جب اس نے وجہ پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تفصیلاً نماز کا طریقہ سکھایا کہ ہر رکن میں اعتدال و اطمینان ہونا چاہیے۔ (ترمذی:302)

(11) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو ڈاکہ ہے جو شیطان بندے کی نماز پر ڈالتا ہے۔'' (بخاری:751)

(12) انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔'' آپ نے اس سے نہایت سختی سے روکا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ اس حرکت سے باز آ جائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔'' (بخاری:429)

(13) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی منقش چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش تھے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی نظر اس کے نقوش کی طرف پڑی۔ پھر جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا: ”میری اس چادر کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور مجھے ابوجہم کی سادہ چادر لا دو کیونکہ اس (منقش چادر) نے ابھی مجھے میری نماز سے غافل کر دیا تھا۔“ (بخاری:373)

(14) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پہلے ہم نماز پڑھتے ہوئے بات بھی کر لیا کرتے تھے، کوئی بھی شخص اپنے دوسرے بھائی سے اپنی کسی ضرورت کے لیے بات کر لیتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: ”سب ہی نمازوں کی پابندی رکھو اور خاص طور پر بیچ والی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فرماں برداروں کی طرح کھڑے ہوا کرو۔“ اس آیت کے ذریعہ ہمیں نماز میں چپ رہنے کا حکم دیا گیا۔ (بخاری:4534)

سوال 2: نماز میں خشوع اختیار کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: (1) نماز میں بندہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور غفلت میں کی گئی بات یا کلام مناجات نہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں بغیر خشوع کے نماز بغیر روح کے بدن کی طرح ہے۔ (2) خشوع ایمان اور حسن اسلام کا مظہر ہے جو بندے کی نیکی اور استقامت کی دلیل ہے۔ خشوع سے دل کی سختی دور ہوتی ہے اور شیطان خشوع والے دل کے قریب نہیں آتا۔

(3) نماز میں خشوع واجب ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ ”تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں؟“ (محمد:24)

(4) تدبر اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک معنی پر ٹھہر کر غور نہ کریں۔ اسی لئے فرمایا: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ ”اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔“ (المزمل:4) (5) نماز میں خشوع نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی یاد قائم نہیں ہوتی جب کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ ”اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔“ (طٰہٰ:14)

(6) رب العزت نے ذکر کے متضاد غفلت سے روکا ہے: ﴿وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾ ”اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔“ (الاعراف:205) (7) انسان پر خشوع کی کیفیت تبھی طاری ہو سکتی ہے جب وہ یہ شعور ذہن میں بٹھا لے کہ وہ رب کو دیکھ رہا ہے یا یہ کہ رب اسے دیکھ رہا ہے۔ خشوع کی وجہ سے انسان کو قرار نصیب ہو جاتا ہے۔

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ ”اور صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو اور بلاشبہ وہ (نماز) یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔“ (البقرہ:45)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾

”اور وہی جو لغویات سے منہ موڑنے والے ہیں“ (3)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: لغو سے کیا مراد ہے اور مومن لغو سے کیسے منہ موڑتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... مُعْرِضُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ ''اور وہی جو لغویات سے منہ موڑنے والے ہیں'' لغو ہر اس بات یا کام کو کہتے ہیں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور اس میں دینی یا دنیاوی نقصان ہو۔ (تیسیر القرآن: 187/3)

(2) یہاں (لغو) سے مراد وہ کلام ہے جس میں کوئی بھلائی اور کوئی فائدہ نہ ہو۔ (تفسیر سعدی: 1754/2)

(3) ایمان والے اپنے آپ کو لغو، بے ہودہ اور باطل باتوں سے بچا کر رکھتے ہیں۔ جب کسی لغو چیز سے یعنی بے کار باتوں اور کاموں سے ان کا گزر ہوتا ہے تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ رب العزت نے مومنوں کی تعریف کی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾ ''اور جو لوگ جھوٹ میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔'' (الفرقان: 72)

(4) ﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''اور جب وہ بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ موڑ جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، تمہیں سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔'' (القصص: 55)

(5) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے نزدیک تم میں سے (دنیا میں) سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو تم میں بہترین اخلاق والے ہیں، اور میرے نزدیک تم میں (دنیا میں) سب سے زیادہ قابل نفرت اور قیامت کے دن مجھ سے دور بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو باتونی، بلا احتیاط بولنے والے، زبان دراز اور تکبر کرنے والے ﴿مُتَفَيْهِقُوْنَ﴾ ہیں'' صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم نے ﴿ثَرْثَارُوْنَ﴾ (باتونی) اور ﴿مُتَشَدِّقُوْنَ﴾ (بلا احتیاط بولنے والے) کو تو جان لیا لیکن ﴿مُتَفَيْهِقُوْنَ﴾ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تکبر کرنے والے۔'' (ترمذی: 2018)

(6) ایمان والوں کی صفت ہے کہ وہ حرام باتوں سے اپنی زبان کو روک لیتے ہیں۔

(7) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں آگاہ نہ کروں جس پر ان سب چیزوں کا دارومدار ہے؟'' سیدنا معاذ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا، جی ہاں! ضرور بتائیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: ''اس کو اپنے قابو میں رکھو۔'' (جامع ترمذی: 2616، سنن ابن ماجہ: 3973)

(8) اہل جنت کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سَلٰمًا﴾ ”نہ اُس میں وہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔“ (الواقعہ:25،26)

(9)﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۝ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا﴾ ”اُس میں نہ وہ کوئی لغو سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ۔ تیرے رب کی جناب سے یہ بدلہ ہے جو کافی انعام ہے۔“ (النباء:35،36)

(10)﴿لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً﴾ ”اُس میں وہ کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔“ (الغاشیہ:11)

سوال 2: لغو یعنی لہو ولعب کے کیا نقصانات ہیں؟

جواب: (1) لغو کاموں میں مصروفیت برے اخلاق کے مظاہر میں سے ہے۔ (2) عقل کی کمی اور فہم کی قلت کی دلیل ہے۔ (3) باتونیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے، لوگ بھی انہیں ناپسند کرتے ہیں۔ (4) لغو میں مشغولیت لوگوں کی ناراضگی اور غصے کا سبب بھی بنتی ہے۔ (5) لغو میں مشغولیت ہلاکت کے مقامات تک پہنچادیتی ہے۔ (6) لغو یعنی بے کار، بے فائدہ، وقت اور ایمان ضائع کرنے والی مصروفیات انسان کی زندگی کے ضیاع کا سبب بنتی ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ﴾

”اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں“ (4)

سوال: مومن زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ... فٰعِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ﴾ ”اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں“ یعنی مال کی مختلف جنسوں کے مطابق اس کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اپنے آپ کو گندے اخلاق اور برے اعمال سے پاک کرتے ہوئے جن کے ترک کرنے اور جن کے اجتناب ہی سے نفس پاک ہوتے ہیں۔ پس وہ نماز میں خشوع کا اہتمام کرکے اپنے خالق کی اچھے طریقے سے عبادت کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرکے مخلوق کے ساتھ احسان کا رویہ اپناتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1754/2)

(2) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک نبی محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ (بخاری:8)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے حکم ہوا ہے کہ لوگوں سے (یعنی کافروں سے) اس وقت تک لڑوں جب تک وہ یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہیں، نماز ادا کریں، زکوٰۃ دیں اور جب وہ یہ کام کرنے لگیں تو انہوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے بچا لیا مگر اسلام کا حق (ان سے لیا جائے گا) اور ان (کے دل کی باتوں) کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔" (بخاری:25)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ ایسا عمل بتلائیں جس پر اگر میں ہیشگی کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، فرض نماز قائم کر، فرض زکوٰۃ ادا کر اور رمضان المبارک کے روزے رکھ۔" وہ کہنے لگا: مجھے اس ہستی کی قسم ہے جو میری جان کی مالک ہے! میں اس سے آگے نہیں بڑھوں گا۔ جب وہ واپس ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص جنتی آدمی دیکھنا چاہتا ہو وہ اسے دیکھ لے۔" (بخاری:1397)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جسے مال دے اور وہ اس مال کی زکوٰۃ نہ دے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے لیے گنجے سانپ کے ہم شکل کر دیا جائے گا جس کے منہ کے دونوں کناروں پر زہریلا جھاگ ہوگا۔ وہ سانپ قیامت کے دن اس کے گلے کا طوق بنایا جائے گا پھر اس کے دو جبڑوں کو ڈسے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورۃ آل عمران کی) یہ آیت نمبر (۱۸۰) کی تلاوت فرمائی: "جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہیں، وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ روش ان کے لیے بہتر ہے۔ نہیں بلکہ یہ ان کے لیے بہت ہی بری ہے۔ (اور) جس چیز میں انہوں نے بخل کیا، اس کا انہیں قیامت کے دن طوق پہنایا جائے گا۔" (بخاری:1403)

(6) زکوٰۃ کے دو فائدے جو ادا کرنے والے کو پہنچتے ہیں: ایک تو اس کا مال پاک ہوتا ہے، دوسرا اس کا نفس پاک ہوتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ "آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیں اس کے ساتھ آپ انہیں صاف کریں گے اور ان کو پاک کریں گے اور آپ ان کے لیے دعا کریں۔" (التوبۃ:103) (7) زکوٰۃ سے غریبوں اور محتاجوں کی مدد ہوتی ہے۔ (8) زکوٰۃ سے طبقاتی تقسیم میں کمی آتی ہے۔

(9) (i) زکوٰۃ سے مراد فرض زکوٰۃ بھی ہے۔ (ii) اس سے مراد ایسے کام کرنا بھی ہے جس سے انسان کو پاکیزگی حاصل ہو۔ اس کے اخلاق و کردار پاکیزہ ہو جائیں۔

(10) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت میں دونوں زکوٰتیں ایک ساتھ مراد لی جائیں، یعنی زکوٰۃ نفس اور زکوٰۃ مال بھی۔ فی الواقع مومن کامل وہی ہے جو اپنے نفس کو پاک رکھے اور اپنے مال کی زکوٰۃ دے۔ (ابن کثیر:483/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰٮهَا﴾ ''یقیناً کامیاب ہوگیا وہ جس نے اُسے پاک کیا۔'' (الشمس:9)

﴿وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ﴾

''اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں'' (5)

سوال 1: شرم گاہوں کی حفاظت کرنے سے کیا مراد ہے اور اس سے کیا فوائد نصیب ہوتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيۡنَ... حٰفِظُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں'' شرم گاہوں کی مکمل حفاظت سے مراد ان تمام کاموں سے اجتناب کرنا ہے جو زنا کی طرف لے جاتے ہیں مثلاً غیر محرم کو دیکھنا اور چھونا وغیرہ۔ (2) شرم گاہوں کی حفاظت کرنے سے: (i) انسان کی روح پاکیزہ رہتی ہے۔ (ii) انسان کا خاندان پاکیزہ رہتا ہے۔ (iii) انسانی معاشرہ پاکیزہ رہتا ہے۔ (iv) اس سے فرد، خاندان اور معاشرہ گندگی سے بچے رہتے ہیں۔ (v) اس کی وجہ سے انسان بدکاری سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ (vi) اس کی وجہ سے معاشرے سے بے حیائی ختم ہوجاتی ہے۔ (vii) اس کی وجہ سے انسانوں کے نسب محفوظ رہتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا﴾ ''اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔'' (بنی اسرائیل:32)

(3) ﴿وَلَا يَزۡنُوۡنَ ۚ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ يَلۡقَ اَثَامًا﴾ ''اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔'' (الفرقان:68)

(4) (i) شرمگاہوں کی حفاظت کی وجہ سے انسان کی قوت ارادی اس کے میلانات پر حاوی ہوجاتی ہے اور اس کے نتیجے میں انسانی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ (ii) شرم گاہوں کی حفاظت کی وجہ سے پاک اور جائز ذرائع سے انسان کے فطری تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ (iii) شرم گاہوں کی حفاظت کی وجہ سے بچے پاک طریقے سے وجود میں آتے ہیں اور اُن کا نسب محفوظ رہتا ہے۔

سوال 2: جن معاشروں میں لوگ شرم گاہوں کی حفاظت نہیں کرتے انہیں کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

جواب: (1) جن معاشروں میں لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت نہیں کرتے وہاں free sex رواج پاجاتا ہے۔ (2) ایسے معاشرے بگاڑ کا شکار ہوجاتے ہیں۔ (3) ایسے معاشرے میں خاندان کا کوئی احترام نہیں رہتا، خاندانی نظام میں خلل آجاتا ہے۔ (4) free sex کی وجہ سے معاشرہ گندا اور غلیظ ہوجاتا ہے۔ (5) جس معاشرے میں لوگ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

شرم گاہوں کی حفاظت نہیں کرتے وہاں کے لوگ بے ہمت اور گرے ہوئے کردار کے مالک ہوتے ہیں۔

سوال 3: شہوانی خواہشات کی تکمیل کی کیا ممکنہ صورتیں ہیں؟ اسلام نے ان میں سے کس روش کو اختیار کیا ہے؟

جواب: (1) شہوانی خواہشات کے سلسلے میں تین صورتیں ممکن تھیں۔ (i) ایک یہ کہ انسان ایسی خواہشات کو کلیتاً ترک کردے۔ (ii) دوسری یہ کہ ان خواہشات کی تکمیل میں انسان کلیتاً آزاد ہو۔ (iii) اور تیسری یہ کہ کوئی معتدل روش اختیار کی جائے۔ اسلام نے ان میں سے معتدل روش کو اختیار کیا ہے۔ (تیسیر القرآن: 188/3)

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین حضرات نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے گھروں کی طرف آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے۔ جب انہیں رسول اللہ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کردی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا: ”کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اللہ رب العالمین سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔“

(بخاری: 5063)

﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾

”سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں“ (6)

سوال 1: اسلام نے جنسی خواہشات کی تسکین کے لئے کون سے طریقے جائز قرار دیے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا ... مَلُوْمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ﴾ ”سوائے اپنی بیویوں کے“ اسلام نے جنسی خواہشات کی تسکین کے لئے دو طریقے جائز قرار دیے ہیں: (i) بیوی سے مباشرت کرنا۔

(ii) لونڈی سے ضرورت پوری کرنا۔

(2) ﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ ”جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے“ دلالت کرتا ہے کہ مملوکہ لونڈی کی حلت کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لئے شرط یہ ہے کہ وہ تمام کی تمام صرف اسی کی ملکیت میں ہو۔ اگر وہ صرف اس کے کچھ حصے کا مالک ہے تو یہ لونڈی اس کے لئے حلال نہیں کیونکہ وہ کامل طور پر اس کا مالک نہیں کیونکہ وہ اس کی اور کسی دوسرے شخص کی مشترکہ ملکیت ہے۔ پس جس طرح یہ جائز نہیں کہ کسی آزاد عورت کے دو شوہر ہوں، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی لونڈی کی ملکیت میں دو مالکوں کا اشتراک ہو (اور وہ اس سے مجامعت کرتے ہوں) (تفسیر سعدی:1755,1754/2)

(3)﴿فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾ ''تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں'' یعنی اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے پاس جانے میں کوئی مواخذہ، کوئی ملامت نہیں اس لئے کہ رب العزت نے دونوں کو حلال ٹھہرایا ہے۔

سوال 2: کیا عورت اپنے غلام سے تمتع کر سکتی ہے؟

جواب: مرد کے لیے تو اس کی مملوکہ کنیز سے تمتع جائز ہے لیکن عورت اپنے مملوک غلام سے تمتع نہیں کر سکتی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عورت نے اپنے غلام سے تمتع کر لیا۔ پھر دلیل میں یہ آیت پیش کی۔ آپ نے صحابہ کی مجلس شوریٰ میں یہ معاملہ پیش کیا تو سب نے بالاتفاق کہا کہ اس عورت نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کا غلط مفہوم اخذ کیا ہے۔ اور عورت کے لئے اس چیز کو حرام کرنے کی حکمت یہ ہے کہ غلام اپنی مالکہ کی خواہش شہوانی تو پوری کر سکتا ہے لیکن اس کا قوام نہیں بن سکتا۔ لہٰذا ایسی عورت کے لیے بہتر یہی ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے۔ (تیسیر القرآن:188/3)

﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾

''پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں'' (7)

سوال: ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى ... هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ﴾ ''پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں'' یعنی بیوی اور شرعی مملوکہ لونڈی کے ماسوا کچھ اور چاہیں۔

(2)﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ ''تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں'' یہی لوگ ہیں جو جنسی خواہشات کو پورا کرنے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حد سے بڑھ جانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال سے آگے بڑھ کر حرام میں پڑ گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال کرنے کی زیادتی کی ہے۔

(3) عبدالرحمٰن کا قول ہے کہ جس نے زنا کیا وہ زیادتی کرنے والا ہے۔ (جامع البیان:7/18)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) ابن شہاب نے کہا کہ مجھے سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبردی اور انھیں نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبردی: زمانۂ جاہلیت میں نکاح چار طرح کے ہوتے تھے: ایک صورت تو یہی تھی جیسے آج کل لوگ کرتے ہیں، ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیرِ پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کرتا۔ دوسرا نکاح یہ تھا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے جب وہ حیض سے پاک ہوجاتی کہتا کہ تو فلاں شخص کے پاس چلی جا اور اس سے منہ کالا کرالے، اس مدت میں شوہر اس سے جدا رہتا اور اسے چھوتا بھی نہیں۔ پھر جب اس غیر مرد سے اسکا حمل ظاہر ہوجاتا جس سے وہ عارضی طور پر صحبت کرتی رہتی تو حمل کے ظاہر ہونے کے بعد اگر اس کا شوہر چاہتا تو اس سے صحبت کرتا، ایسا اس لئے کرتے تھے کہ ان کا لڑکا شریف اور عمدہ پیدا ہو۔ یہ نکاح ''نکاح استبضاع'' کہلاتا تھا۔ تیسری قسم نکاح کی یہ تھی کہ چند آدمی جو تعداد میں دس سے کم ہوتے کسی ایک عورت کے پاس آنا جانا رکھتے اور اس سے صحبت کرتے۔ پھر جب وہ عورت حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو وضع حمل پر چند دن گزرنے کے بعد وہ عورت ان تمام مردوں کو بلاتی۔ اس موقع پر ان میں سے کوئی مرد انکار نہیں کرسکتا تھا۔ چنانچہ وہ سب اس عورت کے پاس جمع ہوجاتے اور وہ ان سے کہتی کہ جو تمہارا معاملہ تھا وہ تمہیں معلوم ہے، اب میں نے یہ بچہ جنا ہے پھر وہ کہتی کہ اے فلاں! یہ بچہ تمہارا ہے۔ وہ جس کا چاہتی نام لے دیتی اور وہ لڑکا اسی کا سمجھا جاتا، وہ شخص اس سے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ چوتھا نکاح اس طور پر تھا کہ بہت سے لوگ کسی عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ یہ عورت اپنے پاس کسی بھی آنے والے کو روکتی نہیں تھی۔ یہ کسبیاں ہوتی تھیں۔ اس طرح کی عورتیں اپنے دروازے پر جھنڈے لگائے رہتی تھیں جو نشانی سمجھے جاتے تھے۔ جو بھی چاہتا ان کے پاس جاتا۔ اس طرح کی عورت جب حاملہ ہوتی اور جب بچہ جنتی تو ان کے پاس آنے جانے والے جمع ہو جاتے اور کسی قیافہ جاننے والے کو بلاتے اور بچہ کا ناک نقشہ جس سے ملتا جلتا ہوتا اس عورت کے اس لڑکے کو اسی کے ساتھ منسوب کر دیتے اور وہ بچہ اسی کا بیٹا کہا جاتا، اس سے کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔ پھر جب محمد ﷺ حق کے ساتھ رسول ہو کر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو باطل قرار دے دیا، صرف اس نکاح کو باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔ (بخاری:5127)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ابن آدم پر اس کے زنا سے حصہ لکھ دیا گیا ہے۔ وہ لامحالہ اسے ملے گا۔ پس آنکھوں کا زنا (شہوت سے) دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے اور دل کا زنا خواہش اور تمنا کرنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔'' (مسلم:2657)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) اس آیت کریمہ کا عموم تحریم متعہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ نکاح متعہ کے ذریعے بنی ہوئی بیوی حقیقی بیوی ہے نہ اس کو نکاح میں باقی رکھنا ہی مقصود ہے اور نہ وہ لونڈیوں ہی کے زمرے میں آتی ہے، نیز یہ آیت کریمہ نکاح حلالہ کی تحریم پر بھی دلالت کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1755،1754/2)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾

''اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں'' (8)

سوال 1: مومن امین اور عہد کا پابند ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... رٰعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں'' مومن امین اور عہد کا پابند ہوتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنی امانت اور عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

(2) امانت کے دو پہلو ہیں: ایک پہلو انسانوں سے متعلق ہے۔ اس میں مال کی امانت، راز کی امانت اور ذمہ داریاں وغیرہ سبھی آجاتے ہیں۔ مومن مالی امانتوں کی طرح، رازوں کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ دوسرا اور زیادہ اہم پہلو اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے جو ہمارا خالق، مالک اور رازق ہے۔ اس نے جو کچھ ہم پر فرض کیا ہے اس کو پوری طرح ادا کرنا اور اس کے احکامات کی حفاظت کرنا مومن کی ذمہ داری ہے۔ ایمان والے امانت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پوری طرح سے پابندی کرتے ہیں۔ امانت کی دونوں سمتوں کی حفاظت اور ان کو مکمل طور پر ادا کرنا فرض ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے حق داروں کے سپرد کردو۔'' (النساء: 58)

(3) مومن عہد کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اس میں وہ سارے معاہدے شامل ہیں جو بندے اور رب کے درمیان اور بندوں کے درمیان ہیں۔ مومن جب کسی سے عہد کرے تو اس کی حفاظت، اس عہد کی پابندی اور اس کو پورا کرنا اس پر واجب ہوجاتا ہے۔ اس عہد میں کمی کوتاہی کرنا یا جان بوجھ کر اسے چھوڑنا حرام ہے۔ عہد کی حفاظت اس طرح کرنی ہے جیسے چرواہا بکریوں کی حفاظت کرتا ہے تبھی وہ راعی کہلاتا ہے۔

(4) منافق عہد شکن اور خائن ہوتا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی علامتیں تین ہیں: جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وہ وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔'' (بخاری: 33)

(5) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق کی ایک قسم پر ہے جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔" (بخاری:34)

(6) آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهُ﴾ "جس کے اندر امانت نہیں اس کا ایمان نہیں۔" (مسند احمد:7179)

(7) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن (جن امانتوں کے سلسلہ میں باز پرس کی جائے گی ان میں) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت یہ ہے کہ میاں بیوی آپس میں صحبت کریں، پھر خاوند اپنی بیوی کی راز کی باتوں کو (دوست احباب کے سامنے) ظاہر کرے۔" (مسلم:1437)

(8) ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا﴾ "اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو بہت ہی اچھا طریقہ ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔" (بنی اسرائیل:34)

(9) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! معاہدوں کو پورا کرو۔" (المائدہ:1)

(10) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ "بلاشبہ وہ لوگ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں، اُن کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، چنانچہ جس نے عہد توڑا تو وہ اپنے نفس کے خلاف ہی توڑے گا اور جو پورا کرے گا اس عہد کو جو اُس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اُس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔" (الفتح:10)

(11) ﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ "اور تم اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جب تم آپس میں عہد کرو اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ دیا کرو جب کہ اللہ تعالیٰ کو تم اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی تم کرتے ہو۔" (النحل:91)

سوال 2: عہد کی رعایت ضروری ہے۔ اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) عہد کی رعایت اس لئے ضروری ہے کہ ایک مومن اپنے عہد پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) عہد پورا کرنا ایک شرعی فریضہ ہے۔ (3) عہد کے پورا کرنے کا تعلق تقویٰ سے ہے۔

(4) کسی بھی معاشرے کا نظام اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک اس کے افراد امانت اور عہد کی پاسداری نہ کریں اسی کی وجہ سے سب کو امن، اعتماد، اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾

''اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' (9)

سوال 1: نمازوں کی حفاظت سے کیا مراد ہے اور مومن کیسے نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... يُحَافِظُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' (i) نمازوں کی حفاظت سے مراد اُن کی اور ان کے اوقات کی پابندی ہے۔ (ii) اس سے مراد نماز کے ارکان، آداب، شرائط کی پابندی ہے۔ (iii) اس سے مراد نماز کو ضائع ہونے سے بچانا ہے۔

(2) یعنی وہ نمازوں کو ہمیشہ ان کے اوقات میں، ان کی حدود، شرائط اور ارکان کی کامل رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے نماز میں ان کے خشوع اور نماز کی حفاظت، دونوں باتوں کی بنا پر ان کی مدح وستائش کی ہے کیونکہ ان کا معاہدہ ان دونوں امور کے بغیر تکمیل نہیں پاتا۔ پس جو شخص نماز پر مداومت تو کرتا ہے مگر بغیر خشوع کے نماز پڑھتا ہے، یا وہ کامل خشوع کے ساتھ تو نماز پڑھتا ہے مگر اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ ناقص اور مذموم ہے۔ (تفسیر سعدی: 1756,1755/2)

(3) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے وقت پر نماز پڑھنا'' پھر پوچھا، اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا'' پوچھا اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' (بخاری: 527)

(4) رب العزت کا فرمان ہے ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ ''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔'' (البقرہ: 238)

(5) ﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾ ''جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں۔'' (المعارج: 23)

(6) کامیاب انسانوں کی صفات کا آغاز اور اختتام نماز سے کیا گیا ہے۔ اس سے نماز کی اہمیت واضح کی گئی ہے کہ اسلام کا آغاز اور اختتام نماز سے ہے۔ (7) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سیدھے اور مضبوط

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رہو اور سب نیکیوں کو نہ گھیر سکو گے اور جان لو کہ تمہارے بہتر عملوں میں نماز ہے اور مؤمن کے علاوہ کوئی وضو کی حفاظت نہیں کرتا۔'' (ابن ماجہ:277) (8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بندے سے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر اس کو پورا کیا ہوگا تو نفل نماز علیحدہ لکھی جائے گی اور اگر پورا نہ کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو میرے بندے کے پاس نفل نماز ہے تو اس سے پورا کرو، جس قدر فرض میں نقصان ہوا ہو، پھر دوسرے اعمال کا اسی طرح حساب ہوگا۔'' (ابن ماجہ:1426)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز کی اچھی طرح حفاظت کی تو یہ اس کے لیے قیامت کے روز نور، دلیل اور نجات ہوگی اور جس نے اس کی پوری طرح حفاظت نہ کی تو یہ اس کے لیے قیامت کے دن نہ نور ہوگی، نہ دلیل اور نہ نجات اور ایسا آدمی قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو۔'' (مسند احمد:1090)

سوال 2: نماز کی حفاظت نہ کرنے کا کیا نقصان ہے؟

جواب: (1) (i) نماز کی حفاظت نہ کرنا دراصل اپنے اور اپنے رب کے درمیان رابطے کو کاٹ دینا ہے۔ (ii) نمازوں کی حفاظت نہ کرنے والا انسانوں کے ساتھ بھی اچھے روابط نہیں رکھ سکتا۔

(2) ﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ ''پھر ان کے بعد ایسے جانشین اُن کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگ گئے، تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے۔'' (مریم:59)

(3) ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ﴿۴﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴿۵﴾﴾ ''پس بڑی ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔'' (الماعون:5،4)

(4) ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔'' (النساء:142)

(5) ابوالملیح نے کہا: ہم سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر جنگ میں تھے۔ ابر و بارش کا دن تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عصر کی نماز جلدی پڑھ لو کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی، اس کا نیک عمل ضائع ہوگیا۔'' (بخاری:553)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ﴾

"یہی لوگ وارث ہیں" (10)

سوال: جنت کے وارث کون لوگ ہیں، اس کی وضاحت ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ﴾ "یہی لوگ وارث ہیں" جنت کے وارث وہ ہیں جو ایمان والوں کی صفات اپنے اندر پیدا کر لیں۔

(2) ﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ "یہ وہ جنت ہے جس کا وارث اپنے بندوں میں سے اُسے ہم بنائیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔" (مریم:63)

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک کے دو ٹھکانے ہیں ایک جنت میں اور دوسرا جہنم میں، جب وہ مرتا ہے اور جہنم میں چلا جاتا ہے تو جنت والے اس کے حصے کو لاوارث سمجھ کر لے لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے قول ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ﴾ "یہی لوگ وارث ہوں گے۔" (المومنون:10) کا یہی مطلب ہے۔" (ابن ماجہ:4341)

(4) ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ "اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: "(الحمد للہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے" اور وہ پکارے جائیں گے: "یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔" (الاعراف:43)

(5) ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾ "اور وہ کہیں گے: "سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنا لیں۔" سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے!" (الزمر:74)

(6) ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ (٥١) فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ (٥٢) يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ (٥٣) كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ (٥٤) يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ (٥٥) لَا يَذُوقُونَ فِيهَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾﴾

"بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم میں سے پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح ہے اور ہم اُن کو بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔ اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے۔ وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے سوائے پہلی موت کے اور وہ اُن کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔ آپ کے رب کی طرف سے فضل ہے، یہی بڑی کامیابی ہے۔" (الدخان:51-57)

(7) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ (اے جنت والو) تمہارے لیے (یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ) تم صحت مندر ہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور تم جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تم آرام میں رہو گے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ: آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے (نیک) اعمال کے بدلہ میں اس جنت کے وارث ہوئے۔" (مسلم:7157)

﴿الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

"جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں" (11)

سوال: جنت الفردوس کیسی جگہ ہے، اس کی وضاحت ﴿الَّذِينَ ... خَالِدُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ﴾ "جو فردوس کے وارث ہوں گے" جنت الفردوس جنت کا اعلیٰ حصہ ہے جہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الجہاد)

(2) جو جنت کا بلند ترین، بہتر اور افضل طبقہ ہے کیونکہ وہ ایسی صفات سے متصف ہوئے ہیں جو بھلائی کی صفات میں سب سے اعلیٰ صفات ہیں یا اس سے مراد تمام جنت ہے تاکہ عام مومن اپنے اپنے درجات و مراتب اور اپنے اپنے حال کے مطابق اس میں داخل ہو جائیں۔ (تفسیر سعدی:1756/2)

(3) ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا﴾ "یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، اُن کی میزبانی کے لیے فردوس کی جنتیں ہیں۔" (الکہف:107)

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ربیع بنت نضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ ان کا بیٹا حارثہ بن سراقہ شہید ہو چکا تھا۔ بدر کے دن اس کو ایک غیبی تیر لگا تھا کہ معلوم نہ ہوا کس نے مارا تھا۔ پھر ربیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئیں اور عرض کیا کہ مجھ کو حارثہ کے حال کی خبر دیجیے۔ اگر وہ خیر کو پہنچا تو میں ثواب کی امیدوار رہوں اور صبر کروں اور اگر نہیں پہنچا تو میں دعا میں خیر کی کوشش کروں۔ سو محمد ﷺ نے فرمایا: ''اے حارثہ کی ماں! بے شک جنت میں کئی باغ ہیں اور تیرا بیٹا بلند فردوس میں داخل ہوا اور فردوس جنت کی بلند زمین ہے اور جنت کے بیچ اور بہتر ہے۔'' (ترمذی:3174)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے، اللہ تعالیٰ کے ذمہ یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا، خواہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کرے (یا نہ کرے) بلکہ جس سرزمین میں پیدا ہوا ہو وہیں بیٹھا رہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگوں میں اس بات کو مشہور نہ کر دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ پس جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اس سے فردوس طلب کرو کیونکہ وہ جنت کا افضل اور اعلیٰ حصہ ہے۔'' مجھے خیال ہے کہ نبی ﷺ نے (یہ بھی اس کے بعد) فرمایا: ''اس کے (یعنی جنت الفردوس کے) اوپر رحمان کا عرش ہے اور وہیں سے (یعنی جنت الفردوس سے) جنت کی نہریں جاری ہوئی ہیں۔'' (بخاری:7423)

(6) ﴿هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' وہ وہاں سے کبھی کوچ کریں گے نہ وہاں سے منتقل ہونا چاہیں گے کیونکہ جنت فردوس کامل اور افضل ترین نعمتوں پر مشتمل ہے وہاں کوئی تکدر ہو گا نہ پریشانی۔ (تفسیر سعدی:1756/2)

(7) ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورہ المومنون کی یہ دس آیات تلاوت کر کے فرمایا: یہ نبی ﷺ کا خلق تھا۔ (شوکانی) (تفسیر اشرف الحواشی:409/1)

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا'' (12)

سوال: ﴿وَلَقَدْ ... مِّنْ طِيْنٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا'' قرآن حکیم نے ایمان والوں کی صفات کے بعد تخلیق انسانی کے مراحل کو اس لئے پیش کیا ہے کہ انسان غور و فکر کرے کہ کیچڑ سے انسان تک کتنی بڑی تبدیلی ہے۔

(2) اللہ رب العزت نے عبادات کا حکم دینے کے بعد خالق، الٰہ اور معبود ہونے کے دلائل دیے ہیں۔ یہ دلائل چار طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ہیں۔اس کے وجود، اس کی قدرت، اس کی صفات جلال اور اس کی وحدانیت کے دلائل ہیں۔اور یہ تخلیق انسانی سات آسمانوں کی تخلیق، آسمان سے بارش کا نزول اور منافع کے لئے حیوانات کی تخلیق وغیرہ ہیں۔(تفسیر منیر:338/9)

(3)اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انسان کی تخلیق کی ابتداء سے لے کر مختلف مراحل کا ذکر فرمایا ہے۔سب سے پہلے انسانوں کے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر فرمایا ہے کہ بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا ہے جو ساری زمین سے حاصل کیا گیا۔سیدنا آدم علیہ السلام کے بچے زمین کی نوعیت کے لحاظ سے فرق فرق ہیں۔ان میں سے کچھ سنگ دل ہیں، کچھ رحم دل، کچھ پاک ہیں اور کچھ ناپاک ہیں۔

(4)سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا، جسے اس نے تمام زمین سے جمع فرمایا تھا۔چنانچہ آدم کی اولاد اس مٹی کے لحاظ سے (مختلف) ہوئی ہے، کئی سرخ ہیں اور کئی سفید، کئی سیاہ ہیں اور کئی ان کے بین بین، کئی نرم خو ہیں اور کئی سخت طبیعت، کئی بری طبیعت کے مالک ہوتے ہیں اور کئی اچھی اور عمدہ طبیعت والے۔'' (ابوداؤد:4693)

(5)مٹی سے پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ (i) پہلے انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔(ii) اس سے مراد یہ بھی ہے کہ انسان جو بھی کھاتا ہے وہ مٹی سے بنتا ہے حتیٰ کہ نطفے کی اصل بھی مٹی ہے۔

(6)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر یکا یک تم انسان ہو کہ پھیلتے جا رہے ہو۔'' (الروم:20)

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾

''پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ ٹھکانے میں نُطفہ بنا دیا'' (13)

سوال: ﴿ثُمَّ ... مَّكِيْنٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ ٹھکانے میں نُطفہ بنا دیا'' نطفہ پانی کا قطرہ ہے جو مرد کی پشت سے نکلتا ہے۔اسی کے ہزار خلیوں میں سے ایک خلیہ ہوتا ہے جو انسان کی شکل اختیار کرتا ہے۔

(2)﴿قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾ سے مراد محفوظ جگہ ہے جو ماں کا رحم ہے جہاں نو مہینے بچہ حفاظت سے رہتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔رحم پر جھٹکوں، چوٹوں اور حرکات کے اثرات نہیں پہنچتے اس لئے اسے ﴿قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾ کہا گیا ہے۔

(3)نطفہ انسان کی پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے پھر وہ رحم مادر میں قرار پکڑتا ہے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

محفوظ رہتا ہے۔

(4)﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (٢٠) فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (٢١) اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (٢٢) فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ (٢٣)﴾ ''کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ معلوم اندازے تک۔ پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔''(المرسلات:20-23)

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا

''پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا،

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ

پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا، سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ

اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾

بہترین پیدا کرنے والا ہے''(14)

سوال: انسان کی تخلیق کے مراحل کی وضاحت ﴿ثُمَّ ... اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً﴾ ''پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا'' جمے ہوئے خون کے لوتھڑے کو علقہ کہتے ہیں۔ جب مرد کا Sperm عورت کے Egg کے ساتھ Mix ہو جاتا ہے ابتداء میں یہ رحم کے ساتھ چمٹا ہوا ایک نطفہ ہوتا ہے۔ یہ اس کے خون سے غذا حاصل کرتا ہے۔

(2)﴿عَلَقَةً﴾ ''جما ہوا خون'' یعنی نطفے کو چالیس دن گزرنے کے بعد سرخ خون میں تبدیل کر دیا گیا۔

(3)﴿فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً﴾ ''پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنا دیا'' خون کے بوٹی کی شکل میں آ جانے کو مضغة کہتے ہیں۔ یہ بہت چھوٹی سی مخلوق ہے جو ابھی بہت شکلیں بدلنے والی ہے۔

(4) چالیس دن کے بعد خون کے لوتھڑے یعنی علقہ کو گوشت کی چھوٹی بوٹی مضغة میں بدل دیا جاتا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ (5) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (6) وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (7)﴾ ”اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تا کہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تا کہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بلاشبہ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ اور یقیناً قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اُنہیں اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔“ (الحج 22:5-7)

(6) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صادق و مصدوق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے۔ پھر اسی میں جما ہوا خون اتنی مدت رہتا ہے۔ پھر اتنی مدت گوشت کی بوٹی رہتا ہے۔ پھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اس کا رزق، عمر، عمل اور شقی یا سعید ہونا۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک تم میں سے کوئی اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جہنم کا سا عمل کر لیتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی اہل جہنم جیسے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جنّت والا عمل کر لیتا ہے اور جنّت میں داخل ہو جاتا ہے۔“ (مسلم:2466) سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فرشتہ نطفے کے پاس جاتا ہے، جب وہ بچہ دانی میں جم جاتا ہے چالیس یا پینتالیس دن کے بعد اور کہتا ہے: اے رب! اس کو بد بخت لکھوں یا نیک بخت، پھر جو پروردگار کہتا ہے ویسا ہی لکھتا ہے، پھر کہتا ہے: مرد لکھوں یا عورت، پھر جو پروردگار فرماتا ہے ویسا ہی لکھتا ہے اور اس کا عمل اور عمر اور روزی لکھتا ہے، پھر کتاب لپیٹ دی جاتی ہے نہ اس سے کوئی چیز بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے۔“ (مسلم:2644)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا﴾ ''پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا'' گوشت کی بوٹی کی ہڈیاں بنانے کا اصل مقصد انسانی ڈھانچے کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کرنا ہے۔

(8) سخت ہڈیاں جسم کی ضرورت کے مطابق گوشت کے درمیان میں ہوتی ہیں۔

(9)﴿فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا﴾ ''پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا'' یعنی ہڈیوں کو گوشت پہنا دیتے ہیں۔ گوشت کے لئے ہڈیاں ہی سہارا بنتی ہیں۔ تیسرے چالیس دنوں میں یہ کام انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

(10) اگر انسان کو ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی رکھا جاتا تو اس میں وہ حسن پیدا نہیں ہو سکتا تھا جو گوشت کی وجہ سے ہے۔

(11)﴿ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا'' دوسری بناوٹ میں پیدا کرنے سے مراد رحم مادر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے روح پھونکنے سے بے جان جسم کا جاندار میں تبدیل کرنا اور پھر بچے کو ایک خاص شکل دے کر ماں کے پیٹ سے باہر نکالنا ہے اس حالت میں کہ اسے سننے، دیکھنے اور ادراک کی قوتیں دے دی جاتی ہیں۔

(12) اگر انسان غور کرے کہ ایک حقیر بوند سے زندگی کا آغاز کر کے مختلف مراحل سے گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیا سے کیا بنا دیا تو بے اختیار اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں۔

(13)﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ ''سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے'' انسان بہترین مخلوق ہے۔ اس کی تخلیق بہت ہی اچھی ہے اور تخلیق کرنے والا سب سے اچھا تخلیق کرنے والا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿٨﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٩﴾﴾ ''جس نے ہر چیز کو اچھا بنایا جو اس نے پیدا کی اور اُس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا تھوڑے سے گارے سے کی۔ پھر اُس نے اُس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اُس کو درست کیا اور اُس نے اِس میں اپنی روح پھونکی اور اُس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ (السجدہ:7-9)

(14)﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔'' (التین:4)

(15)﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿٦﴾ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿٧﴾ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ﴿٨﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴿٩﴾﴾ ''اے انسان اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا؟ جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے درست بنایا پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں اس نے چاہا تجھے جوڑ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم جزا کو جھٹلاتے ہو۔" (الانفطار:6-9)

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ﴾

"پھر یقیناً اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو" (15)

سوال: انسان کے لئے فنا لازمی ہے، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ ... لَمَيِّتُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ "پھر یقیناً اس کے بعد تم" یعنی انسان کو اس کی پیدائش کے مختلف مراحل سے گزار کر، اس میں روح پھونکنے، اس کو ماں کے پیٹ سے باہر نکال کر زندگی کی ساری قوتیں عطا کر کے زندگی سے گزارنے کے بعد ﴿لَمَيِّتُوْنَ﴾ "ضرور مرنے والے ہو" وہ مرحلہ بھی آئے گا جب تمہیں موت آئے گی۔

(2) موت اس زندگی کا خاتمہ ہے۔

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾

"پھر یقیناً تم قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے" (16)

سوال: انسانوں کو دوسری بار زندگی ملے گی، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ ... تُبْعَثُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ "پھر یقیناً تم قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے" قیامت کے دن انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُٹھائے جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ "آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ اُس نے کس طرح تخلیق کی ابتداء کی؟ پھر اللہ تعالیٰ ہی اُسے دوسری بار پیدا کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔" (العنکبوت:20)

(2) ﴿وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ﴾ "اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔" (الانفطار:4)

(3) پھر اللہ تعالیٰ اچھے برے اعمال کی جزا دیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (٣٦) اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى (٣٧) ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى (٣٨) فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (٣٩) اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦ الْمَوْتٰى (٤٠)﴾ "کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے؟ پھر وہ جما ہوا خون بنا پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟" (القیامہ:36-40)

(4) دوسری زندگی ابدی ہوگی جس کے پیچھے موت نہیں ہوگی۔

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ﴾

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہارے اُوپر سات راستے بنائے اور مخلوق سے ہم کبھی غافل نہیں تھے" (17)

سوال: آسمانوں کی تخلیق بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ...غٰفِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے انسان کی پیدائش کے بعد اس کے مسکن اور اس پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا ہے ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہارے اُوپر بنائے" یعنی زمین کی چھت کے طور پر، انسانوں کے فائدے کے لئے۔

(2) ﴿سَبْعَ طَرَآئِقَ﴾ "سات راستے" سات آسمان تہ بہ تہ بنائے۔ آسمانوں کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ "کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں؟" (نوح:15)

(3) ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ "یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔" (المومن:57)

(4) ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ (۲) الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (۳)﴾ "وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔ وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے۔ تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے، تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟" (الملک:2-3)

(5) ﴿وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ﴾ "اور مخلوق سے ہم کبھی غافل نہیں تھے" یعنی اللہ تعالیٰ مخلوق کے سارے حالات کو جانتا ہے، وہ بے خبر نہیں ہے، نہ وہ مخلوق کو بھولتا ہے، نہ پیدا کرنے کے بعد ضائع کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ھود:6)

(6) وہ نہ آسمانوں سے بے خبر ہے نہ زمین سے، نہ سمندروں سے، نہ صحراؤں کے کسی ذرّے سے، وہ علیم و حکیم ہے۔ وہ پہاڑوں کے سنگریزوں کی تعداد، درختوں کے پتّوں کی تعداد، صحراؤں کی ریت کے ذرّوں اور سمندروں کے قطروں کی گنتی جانتا ہے۔ مخلوق کی تخلیق ان کے خالق کی حکمت اور اس کے علم پر بہت بڑی دلیل ہے۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾﴾ ''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کردو، یقیناً وہ تو سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے۔'' (الملک:13، 14)

(7) ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾﴾ ''وہی اوّل ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو اُس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اُترتا ہے اور جو اُس میں چڑھتا ہے اور جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمھارے ساتھ ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُسے خوب دیکھنے والا ہے۔ آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی جانب لوٹائے جاتے ہیں۔'' (الحدید:3-5)

(8) ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ

''اور ہم نے آسمان سے ایک خاص اندازے سے پانی نازل کیا۔ پھر ہم نے اُسے زمین میں ٹھہرا دیا اور یقیناً ہم اُس کے لے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾

جانے پر ضرور قدرت رکھنے والے ہیں'' (18)

سوال: بارش اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاَنْزَلْنَا۔۔۔لَقٰدِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) آسمان سے بارش کا برسانا اور پھر اسے زمین میں ٹھہرا دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانی ہے۔رب العزت نے فرمایا: (2) ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا'' اللہ تعالیٰ کے انسان پر بے شمار انعامات ہیں۔انسان پر رب العزت کے احسانات کی بارش ہورہی ہے۔زمین کا پانی رب العزت کی نعمت ہے۔

(3) زمین کے اندر جو پانی ہے وہ بارشوں کا پانی ہے۔اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک حساب کے مطابق نازل کرتا ہے۔

(4) ﴿بِقَدَرٍ﴾ ''ایک خاص اندازے سے'' بارش کا پانی نہ تو اتنا برستا ہے کہ زمین خراب ہوجائے، آبادیاں ہلاک ہوجائیں اور درخت، باغات اور نباتات برباد ہوجائیں اور نہ اتنا کم کہ زمین پر پیداوار پوری طرح سے سیراب نہ ہو اور پیداوار خراب ہوجائے۔

(5) بارش کا میٹھا پانی انسان خود بھی پیتا ہے، جانوروں کو بھی پلاتا ہے اور مختلف فائدے اٹھاتا ہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ (9) وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ (10) رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ (11)﴾ ''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا۔پھر اُس کے ذریعے باغات اور کاٹی جانے والی فصل کے دانے اُگا دیئے۔اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں۔جو بندوں کے لیے رزق ہے اور اس کے ذریعے ہم نے ایک مردہ زمین کو زندہ کردیا۔اسی طرح (زمین سے) نکلنا ہوگا۔'' (ق:9-11)

(6) ﴿فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ﴾ ''پھر ہم نے اُسے زمین میں ٹھہرا دیا'' زمین میں بارش کا پانی جذب ہوکر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھہر جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے زمین میں ٹھہراتے ہیں جیسے نطفے کو رحم مادر میں ٹھہراتے ہیں۔زمین میں ذخیرے کے طور پر جمع کردیا جاتا ہے حتیٰ کہ کنوؤں کی گہرائیوں سے ضرورت کے مطابق پانی نکالا جاتا ہے جس سے وہاں کے علاقے کو سیراب کیا جاتا ہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ﴾ ''اور ہم نے ہواؤں کو بارآور بنا کر بھیجا۔پھر ہم نے آسمان سے پانی اُتارا، پس ہم نے وہ تمہیں پلایا اور تم اس کو ہرگز ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔'' (الحجر:22)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً طَهُوْرًا (۴۸) لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا (۴۹)﴾ ''اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا۔ تاکہ اُس کے ذریعے ہم مردہ شہر کو زندہ کریں اور اس میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پانی پلائیں جن کو ہم نے پیدا کیا۔'' (الفرقان:48-49)

(8)﴿وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم اُس کے لے جانے پر ضرور قدرت رکھنے والے ہیں'' یعنی اگر ہم چاہیں بادلوں کو ہی واپس لے جائیں۔

(9) اگر ہم چاہیں تو زمین کی جذب کرنے کی صلاحیت ہی ختم کر دیں اور پانی وہاں سے بہہ کر نکل جائے۔

(10) یا اگر ہم چاہیں تو پانی کو اتنا گہرا پہنچا دیں کہ تمہاری رسائی ہی ممکن نہ ہو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ﴾ ''کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا اگر تمہارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمہیں بہتا ہوا پانی لا دے گا۔'' (الملک:30)

(11) یا اس پانی کو اتنا کھارا بنا دیں کہ وہ تمہارے اور جانوروں کے لیے قابل استعمال نہ رہے۔ ﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَاۗءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ (۶۸) ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (۶۹) لَوْ نَشَاۗءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ (۷۰)﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا اُسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اُسے سخت کھاری بنا دیں پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟'' (الواقعہ:68-70)

(12) یہ جہانوں کے بادشاہ کا لطف و کرم ہے کہ وہ میٹھا، صاف شفاف پانی اتارتا ہے جس میں سے کچھ زمین میں جذب ہو جاتا ہے، کچھ ندی نالوں سے دریاؤں میں چلا جاتا ہے جس سے نہریں نکال کر تمہارے علاقے سیراب کیے جاتے ہیں۔ یہی پانی تمہارے لیے چشموں، کنوؤں اور تالابوں میں ذخیرہ کر دیا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ

''پھر اس کے ذریعے ہم نے تمہارے لیے کھجور اور انگور کے باغ پیدا کیے، اُن میں تمہارے لیے بہت سے لذیذ پھل ہیں

كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾

اور ان ہی میں سے کچھ تم کھاتے ہو'' (19)

سوال: نباتات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَاَنْشَاْنَا ... تَاْكُلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) آسمان سے برسنے والے بارش کے پانی کے ذریعے زمین سے باغات اور طرح طرح کے لذیذ پھلوں کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانی ہے۔

(2) ﴿فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ﴾ ''پھر اس کے ذریعے ہم نے تمہارے لیے پیدا کیے'' یعنی میٹھے پانی کے ذریعے۔

(3) ﴿جَنّٰتٍ﴾ ''باغ'' تمہارے لیے خوب صورت باغات پیدا کر دیے۔

(4) ﴿مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ﴾ ''کھجور اور انگور کے باغ'' اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے باغات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کیونکہ حجاز میں یہی باغ ہوتے ہیں۔ رب العزت نے ہر علاقے میں وہاں کی پیداوار کے مطابق ہرے بھرے باغات پیدا کیے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے بھی جس سے تم نشہ آور چیز بناتے ہو اور اچھا رزق بھی، بلاشبہ اس میں یقیناً ان کے لیے نشانی ہے جو عقل رکھتے ہیں۔'' (النحل:67)

(5) ﴿لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ﴾ ''اُن میں تمہارے لیے بہت سے لذیذ پھل ہیں'' یعنی تمہارے لیے ان باغات میں بہت سے پھل ہوتے ہیں مثلاً انار، زیتون، سیب وغیرہ۔

(6) ﴿وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''اور ان ہی میں سے کچھ تم کھاتے ہو'' یعنی پھلوں سے اور ان کے حسن و جمال سے آپ خوش بھی ہوتے ہو، ان کی تجارت بھی کرتے ہو اور انہیں کھاتے بھی ہو۔

﴿وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاۗءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ﴾

''اور ہم نے وہ درخت پیدا کیا جو طورِ سینا سے نکلتا ہے۔ وہ کھانے والوں کے لیے تیل اور سالن اُگاتا ہے'' (20)

سوال: زیتون کا درخت اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَشَجَرَةً ... لِّلْاٰكِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاۗءَ﴾ ''اور ہم نے وہ درخت پیدا کیا جو طورِ سینا سے نکلتا ہے'' اس سے مراد زیتون کا درخت ہے۔ شام کی سرزمین زیتون کا خاص علاقہ ہے۔

(2) طورِ سینا اس مقدس وادی کے قریب ہے جہاں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا کی تھی۔

(3) بارش کے پانی سے زیتون کے درخت کا اگنا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانی ہے۔ اس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ (10) يُنْۢبِتُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (۱۱)﴾ ''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا اس میں سے تمہارے لیے پینا ہے اور اسی سے پودے ہوتے ہیں جن میں تم (جانور) چراتے ہو۔ وہ اس کے ساتھ تمہارے لیے کھیتیاں اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بھی، یقیناً اس میں ضرور ایک نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (النحل:11,10) یقیناً اس میں نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(4) ﴿تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ﴾ ''وہ کھانے والوں کے لیے تیل اور سالن اُگاتا ہے'' یعنی زیتون سے تیل نکلتا ہے اسی وجہ سے یہ سالن کا کام دیتا ہے۔ اہل عرب روٹی کے ساتھ زیتون کا تیل لگا کر کھا لیا کرتے تھے۔ اس تیل کو جسم پر بھی ملا جاتا ہے۔

(5) بغوی نے لکھا ہے: صبغ اور صباغ اس سالن کو کہتے ہیں جس میں روٹی ڈبوئی جاتی ہے اور روٹی پر اس کا رنگ آجاتا ہے اور ادام عام سالن کو کہتے ہیں جس کو روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے خواہ اس سے روٹی رنگین ہو یا نہ ہو۔ زیتون کا پھل، تیل، لکڑی سبھی کچھ مفید ہے۔

(6) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے (جسم پر) لگاؤ، اس لیے کہ وہ مبارک درخت ہے۔'' (مسند احمد، ترمذی:1851)

﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا

''اور بلاشبہ تمہارے لیے مویشیوں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، جو ان کے پیٹ میں ہے ہم اس میں سے تمہیں پلاتے ہیں

وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾

اور تمہارے لیے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں اور انہی میں سے کچھ کو تم کھاتے بھی ہو'' (21)

سوال: مویشی جانور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاِنَّ لَكُمْ ... تَاْكُلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مویشی جانوروں کی تخلیق اور ان کے فوائد میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ﴾ ''اور بلاشبہ تمہارے لیے مویشیوں میں'' اس آیت کریمہ میں مویشیوں یعنی اونٹوں،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

گائیوں اور بھیڑ بکریوں کے فوائد کو بیان کیا گیا ہے۔

(3) ﴿لَعِبْرَةً﴾ ''یقیناً بڑی عبرت ہے'' یعنی اگر آپ ان کی تخلیق، ان کی زندگی اور منافع پر غور کرو تو یہ آپ کو ایمان، توحید اور اطاعت کی طرف لے جائیں گے۔

(4) ﴿نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا﴾ ''جو ان کے پیٹ میں ہے ہم اس میں سے تمہیں پلاتے ہیں'' یعنی تمہیں جو دودھ پلایا جاتا ہے گوبر اور خون کے درمیان سے نکالا جاتا ہے۔ یہ خالص دودھ پینے والوں کے لیے بہت مفید ہے۔

(5) ﴿وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ﴾ ''اور تمہارے لیے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں'' یعنی تم ان کا گوشت کھاتے ہو، سواری کرتے ہو، ان کی اون اور بالوں سے بنا ہوا کپڑا بھی استعمال کرتے ہو۔ ان کی کھالوں، چمڑوں سے خیمے بھی بناتے ہو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ (۷۱) وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ (۷۲) وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (۷۳)﴾ ''اور کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے ان کے لیے مویشی پیدا کیے اس میں سے جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا، پھر وہ اُن کے مالک ہیں۔ اور ہم نے اُنہیں اُن کا تابع بنا دیا سو اُن میں کچھ اُن کی سواریاں ہیں اور اُن میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں۔ اور اُن (جانوروں) میں اُن کے کئی فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں بھی تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟'' (یٰسٓ:71-73)

(6) ﴿وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''اور انہی میں سے کچھ کو تم کھاتے بھی ہو'' یعنی تم ان کے گوشت اور چربی سے بہترین کھانے بناتے ہو۔ (7) جانوروں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۷۹) وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ (۸۰) وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ (۸۱)﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے مویشی بنائے ہیں تاکہ تم ان میں سے کسی پر سواری کرو اور ان میں سے کسی کو تم کھاتے ہو۔ اور تمہارے لیے ان میں کئی فائدے ہیں اور تاکہ تم ان کے ذریعے سے اپنی ضرورت تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے اور ان پر بھی اور کشتیوں پر بھی تمہیں سوار کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی کن کن نشانیوں کا تم انکار کرو گے؟'' (المؤمن:79-81)

1 ع 22 1

﴿وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾

''اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو'' (22)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: جانوروں اور کشتیوں پر سواری اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَعَلَيْهَا ... تُحْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾ "اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو" یعنی خشکی پر تم ایک شہر سے دوسرے شہر تک ان جانوروں پر اپنے بوجھ لاد کر لے جاتے ہو جہاں تم سخت مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے، اسی طرح سمندر میں تمہارے سفر کے لئے کشتیاں بنائیں جو تمہیں اور تمہارے سامان کو، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اٹھائے پھرتی ہیں۔ پس وہ ہستی جس نے یہ تمام نعمتیں عطا کی ہیں، جس نے مختلف انواع کے احسانات کئے ہیں اور جس نے اپنی نوازشوں کی بارش کی، وہی کامل شکر، کامل حمد و ثنا اور عبودیت میں پوری کوشش کی مستحق ہے اور وہ اس چیز کی بھی مستحق ہے کہ اس کی نعمتوں سے اس کی نافرمانی پر مدد نہ لی جائے۔ (تفسیر سعدی: 1760/2)

(2) ﴿وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ "اور وہ تمہارے بوجھ اس شہر تک اُٹھالے جاتے ہیں جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے۔ یقیناً تمہارا رب بہت نرمی کرنیوالا، نہایت رحم والا ہے۔" (النحل: 7)

(3) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾﴾ "اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تاکہ تم اس میں سے تر و تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے تم زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور اس میں آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں پانی کو چیرنے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے کہ تمہیں لے کر ڈگمگا نہ نہ لگے اور اس میں دریا اور راستے بنا دیئے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور بہت سی علامتیں ہیں اور تاروں سے بھی وہ ہدایت پاتے ہیں۔ تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرسکتا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟" (النحل: 14-17)

(4) کیا ان انعامات پر اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرو گے؟ (5) اس کو یاد کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ یہ نعمتیں منعم کا شکر ادا کرنے کو واجب کرتی ہیں۔ یہ انعامات واجب کرتے ہیں کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔ (ایسر التفاسیر: 970)

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا تو اُس نے کہا: "اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟" (23)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... تَتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا" رب العزت نے انسانوں پر انعامات کا ذکر فرمایا تو سب سے بڑے انعام "ہدایت" کے لیے زمین پر اس کے آغاز سے ہی اپنی جانب سے کیے جانے والے انتظامات کا ذکر فرمایا۔ رب العزت نے شروع سے ہی اس مقصد کے لیے رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں۔ (2) رب العزت نے سب سے پہلے اپنے بندے اور رسول سیدنا نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول تھے۔ رب العزت نے انہیں ایسی قوم کی طرف مبعوث فرمایا جو بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں اپنی اطاعت، توحید اور بتوں سے برأت کرنے کی دعوت دی۔

(3) ﴿فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ "تو اُس نے کہا: "اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو" انہوں نے دعوت دی کہ اے میری قوم! صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اپنی عبادت کو اس کے لیے خالص کرو۔ اخلاص کے بغیر تمہاری عبادات قبول نہیں ہوں گی۔

(4) ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ "اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں" اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ وہی تمہارا خالق ہے، وہی رازق ہے، وہی مالک ہے، وہی سارے کمالات رکھتا ہے۔

(5) ﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ "تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟" یہ سیدنا نوح علیہ السلام کا اپنی قوم سے سوال ہے کہ کیا تمہیں برے انجام سے ڈر نہیں لگتا؟ جبکہ تم جانتے ہو اس کا نتیجہ دنیا میں عذاب اور آخرت میں بڑی آگ کی صورت نکلنے والا ہے۔

(6) کیا تم غیر اللہ کی عبادت کر کے اس کے غضب اور عذاب سے نہیں ڈرتے۔ (ایسر التفاسیر: 970)

(7) اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور صرف اسی ایک کی عبادت کرو۔

﴿فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ

"تو اُس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا، انہوں نے کہا: "یہ نہیں ہے مگر تمہارے جیسا ایک آدمی، جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر

عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ ۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾

برتری حاصل کرلے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا، ہم نے اس کو اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا" (24)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال:قوم کے سرداروں نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿فَقَالَ ... الْاَوَّلِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ﴾ ''تو اُس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا، انہوں نے کہا:'' قوم کے سرداروں نے یعنی مالداروں اور اہل حل وعقد نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت کا جواب دیتے ہوئے کہا:

(2)﴿مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ''یہ نہیں ہے مگر تمہارے جیسا ایک آدمی'' یعنی نوح علیہ السلام تو تم جیسا انسان ہے تم کیسے اس کی اطاعت کرو گے۔ اگر تم اس کی دعوت کو قبول کرو گے تو تمہیں اس کی ماننی پڑے گی۔

(3)﴿یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ﴾ ''جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر برتری حاصل کرلے'' یعنی وہ رسالت کی وجہ سے تم پر اپنی فضیلت ثابت کرنا چاہتا ہے۔(تفسیر سمرقندی:2/499)

(4) یعنی وہ تم پر برتری حاصل کرنے کے لیے تمہارا پیشوا اور سردار بننا چاہتا ہے۔ اس میں ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے اسے تم پر فضیلت حاصل ہوجائے۔

(5)﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا'' انہوں نے دلیل دی کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھانا چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا جو کہ عالم بالا سے جڑے ہوئے ہیں۔ تب ہم یقین کر لیتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری ہدایت کے لیے آئے ہیں۔ ایک عام انسان جو کہ ہم جیسا ہے اس میں اتنی قوت کہاں ہے کہ وہ انسانوں کو عالم بالا سے جوڑ دے۔

(6)﴿مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ﴾ ''ہم نے اس کو اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا'' انہوں نے یہ دلیل بھی دی کہ ہمارے آباؤ اجداد میں کسی نے رسول کے مبعوث ہونے کے بارے میں نہیں سنا۔

(7) قوم نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت کو تنگ نظری سے دیکھا اور جب بھی انسان تنگ نظر ہوجاتا ہے تو اُس کے اور حقیقت کے درمیان پردہ حائل ہوجاتا ہے پھر انسان حق کے معاملے میں اندھا بن جاتا ہے۔ قوم نوح بھی تعصب کے اندھے پن کا شکار ہوگئی۔ انہوں نے نہ دعوت کی حقیقت کو سمجھا، نہ اُس کا ادراک کیا اسی وجہ سے انہوں نے سیدنا نوح علیہ السلام کی شخصیت پر تبصرے شروع کردیے کہ یہ تو ہم جیسا ایک انسان ہے اس کی کیسے مان لیں؟ (8) سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے ایک انسان کی دعوت کو قبول کرنے سے اس لئے انکار کیا تھا کہ اگر اس کی بات مان لیں تو ایک عام شخص عظیم شخص بن جائے گا۔ ایمان لاتے ہی وہ ہمارا بڑا بن جائے گا۔ اس لئے انہوں نے اپنی بڑائی کو برقرار رکھنے کے لئے رسالت کا انکار کردیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ﴾

''وہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہے، سوایک وقت تک اُس کا انتظار کرو'' (25)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے ان پر دیوانگی کا الزام کیوں لگایا، اس کی وضاحت ﴿اِنْ هُوَ... حِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ ''وہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہے'' سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے ان پر دیوانگی کا الزام اس لیے لگایا کیونکہ (i) سیدنا نوح علیہ السلام قوم کو بتوں کی عبادت سے روکتے تھے۔ قوم اسے نرالی دعوت سمجھتی تھی اس لیے کہ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کے دور میں ایسی بات نہیں سنی۔ (ii) سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت کی زد جب باپ دادا پر بھی پڑتی تھی تو باپ دادا کی کم عقلی اور بے وقوفی بھی نظر آنے لگتی تھی چونکہ خود ماننا نہیں چاہتے تھے اسی لیے ضد میں سیدنا نوح علیہ السلام کو دیوانہ قرار دیتے تھے۔

(2) وہ یہ کہتے تھے کہ یہ دیوانہ ہے اس لیے کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میرے پاس اس کی طرف سے وحی آتی ہے۔

(3) ﴿فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ''سوایک وقت تک اُس کا انتظار کرو'' یعنی نہ اس کی بات سنو، نہ اس کی اطاعت کرو، انتظار کرو، صبر کرو دیکھو یہ خود زمانے کے حوادث کا شکار ہوتا ہے یا ہلاک ہوجاتا ہے پھر ہمیں اس سے نجات مل جائے گی۔

(4) (i) اس سے مراد یہ تھی کہ کچھ انتظار کرلو۔ اس کی موت کے ساتھ اس کی دعوت بھی ختم ہوجائے گی۔

(ii) اس سے یہ بھی مراد ہوسکتی تھی کہ اسے چھوڑ دو ہوسکتا ہے یہ دعوت ہی چھوڑ دے۔

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾

''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس وجہ سے جو اُنہوں نے مجھے جھٹلایا ہے'' (26)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مدد کی جو دعا مانگی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... كَذَّبُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال تبلیغ کے بعد دیکھا کہ قوم کو ان کی دعوت اس کے سوا کوئی فائدہ نہیں دے رہی کہ وہ اپنے رب سے بھاگ رہے ہیں۔ تب انہوں نے دعا کی۔

(2) ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس وجہ سے جو اُنہوں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نے مجھے جھٹلایا ہے" کہ اے میرے رب! میری مدد فرمادے۔ سورہ القمر میں سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے مجبور ہوجانے کا معاملہ اپنے رب کے سامنے رکھتے ہوئے دعا کی۔ ﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ "تو اُس نے اپنے رب کو پکارا: "میں بے بس ہوں۔ سو تو بدلہ لے لے!" (القمر:10)

(3) سورہ نوح میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (۲۶) اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۲۷)﴾ اور نوح نے کہا: "اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔ اگر تو نے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے۔" (نوح:27,26)

﴿فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ

"تو ہم نے اُس کی طرف وحی کی کہ ہماری نگاہوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ، پھر جب ہمارا حکم آجائے اور تنور اُبل پڑے

فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ

تو ہر چیز سے جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو لے چلو اور اپنے گھر والوں کو مگر جس پر اُن لوگوں میں سے بات طے ہو چکی

وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾

اور اُن لوگوں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا ہے، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں" (27)

سوال 1: رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کی مدد کرنے کے لیے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا، اس کی وضاحت ﴿فَاَوْحَيْنَاۤ ... وَوَحْيِنَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ﴾ "تو ہم نے اُس کی طرف وحی کی" اللہ رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی تو قوم کے عذاب سے پہلے ان کی نجات کے لیے، وہاں سے نکلنے کے وسیلے کے لیے وحی کی۔

(2) ﴿اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ﴾ "کہ کشتی بناؤ" یعنی آپ ہماری تعلیم سے کشتی تیار کرو۔

(3) ﴿بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا﴾ "ہماری نگاہوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق" یعنی ہماری مدد سے، ہماری حفاظت میں، ہمارے ہی حکم کے مطابق، ہماری ہی نگرانی میں، ہماری تعلیم کے مطابق کشتی بناؤ۔ آپ ہماری نظروں میں ہو، ہم آپ کی باتیں سنتے ہیں اور آپ کو دیکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: سیدنا نوح علیہ السلام کے کشتی بنانے میں کیا سبق ہے؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی میں اسباب اختیار کرنے کا سبق ہے۔ (2) اس میں سبق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اُن لوگوں کے لیے آتی ہے جو اَن تھک کوششیں کرتے ہیں اور پھر بھی اسباب و وسائل اختیار کرتے ہیں۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی میں ہمارے لیے سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اُن لوگوں کو نہیں ملتی جو عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں، آرام کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں کا انتظار کرنے کے سوا کوئی کوشش نہیں کرتے۔

(4) جب انسانی عمل کی سرحد ختم ہو جاتی ہے تو الٰہی عمل کا آغاز ہو جاتا ہے مگر یہ مواخذے کا وقت ہوتا ہے۔

سوال 3: سیدنا نوح علیہ السلام کو دیے گئے احکامات کی وضاحت ﴿فَاِذَا جَآءَ ... مُّغْرَقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ: ﴿فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ ''پھر جب ہمارا حکم آجائے'' یعنی آپ کشتی بنالو تو ہمارے حکم کا انتظار کرو۔ جب ہماری طرف سے عذاب کا حکم آجائے۔

(2) ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ ''اور تنور اُبل پڑے'' تنور سے مراد ہمارے یہاں کا روٹیاں پکانے والا تنور نہیں بلکہ زمین ہے جو اندر سے تنور کی طرح دہک رہی ہے۔ تنور اُبلنے سے مراد پوری زمین سے چشموں کا اُبل پڑنا ہے۔

(3) جب زمین سے پانی پھوٹ نکلے حتیٰ کہ آگ جلانے والی جگہوں سے بھی پانی نکلنے لگے۔

(4) ﴿فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ﴾ ''تو ہر چیز سے جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو لے چلو'' ہر قسم کے جانوروں کے جوڑے یعنی نر اور مادہ کشتی میں لا دلیں۔ ہر طرح کی بوٹیاں اور پھلوں کے پودے بھی لا دلیں تاکہ حیوانات اور نباتات کی نسلیں باقی رہیں۔

(5) ﴿وَاَهْلَكَ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو'' یعنی اپنے گھر والوں اور اور ایمان والوں کو کشتی میں بٹھالیں۔

(6) ﴿اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ﴾ ''مگر جس پر اُن لوگوں میں سے بات طے ہو چکی'' سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں پہلے سے ہی ہلاکت لکھ دی گئی ہے اور اہل خاندان میں سے جو ایمان نہیں لائے جیسے سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا اور بیوی۔ (7) ﴿وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا جنھوں نے ظلم کیا ہے، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں'' ظالموں کے بارے میں آپ مجھ سے اس وقت کوئی بات نہ کرنا کہ میں انہیں نجات دے دوں کیونکہ ان کے بارے میں تقدیری فیصلہ ہو چکا کہ انہیں غرق ہونا ہے۔ جب آسمان سے غضب کی بارش ہو اور قوم تباہ ہو رہی ہو تب تمہارا دل نہ پگھلے۔ تب یہ امید نہ باندھنا کہ وہ ایمان لے آئیں گے۔ یہ شرک پر جمے رہیں گے اور ڈوب مریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) سیدنا نوح علیہ السلام کو سفارش سے اس لیے روک دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت رشتہ داری اور دوستی کی رعایت نہیں کرتی۔ ظالموں کی ہلاکت کے بارے میں قطعی فیصلہ کیا گیا تھا اور کوئی سفارش کام نہیں آسکتی تھی۔

﴿فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ

''پھر جب تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں صحیح طور سے کشتی میں چڑھ جاؤ تو کہنا سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے

نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دلائی'' (28)

سوال: ﴿فَاِذَا اسْتَوَيْتَ.... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ﴾ ''پھر جب تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں صحیح طور سے کشتی میں چڑھ جاؤ'' جب تم کشتی میں بیٹھ جاؤ اور کشتی تیرنے لگے تو ظالم قوم سے نجات پانے اور طوفان سے سلامتی ملنے پر اللہ تعالیٰ سے دعا کر لینا۔

(2) ﴿فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تو کہنا سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دلائی'' یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جس نے ظالموں سے نجات دی۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم اتنی بدبخت تھی کہ ان کے غرق ہونے پر رب العزت نے شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔

(4) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی دعا میں اپنی قوم کے فجور کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا: ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (٢٦) اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (٢٧)﴾ ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔ اگر تو نے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے۔'' (نوح:27,26)

(5) سیدنا نوح علیہ السلام اور اصحاب نوح علیہ السلام کے لیے رب العزت کی جانب سے تعلیم تھی کہ وہ ظالموں سے اور ان کے اعمال سے نجات پانے پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾

''اور کہنا اے میرے رب! مجھے اُتارنا کہ برکت والا اتارنا ہو اور تُو بہترین اُتارنے والا ہے'' (29)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کو جو دعا سکھائی، اس کی وضاحت ﴿وَقُلْ ... الْمُنْزِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا﴾ ''اور کہنا اے میرے رب! مجھے اُتارنا کہ برکت والا اتارنا ہو'' یعنی اپنے رب سے یہ نعمت مانگو کہ تمہیں بابرکت منزل نصیب کر دے۔ یعنی جہاں پانی اور درخت میسر ہوں اور جہاں نسل کا سلسلہ چلے اور بڑھے۔

(2) ﴿وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾ ''اور تُو بہترین اُتارنے والا ہے'' یعنی رب کی ثنا بیان کرو کہ تو ہی سب کچھ دینے والا ہے، تو ہی بچانے والا ہے ہمیں بہترین جگہ پر پہنچا دے۔

سوال 2: سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا کے شعور پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) اس دعا کے شعور پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(i) انسان اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرتا۔ (ii) انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ پر یقین پختہ ہوتا ہے۔

(iii) انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے۔ (iv) انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے اُمید بندھ جاتی ہے۔

(2) اس دعا کے انسان کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ (i) انسان کو نئے علاقے میں برکتیں ملتی ہیں۔

(ii) انسان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حصار میں رہتا ہے۔ (iii) انسان کی جن چیزوں پر قدرت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ انسان کے لئے ان میں آسانیاں پیدا کر دیتے ہیں۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ﴾

''بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں اور بے شک ہم تو ضرور آزمائش کرنے والے ہیں'' (30)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعے میں جو نشانیاں ہیں، ان کی وضاحت ﴿اِنَّ ... لَمُبْتَلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعہ میں نشانیاں ہیں (i) اس واقعہ میں یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔ (ii) یہ بھی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ (iii) اس میں یہ بھی نشانی ہے کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ لے کر آتے ہیں، اس میں وہ سچے ہوتے ہیں۔ (iv) اس میں یہ بھی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (v) اس میں یہ بھی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی کشمکش میں ہر چیز کے بارے میں علم رکھتا ہے۔ وقت آنے پر وہ اہل باطل کو پکڑ لیتا ہے۔ (vi) اس میں یہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو پکڑتا ہے تو وہ چھوڑتا نہیں ہے اور اس کے شکنجے سے کوئی کسی کو چھڑا نہیں سکتا۔

(2) اس واقعہ میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود ہے اور سیدنا نوح علیہ السلام اس کے سچے رسول تھے اور ان کی قوم جھوٹی تھی۔ (3) رب العزت نے کشتی کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر چھوڑ دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُس کو ہم نے ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (القمر:15)

(4) ﴿وَاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ﴾ ''اور بے شک ہم تو ضرور آزمائش کرنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ رسول بھیج کر لوگوں کو خیر اور شر سے آزماتے ہیں تاکہ مومن اور کافر، فرماں بردار اور نافرمان کو پورا پورا بدلہ دیں۔ یہ اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کا عدل ہے اور رحمت ربانی ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ جب مومنوں کو آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں تو انہیں صبر اور شکر سکھا کر اجر دینے کے لیے کرتے ہیں۔

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ﴾

''پھر ان کے بعد ہم نے دوسرے زمانے کے لوگ پیدا کیے'' (31)

سوال: ﴿ثُمَّ ... اٰخَرِيْنَ﴾ دوسرے زمانے کے لوگوں سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''پھر ان کے بعد ہم نے دوسرے زمانے کے لوگ پیدا کیے'' قوم نوح کو ہلاک کرنے کے بعد دوسری قومیں پیدا کیں: (i) دوسرے زمانے کے لوگوں سے مراد قوم عاد ہے کیونکہ اکثر مقامات پر قوم نوح کے جانشین کے طور پر قوم عاد ہی کا ذکر کیا گیا۔ (ii) کچھ لوگوں کے نزدیک یہ قوم ثمود ہے۔ (iii) کچھ کے نزدیک اس سے مراد اہل مدین ہیں۔

﴿فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

''پھر ان میں ہم نے ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں،

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ع 2 10 2

تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟'' (32)

سوال: رسول نے اپنی قوم کو جو دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿فَاَرْسَلْنَا ... تَتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب :(1)﴿ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴾''پھران میں ہم نے ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا'' یعنی سیدنا ہود علیہ السلام کو بھیجا جن کے حسب نسب اور سچائی کے بارے میں انہیں علم تھا تا کہ وہ آسانی کے ساتھ ان کی بات مان جائیں اور رسول سے نفرت نہ کریں، تعصب نہ رکھیں۔

(2)﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾''کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' ان کے رسول نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا اور اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ وہی تمہارا خالق، تمہارا رازق ہے، وہی تمہاری عبادت کا مستحق ہے۔(3) یہ پہلی دعوت ہے جس کی طرف سارے رسول بلاتے رہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہو گئی سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟'' (النحل:36)

(4) رسول نے غیر اللہ کی عبادت سے روکا اور غیر اللہ کی عبادت کے فساد سے قوم کو آگاہ کیا۔

(5)﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾''تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟'' یعنی تم بتوں کی، خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟

(6) سارے رسولوں نے غیر اللہ کی عبادت سے بچنے کی تلقین کی۔سارے پیغمبروں کی دعوت ایک ہے اس لئے کہ سب ہی اللہ رب العزت کی جانب سے بھیجے گئے تھے۔

﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي

''اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور جن کو دنیا کی زندگی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ

میں ہم نے خوش حال رکھا تھا اُنہوں نے کہا: ''یہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے، یہ اس میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو

وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾

اور وہ اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو'' (33)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال1:قوم کے سرداروں نے رسول کی دعوت کا جو جواب دیا،اس کی وضاحت﴿وَقَالَ...تَشْرَبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''اوراس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیااور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایااور جن کو دنیا کی زندگی میں ہم نے خوش حال رکھا تھا،اُنہوں نے کہا''یعنی قوم کے سرداروں نے کہا جن میں تین صفات تھیں:اپنے خالق اوراس کی وحدانیت کاانکار،آخرت کی ملاقات کاانکاراوردنیاوی زندگی کی خوشحالی۔ان تین صفات نے انہیں سرکش بنادیا تھا۔انہوں نے اپنے نبی کوجھٹلاتے ہوئے اس کی دعوت کا جواب دیا۔

(2)﴿مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾''یہ تمہارے ہی جیساایک آدمی ہے''یعنی تمہارے اوراس کے درمیان کوئی فرق نہیں پھرتم اس کی سرداری پر کیسے راضی ہوسکتے ہو،کہ وہ تمہیں حکم دےاورتمہیں روکے؟(ایسر التفاسیر:973)

(3)﴿يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾''یہ اس میں سے کھاتا ہے جوتم کھاتے ہواوروہ اس میں سے پیتا ہے جوتم پیتے ہو''یعنی اسے کسی چیز میں تم پر فضیلت نہیں۔وہ فرشتہ کیوں نہیں ہے کہ نہ کھانا کھاتااورنہ پانی پیتا۔اب اگراپنے جیسے بشر کی بات مان لوگےتو بڑے نقصان میں رہوگے۔

سوال2:معاشی خوش حالی رب سے تعلق کاٹنے کا سبب کیسے بن جاتی ہے؟

جواب:(1)معاشی خوش حالی انسان کی قوت کو بگاڑ دیتی ہے۔(2)معاشی خوش حالی دل کے دروازے بند کردیتی ہے۔(3)معاشی خوش حالی عقل کو بند کردیتی ہے۔(4)معاشی خوش حالی دلوں کو پتھر کردیتی ہے۔(5)معاشی خوش حالی احساس نہیں کرنے دیتی۔(6)خوش حال لوگ کسی بات سے متاثر نہیں ہوتے اس لیے وہ حق بات کو نہیں مانتے۔یوں اُن کا تعلق رب سے کٹ جاتا ہے۔

﴿وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾

''اوراگرتم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی اطاعت کی تب تم بلاشبہ ضرورخسارہ اُٹھانے والے ہی ہوگے''(34)

سوال:سرداروں نے اپنی قوم کورسول کی اطاعت سے روکنے کے لیے کیا کہا،اس کی وضاحت﴿وَلَئِنْ...لَّخٰسِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) سرداروں نے اپنی قوم کو رسول کی اطاعت سے روکنے کے لیے ڈراتے ہوئے کہا: ﴿وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾ ''اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی اطاعت کی تب تم بلاشبہ ضرور خسارہ اُٹھانے والے ہی ہوگے'' یعنی اگر تم کسی انسان کی بات مانو گے تو تمہیں زندگی اور مقام کا خسارا ملے گا۔(ایسر التفاسیر:973)

(2) وہ خسارہ یہی تھا کہ رسول کو مان کر تم اس کی فضیلت کو مان لو گے جبکہ ایک انسان دوسرے انسان سے افضل نہیں ہوسکتا۔ یہ غلط فہمی منکرین بشریت رسول کے ذہنوں میں ہمیشہ سے رہی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ جس کو رسالت کے لیے چن لیتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے تمام غیر نبی انسانوں سے افضل ہوجاتا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ (٢٤) ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ (٢٥)﴾ ''پس انہوں نے کہا: ''کیا ہم ہی میں سے ایک انسان ہو ہم اس کے پیچھے چلیں؟ تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔ کیا ہمارے درمیان میں سے اُسی پر ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ وہ بڑا جھوٹا، خود پسند ہے'' (القمر:25,24)

﴿اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ﴾

''کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ یقیناً جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہوگئے تو بلاشبہ تم نکالے جانے والے ہو؟'' (35)

سوال: قوم کے سرداروں کے بیان ﴿اَيَعِدُكُمْ ... مُّخْرَجُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ﴾ ''کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ یقیناً جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہوگئے تو بلاشبہ تم نکالے جانے والے ہو؟'' یعنی رسول تمہارے دوبارہ زندہ کئے جانے کا جو وعدہ کرتا ہے وہ بہت دور کی بات ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ (٢) ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ (٣) قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ (٤)﴾ ''بلکہ انہوں نے تعجب کیا کہ اُن کے پاس اُن ہی میں سے ایک خبردار کرنے والا آ گیا تو کافروں نے کہا کہ یہ بڑی عجیب چیز ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی ہوجائیں گے؟ یہ واپسی بہت دور ہے۔ بلاشبہ ہمیں معلوم ہے جتنا زمین اُن میں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک محفوظ کرنے والی کتاب ہے۔'' (ق:2-4) (2) بعث بعد الموت کو جو لوگ تسلیم نہیں کرتے ان لوگوں کو عجیب لگتا ہے کہ موت کے بعد جب لوگ مٹی ہوجائیں گے تو انہیں دوبارہ کیسے اُٹھایا جائے گا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ (۳۴) اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ (۳۵) فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۳۶)﴾ ''یقیناً یہ لوگ کہتے ہیں۔ ہماری پہلی موت کے سوا کچھ نہیں اور ہم دوبارہ اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ تو ہمارے باپ دادا کو لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' (الدخان:34-36)

﴿هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ﴾

''بعید بالکل ہی بعید ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو'' (36)

سوال: ﴿هَيْهَاتَ ... تُوْعَدُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ ''بعید بالکل ہی بعید ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو'' یہاں وعدے سے مراد دوبارہ زندہ ہونے کا وعدہ ہے۔ (2)﴿هَيْهَاتَ﴾ کا لفظ تاکید کے لیے دو مرتبہ لایا گیا ہے۔

(3) یعنی اے قوم! جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ بہت دور ہے۔

﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾

''نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں'' (37)

سوال: جو لوگ موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے پر یقین نہیں رکھتے ان کا یقین کس بات پر ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنْ ... بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾ ''نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں'' جو لوگ موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے پر یقین نہیں رکھتے وہ اسی زندگی پر یقین رکھتے ہیں کہ زندگی تو یہی دنیا کی زندگی ہے، اسی میں جینا اور اسی میں مرنا ہے۔

(2)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ کیا ہم تمہیں ایسا آدمی نہ بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ کر دیے جاؤ گے پوری طرح ریزہ ریزہ کیا جانا تو بلاشبہ تم یقیناً نئی تخلیق میں ہو گے۔'' (سبا:7)

(3)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (سبا:3)

(4) آخرت کا انکار کرنے والوں کے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہوتی ہے کہ چونکہ کوئی بھی مرا ہوا شخص آج تک دوبارہ زندہ ہو کر واپس نہیں آیا ہے لہٰذا ہم کیسے مان لیں کہ مرنے اور مر کر مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ گویا ان کے انکار کی اصل وجہ ان کا اپنا تجربہ اور مشاہدہ ہوتا ہے۔ قوم عاد مشرکین مکہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی ہستی کے قائل تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی بھی کسی کے تجربہ اور مشاہدہ میں نہیں آتی اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کے قائل ہونے کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ وہ کسی پیغمبر کی تعلیم سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ پر ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ بلکہ اس لیے کہ فلاسفر اور حکماء اللہ تعالیٰ کی ہستی کو علت العلل (First Cause) کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ ہر چیز کے لیے صانع یا اس کے بنانے والے کا ہونا ضروری ہے۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی ہستی کو عقلی دلیل کی بنا پر تسلیم کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلی دلیل کی بنا پر بھی ایسی اشیاء کو تسلیم کرنا ضروری ہے جو مشاہدہ اور تجربہ میں نہ آئی ہوں یا نہ آسکتی ہوں اور دوبارہ زندگی کے قیام پر بہت سے عقلی دلائل موجود ہیں جن کا ذکر قرآن میں بھی بے شمار مقامات پر ہوا ہے۔ لہٰذا جو آخرت اور دوبارہ زندگی کا انکار اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ کوئی آدمی مر کر واپس نہیں آیا انسان کا جسم مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے تو پھر یہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے تو یہ عقلی دلائل کا انکار اور محض جہالت ہے۔ (تیسیر القرآن:201/3)

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾

''وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور ہم اس کی ہرگز ماننے والے نہیں ہیں'' (38)

سوال: قوم نے رسول پر جو الزام لگایا، اس کی وضاحت ﴿اِنْ هُوَ... بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا'' انہوں نے کہا یہ تو جھوٹا شخص ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے کہ میں اس کا رسول ہوں اور تمہیں موت کے بعد اپنے اعمال کا حساب کتاب دینا ہوگا۔

(2) ﴿وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور ہم اس کی ہرگز ماننے والے نہیں ہیں'' یعنی ہم تو اس کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ہم تو اس کی باتوں کو ماننے والے نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾

''رسول نے کہا: ''اے میرے رب! میری مدد کر اس کے بدلے جو انہوں نے مجھے جھٹلا دیا'' (39)

سوال: رسول نے تنگ آ کر جو بد دعا کی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... كَذَّبُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ''رسول نے کہا: اے میرے رب! میری مدد کر اس کے بدلے جو انہوں نے مجھے جھٹلا دیا'' رسول نے رب سے نصرت تب طلب کی (i) جب قوم نے جھٹلا دیا۔ (ii) جب قوم میں کوئی بھلائی باقی نہ رہی۔ (iii) جب قوم غفلت اور تعصب میں مبتلا ہو گئی۔ (2) نبی نے قوم کے لیے بد دعا کی تو دعا قبول ہو گئی۔

﴿قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تھوڑی ہی مدت ہے جس میں یقیناً یہ ضرور پچھتانے والے ہو جائیں گے'' (40)

سوال: اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والوں کو غلطی کا احساس کیسے دلایا ہے، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... نٰدِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تھوڑی ہی مدت ہے جس میں یقیناً یہ ضرور پچھتانے والے ہو جائیں گے'' رب العزت نے فرمایا کہ عنقریب یہ اپنے اعمال پر، اپنی غلطیوں پر پچھتائیں گے۔

(2) یعنی رسول کی مخالفت اور دشمنی کا انجام ندامت ہو گا پھر یہ افسوس ہی کرتے رہیں گے۔

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''پھر ان کو ایک چیخ نے حق کے ساتھ آ پکڑا چنانچہ ہم نے اُن کو خس و خاشاک کر دیا، سو ظالم لوگوں کے لئے دُوری ہو'' (41)

سوال: کافر قوم پر آنے والے عذاب کی وضاحت ﴿فَاَخَذَتْهُمُ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ﴾ ''پھر ان کو ایک چیخ نے حق کے ساتھ آ پکڑا'' آخر کار ان کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے ایک چنگھاڑ نے ان کو لیا۔

(2) چنگھاڑ کے ساتھ سخت ٹھنڈی اور تیز آندھی آئی تھی: ﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دے گی، چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ اُن کے گھروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، مجرموں کے گروہ کو ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں'' (الاحقاف:25)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) اس آیت میں ﴿بالحق﴾ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم نے انہیں جو سزا دی وہ ٹھیک ان کے گناہوں کی پاداش کے مطابق تھی۔ عدل اور حق کا یہی تقاضا تھا اور اس سلسلہ میں ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوا۔ (تیسیر القرآن:201/3)

(4) ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً﴾ ''چنانچہ ہم نے اُن کو خس وخاشاک کر دیا'' یعنی انہیں ہلاک اور تباہ کر دیا۔ وہ سیلاب کے کوڑے کی طرح ذلت کے ساتھ وادی کے کنارے پر پھینک دیئے گئے تھے۔

(5) ﴿غُثَآءً﴾ بمعنی کوڑا کرکٹ، کچرا، خس وخاشاک۔ یعنی وہ عذاب کی رو میں یوں بہہ گئے جیسے سیلاب خس وخاشاک کو بہالے جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:201/3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُنہوں نے لوط کو اُس کے مہمانوں سے بہکانے کی کوشش کی، تو ہم نے اُن کی آنکھیں مٹا دیں، سو چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا'' (القمر:37)

(6) (i) جن لوگوں نے اپنے خالق کے ساتھ رابطے کاٹ دیے تھے۔ (ii) جن لوگوں میں ایسی کوئی بات نہ رہ گئی تھی جس کی وجہ سے عزت ہوتی، ان لوگوں کو سیاہ کوڑے کا ڈھیر بنا دیا گیا۔

(7) ﴿فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''سو ظالم لوگوں کے لئے دُوری ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ، اس کی رحمت سے محرومی، اس کی لعنت اور جہانوں کی ندامت بھی ان کے حصے میں آئی۔ (تفسیر سعدی:1767)

(8) یعنی جن لوگوں نے شرک اور نافرمانیاں کیں ان کے لیے دوری ہے۔

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾ ''پھر نہ اُن پر آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ وہ مہلت دیے گئے۔'' (الدخان:29)

(10) ﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے'' (الزخرف:76)

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ﴾

''پھر ہم نے ان کے بعد دوسرے زمانوں کے لوگ پیدا کیے'' (42)

سوال: اس قوم کی ہلاکت کے بعد کون سی قومیں پیدا کی گئیں، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ... اٰخَرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے ان کے بعد دوسرے زمانوں کے لوگ پیدا کیے'' اس سے مراد (i) سیدنا صالح علیہ السلام، سیدنا لوط علیہ السلام اور سیدنا شعیب علیہ السلام کی قومیں ہیں۔ (ii) بعض لوگوں کے نزدیک

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔

(2) یعنی ان جھٹلانے والے معاندین حق کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں، ہر قوم وقت مقرر اور مدت معین کے لئے برپا کی گئی، اس سے ایک لحہ کے لئے آگے پیچھے نہیں ہوسکتی۔ پھر ان میں پے در پے رسول بھیجے، شاید کہ وہ ایمان لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ مگر کفر اور تکذیب نافرمان، کافر اور باغی قوموں کا وتیرہ بنا رہا۔ کسی قوم کے پاس جب بھی ان کا رسول آتا، وہ اس کو جھٹلاتے رہے، حالانکہ وہ ان کے پاس ایسی ایسی نشانیاں لے کر آتا جو انسان کے بس سے باہر تھیں بلکہ ان رسولوں کی مجرد دعوت اور شریعت ہی اس چیز کی حقانیت پر دلالت کرتی تھی جو وہ لے کر آتے رہے۔ (تفسیر سعدی: 1768/2)

﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ﴾

''کوئی اُمت نہ اپنے وقت مقرر سے آگے جاتی ہے اور نہ ہی وہ پیچھے رہتے ہیں'' (43)

سوال: اپنے وقت سے آگے پیچھے نہ ہونے سے مراد کون سا وقت ہے، اس کی وضاحت ﴿مَا تَسْبِقُ... يَسْتَاْخِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ﴾ ''کوئی اُمت نہ اپنے وقت مقرر سے آگے جاتی ہے اور نہ ہی وہ پیچھے رہتے ہیں'' اس سے مراد عذاب کا وقت ہے۔ جب ان کی تباہی کا وقت آیا تو قوم نہ وقت سے پہلے ہلاک ہوئی نہ بعد میں ٹھہر سکی۔

(2) ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ''اور ہر قوم کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب اُن کا وقت آجاتا ہے، وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔'' (الاعراف: 34)

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے۔ جب کبھی کسی اُمت کے پاس اُس کا رسول آیا اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا سو اُس قوم کے لیے دُوری ہے جو ایمان نہیں لاتے'' (44)

سوال: رسول لگاتار آتے رہے اور قومیں جھٹلاتی رہیں، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا... لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا﴾ "پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے" پھر ہم نے لگاتار رسول بھیجے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ﴾ "اور بلا شبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہو گئی سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟" (النحل:36)

(2) یکے بعد دیگر رسولوں کے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ سے دنیا میں مبعوث ہونے والے رسولوں کی تعداد پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے 313 تا 315 بتائی اور انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جبکہ قرآن میں صرف 27 انبیاء و رسل کا ذکر ہے۔ (تیسیر القرآن:3/202)

(3)﴿كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ﴾ "جب کبھی کسی اُمت کے پاس اُس کا رسول آیا اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا" آخر قوموں کا رسولوں کے ساتھ یہی رویہ رہا کہ جب کبھی ان کے پاس رسول آیا انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ "ہائے افسوس بندوں پر! اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اُس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں۔" (یٰس:30)

(4)﴿فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا﴾ "تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا" جھٹلانے والی قوموں کو ایک دوسرے کے لیے پیچھے لگانے سے مراد ہلاکت اور بربادی میں ایک دوسرے کے پیچھے لگانا ہے یعنی جس طرح رسول ایک دوسرے کے بعد آئے اسی طرح قومیں تکذیب بھی ایک دوسرے کے بعد کرتی رہیں اور عذاب کو بھی ایک دوسرے کے بعد پہنچتی رہیں۔

(5) "تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا" ہلاک کرنے میں، یعنی یکے بعد دیگرے سب کو ہلاک کر دیا۔ پس ان میں سے کوئی قوم باقی نہ رہی اور ان کے بعد ان کے گھر اجڑ گئے۔ (تفسیر سعدی:2/1768)

(6)﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا (۳۷) وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا (۳۸) وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا (۳۹)﴾ "اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبرت بنادیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا'' (الفرقان:37-39)

(7)﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ﴾ ''اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا'' اس سے مراد ہے کہ ان کی عبرت انگیز کہانیاں ہی باقی رہ گئی ہیں۔

(8) جن کو بیان کیا جاتا ہے جو تقویٰ والوں کے لیے عبرت اور جھٹلانے والوں کے لیے عذاب بن جاتی ہیں۔

(9)﴿فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''سو اُس قوم کے لیے دُوری ہے جو ایمان نہیں لاتے'' یعنی ہلاکت ہے، بدبختی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے، ان کی تجارت خسارے کی ہے۔

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

''پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا'' (45)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے بارے میں بیان ﴿ثُمَّ ... مُّبِيْنٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو اپنی آیات اور واضح معجزہ دے کر بھیجا تھا۔

(2) اللہ رب العزت نے سرکش قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی جس میں لوگوں کے لیے ہدایت، بصیرت اور رحمت ہے۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ سیدنا ہارون علیہ السلام کو ان کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا جائے تو رب العزت نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ اللہ رب العزت نے انہیں ایسے دلائل کے ساتھ بھیجا تھا جو ان کی نبوت کی صداقت کا ثبوت تھے۔

(4) اللہ رب العزت نے انہیں سلطان مبین یعنی ایسے واضح دلائل کے ساتھ بھیجا تھا جن میں اتنی قوت تھی کہ دلوں میں گھر کر لیتے تھے۔ ان دلائل کو ایمان والے مان لیتے تھے اور حق کے دشمنوں کے خلاف حجت قائم ہو جاتی تھی۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِذْ جَاۗءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح معجزات دیے چنانچہ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل سے پوچھ لیں، جب موسیٰ اُن کے پاس آیا تو فرعون نے اُس سے کہا: ''اے موسیٰ! یقیناً میں تجھے واقعی سحر زدہ سمجھتا ہوں۔'' (بنی اسرائیل:101)

(6) فرعون اور اس کے سرداروں نے حق کو پہچان لیا لیکن دشمنی کی اور کہا کہ اے موسیٰ میں تجھے سحر زدہ انسان سمجھتا ہوں انہوں نے جواب دیا: ﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو ان کو نازل نہیں فرمایا مگر آسمانوں و زمین کے پروردگار ہی نے، بصیرت (کا سامان ہیں) اور اے فرعون! واقعی میں سمجھتا ہوں کہ تو یقیناً ہلاک کیا ہوا ہے۔'' (بنی اسرائیل:102)

﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ﴾

'' فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے'' (46)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا گیا، اس کی وضاحت ﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ ... عَالِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ﴾ ''فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف'' رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا۔ اس کا تذکرہ ہمیں سورہ النازعات میں ملتا ہے ﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (۱۷) فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى (۱۸) وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى (۱۹)﴾ ''فرعون کے پاس جاؤ، یقیناً وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پس کہہ دو کہ کیا تیرے لیے کوئی رغبت ہے کہ تم پاکیزگی اختیار کرو؟ اور میں تمہارے رب کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں کہ تم ڈرنے لگ جاؤ؟'' (النازعات:17-19)

(2) ﴿فَاسْتَكْبَرُوْا﴾ ''تو انہوں نے تکبر کیا'' فرعون اور اس کے سرداروں نے حق کی پیروی کرنے میں شرم محسوس کی کیونکہ وہ غرور اور تکبر کرنے والے تھے۔ اس لیے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لاسکے۔

(3) ﴿وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ﴾ ''اور وہ سرکش لوگ تھے'' وہ تکبر کو بری بات نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ غالب تھے اور زمین میں فساد پھیلانے کے لیے ہر کوشش جاری رکھتے تھے۔

(4) انہوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے مقابلے میں تکبر کیا تھا، اپنے مال اور اقتدار کی وجہ سے خود کو بڑا سمجھا اور آخرت کے انکار کی وجہ سے انہیں ایمان لانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔

﴿فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

"چنانچہ اُنہوں نے کہا: "کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے" (47)

سوال: فرعون اور اس کے سرداروں نے رسولوں پر ایمان نہ لانے کے لیے جو دلیل دی، اس کی وضاحت ﴿فَقَالُوْٓا ... عٰبِدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا﴾ "چنانچہ اُنہوں نے کہا: "کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں" اُنہوں نے تکبر اور غرور سے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے دلیل دی کہ یہ دونوں ہم جیسے ہی انسان ہیں۔

(2) ﴿وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ﴾ "حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے" یعنی بنی اسرائیل جوان کی قوم ہے وہ تو ہماری غلام ہے، ہماری فرمانبردار اور مطیع ہے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے بنی اسرائیل کو سزائیں بھی دی تھیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ﴾ "اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دی، وہ تمہیں برے عذاب میں مبتلا کرتے تھے، وہ تمہارے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور تمہارے لئے اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔" (البقرۃ:49) ہم اونچے طبقے کے لوگ ہیں اور یہ پسے ہوئے طبقے کے لوگ ہیں۔ ہم کیسے ان کو اور ان کی دعوت کو مان لیں! ہم ان کے سردار ہیں ان کے تابع کیسے ہوجائیں؟ جیسے سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا ﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ اُنہوں نے کہا: "کیا ہم تجھے مان لیں حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ چلے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں۔" (الشعراء:111)

(3) ﴿فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ﴾ "تو اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: "ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ سطحی رائے رکھنے والے ہمارے کم ترین افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری پیروی کی ہو اور ہم نہیں دیکھتے اپنے آپ پر تمہاری کوئی برتری بلکہ ہم تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔" (ہود:27)

﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ﴾

"تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا چنانچہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گئے" (48)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال:﴿فَكَذَّبُوْهُمَا ... الْمُهْلَكِيْنَ﴾ فرعون اور اس کے سرداروں نے پیغمبروں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب:﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ﴾ "تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا چنانچہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گئے" فرعون اور اس کے سرداروں نے ظلم کیا اور دونوں نبیوں کو جھٹلا دیا پھر رب العزت نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾

"اور بلاشبہ یقیناً موسیٰ کو ہم نے کتاب عطا کی تا کہ وہ ہدایت پائیں"(49)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی گئی، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... يَهْتَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً موسیٰ کو ہم نے کتاب عطا کی" جب اللہ رب العزت نے فرعون اور آل فرعون کو ہلاک کر دیا اور بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات عطا فرمائی تو انہیں ہدایت کے لیے تورات عطا فرمائی جس میں حلال و حرام کے احکامات ہیں۔

(2) رب العزت نے دین کو قائم کرنے کے لیے اور شعائر دین کو غالب کرنے کے لیے اس وقت تورات عطا فرمائی جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قوت نصیب ہوئی۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے انہیں طور پر بلایا اور تورات عطا فرمائی:﴿وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۚ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ "اور ہم نے تختیوں میں اس کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کے لیے تفصیل لکھ دی، سو ان کو قوت سے پکڑو اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ ان کی اچھی باتیں پکڑے رکھیں، جلد ہی میں تجھے نافرمانوں کے گھر دکھاؤں گا۔" (الاعراف:145)

(4)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے دلائل، ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔" (القصص:43)

(5)﴿لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ "تا کہ وہ ہدایت پائیں" تا کہ وہ اپنے رب کو پہچانیں، اس کے اسماء و صفات کی معرفت حاصل کریں اور اس کے احکامات کو سمجھیں اور اس کے عذاب اور ثواب کے بارے میں جانیں اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی پابندی کر کے ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل ہو جائیں۔

(6) اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں (i) ایک یہ کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات فرعون اور اس کے سرداروں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غرقابی کے بعد دی تھی۔

(ii) دوسرے یہ کہ جو احکام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات نازل ہونے سے پہلے دیئے گئے تھے وہ بھی موسیٰ علیہ السلام اور آپ پر ایمان لانے والوں کے لیے اس طرح قابل اتباع تھے جس طرح تورات کے احکام۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبی پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور بھی بہت کچھ نازل ہوتا ہے اور اس کی اتباع بھی اس طرح واجب ہے جس طرح کتاب اللہ کی اور اس میں ان لوگوں کا پورا رد موجود ہے جو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی کافی ہے۔ (تیسیر القرآن:203/3)

﴿وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ

"اور ہم نے ابنِ مریم اور اس کی ماں کو ایک عظیم نشانی بنا دیا اور ہم نے اُن دونوں کو ایک بُلند زمین پر ٹھکانہ دیا

ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ﴾

جو بہتے پانی والی، رہنے کے قابل جگہ تھی" (50)

ع 3 18 3

سوال: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم علیہا السلام کے بارے میں بیان ﴿وَ جَعَلْنَا ... وَّ مَعِيْنٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً﴾ "اور ہم نے ابنِ مریم اور اس کی ماں کو ایک عظیم نشانی بنا دیا" یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت اور اس کے علم اور اس کی توحید کے واجب ہونے پر نشانی بنایا۔ (ایسر التفاسیر:975)

(2) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بن باپ کے سیدہ مریم علیہا السلام کے بطن سے انہیں پیدا کیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ "اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا۔" (الانبیاء:91)

(3) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا کہ وہ ہر چیز پر ویسے ہی قادر ہے جیسے وہ چاہے۔ وہ جو چاہے پیدا کر سکتا ہے۔

(4) ﴿وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ﴾ "اور ہم نے اُن دونوں کو ایک بُلند زمین پر ٹھکانہ دیا جو بہتے پانی والی، رہنے کے قابل جگہ تھی" ربوہ سے مراد ایسی زمین ہے جو عام سطح زمین سے قدرے بلند اور اس کی مٹی بھربھری اور ریتلی قسم کی ہو، ایسی زمین پانی کو اپنے اندر جذب کر کے خوب پھول جاتی ہے۔ پنجابی میں ایسی زمین کو "میرا زمین" کہتے ہیں۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمین کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ عام زمین کی نسبت سرسبز و شاداب ہوتی ہے اور بلند بھی ہوتی ہے۔ اب اس ربوہ کے تعین میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہی زمین ہے جہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک چشمہ بھی جاری کر دیا تھا اور کھجور کے ٹنڈ درخت سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھجوریں بھی گرنے لگی تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس وقت کا ظالم یہودی بادشاہ ہیرڈس سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن بن گیا تھا۔ سیدہ مریم علیہا السلام ان کی حفاظت کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مصر کی طرف ہجرت کر گئیں اور ایک بلند چشمہ والی جگہ پر ایک قصبہ میں مقیم ہوئیں جیسے رملہ کہتے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وہیں جوان ہوئے اور جب ہیروڈس مرگیا تو سیدہ مریم انہیں لے کر وطن واپس آگئیں۔ اسرائیلی روایات اسی توجیہ کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور ربوہ کے ساتھ ذات قرار سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں ضروریات زندگی مہیا ہو سکتی ہوں اور انسان کو وہاں قیام کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ اور معین کا لفظ تائید مزید کے لیے ہے جس سے مراد جاری پانی، نتھرا ہوا پانی، بہتا ہوا چشمہ، ٹھنڈا اور میٹھا پانی سب کچھ آتا ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان کے ضلع گورداسپور میں واقع ایک قصبہ قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ خود تو وہیں قادیان میں دفن ہوا اور اس کا مدفن بھی وہی بنا۔ 1947ء میں پاکستان بنا تو مرزا کی امت وہاں سے پاکستان کے ضلع جھنگ میں منتقل ہوئی۔ اسی طرح ایک بلند زمین اپنے ہیڈ کوارٹر کے لیے منتخب کر لی اور اس کا نام ربوہ رکھا۔ مرزا کے خلیفے اور اولاد وہیں اقامت پذیر ہیں۔ (تیسیر القرآن: 204،203/3)

(5) ﴿مَعِيْنٍ﴾ ''بہتے پانی'' سے مراد جاری پانی یعنی چشمے کا بہتا ہوا پانی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (٢٤) وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (٢٥)﴾ ''پھر مریم کو فرشتے نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کرو، یقیناً تیرے رب نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ (جاری) کر دیا ہے۔ اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، تمہارے اوپر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا۔ (مریم: 25،24)

﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾

''اے رسولو! کھاؤ پاک چیزوں میں سے اور نیک کام کرو، جو کچھ تم عمل کرتے ہو یقیناً میں اُسے خوب جاننے والا ہوں'' (51)

سوال 1: اکل حلال اور اعمال صالحہ کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ ... صَالِحًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾ ''اے رسولو! کھاؤ پاک چیزوں میں سے اور نیک کام کرو'' اللہ رب العزت نے اپنے تمام پیغمبروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ پاک اور حلال چیزیں کھائیں اور نیک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعمال کریں، اپنے رب کی عبادت کریں اور اچھے اعمال میں مشغول رہیں۔

(2) رسول اپنے اپنے وقت پر آئے جب کہ یہاں رسولوں سے اکٹھے خطاب کیا گیا۔اللہ تعالیٰ اکٹھے خطاب کر کے یہ بتا رہے ہیں کہ رسول اپنی دعوت اور مشن کے اعتبار سے ایک ہی سلسلے کی کڑی ہیں۔

(3)(i) کھانا بشریت کا تقاضا ہے۔(ii) کھانا طیب ہو تو یہ اعلیٰ درجے کی انسانیت کا تقاضا ہے۔اس سے یہ واضح کیا گیا کہ رسول اعلیٰ درجے کے انسان ہوتے ہیں۔(iii) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ رسولوں کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ بشریت سے پاک ہو جائیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں اور نہ ہی حد سے بڑھو یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ (المائدہ:87)

(5) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ”اے لوگو! اس میں سے کھاؤ جو زمین میں ہے حلال اور پاکیزہ اور تم شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ (البقرہ:168)

(6) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔“ (البقرہ:172)

(7) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حلال کھانے اور اعمال صالح کا گہرا تعلق ہے۔(i) یہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

(ii) حلال کھانے سے اعمال صالح آسان ہو جاتے ہیں۔

(iii) اعمال صالح انسان کو حلال کھانے پر آمادہ کرتے ہیں۔

سوال 2: حلال کمانے کی کیا فضیلت اور فوائد ہیں اور پیغمبروں نے حلال روزی کمانے کے لیے کیا کیا؟

جواب: (1) حلال کھانا دعا اور عبادت کی قبولیت کی دلیل ہے۔

(2) ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِىْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِىْ فَقَدْ هَوٰى﴾ ”کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا اور اس میں حد سے نہ بڑھو ورنہ میرا غضب تم پر ٹوٹ پڑے گا اور جس پر میرا غضب ٹوٹا تو یقیناً وہ ہلاک ہوا۔“ (طٰہٰ:81)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(3) سارے پیغمبر محنت کر کے حلال روزی کمانے اور کھانے کا انتظام کرتے رہے۔ سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھوں سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔'' (بخاری:2072/4)

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔'' اس پر آپ ﷺ کے صحابہ نے پوچھا: کیا آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا: ''ہاں! کبھی میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی تنخواہ پر چرایا کرتا تھا۔'' (صحیح بخاری:2262)

(5) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ بہت مال دار ہیں انہی کا درجہ قیامت کے دن سب سے پست ہوگا۔ مگر جو کوئی مال کو اس طرف اور اس طرف لٹائے اور حلال طریقے سے کمائے۔'' (ابن ماجہ:4130)

(6) (i) حلال روزی اللہ تعالیٰ کی محبت اور جنت میں داخلے کا سبب بنتی ہے۔

(ii) دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔

(iii) اس سے عمر اور مال میں برکت ہوتی ہے۔

(iv) دنیا اور آخرت میں سعادت کا ذریعہ ہے۔

(v) اولاد میں برکت ہوتی ہے۔

(vi) ہاتھ سے روزی کمانا درجات کی بلندی اور عزت کا سبب بنتا ہے۔ (نضرۃ النعیم:493)

(7) (i) اسلامی معاشرے میں حرام کھانے والوں کے لیے عزت کا کوئی مقام نہیں چاہے وہ قارون جیسے خزانوں کے مالک ہوں۔ (ii) اسلامی معاشرے میں عزت واحترام کے مستحق وہ لوگ ہیں جو محنت کر کے حلال روزی کماتے ہیں چاہے وہ روکھی سوکھی ہی ہو۔

(iii) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ حرام کمائی والے کا نہ صدقہ قبول کرتا ہے نہ اس کی دعا۔'' (صحیح مسلم)

(8) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' (مسلم:2342)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک (مال) کے سوا (کوئی مال) قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا جس کا رسولوں کو حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسولو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں۔ اور فرمایا: اے ایمان والو! ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں سے کھاؤ۔ پھر ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے، پریشان بال، جسم گرد آلود، اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو!'' (صحیح مسلم:2346)

سوال 3: رسولوں کو نیک اعمال کرنے کا حکم دیا گیا انہوں نے اس حکم کو کیسے پورا کیا؟

جواب: (1) رسولوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اچھے اعمال کرو یعنی زمین کی اصلاح کرو۔ زمین پر رہنے والے اچھے کام بھی کرتے ہیں اور بُرے بھی جب کہ رسول انسانوں کو پاک کر کے، اُن کا رابطہ رب سے جوڑ کر اُنہیں اعلیٰ درجے کے انسان بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(2) رسول اس مقصد کے لیے لوگوں کو اچھے کام کرنے پر آمادہ کرتے ہیں، لوگوں کے کاموں کے مقاصد کا تعین کرتے ہیں پھر لوگوں کے اعمال کے لیے ضابطوں کا تعین کرتے ہیں اور یوں اعمال صالحہ کو فقط اپنی ذات تک محدود نہیں رکھتے بلکہ ان اعمال کے دائرہ کار کو ساری انسانیت تک پھیلا دیتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ دنیا میں انسان پاک اور نیک ہوں اور رسول ان کے راہ نما ہوں اور انہیں بلندیوں تک پہنچائیں۔

سوال 4: ﴿اِنِّيْ... عَلِيْمٌ﴾ اللہ تعالیٰ نے حلال کھانے اور اعمال صالح کا حکم دے کر اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے کہ انسان اُن کاموں کو شعوری طور پر اختیار کرنا چاہتا ہے جو اپنے انجام کے اعتبار سے بہترین ہوں۔ اللہ تعالیٰ انسان پر واضح کرتے ہیں کہ وہ تمام کاموں کا علم رکھنے والا ہے اس لیے وہی ان اعمال کی قدر و قیمت مقرر کرے گا۔

(2) اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ وہ نیک اعمال پر ثواب دے گا۔

﴿وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ﴾

''اور یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ ہی سے ڈرو'' (52)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: تمام انبیائے کرام کا دین اسلام ہی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنَّ... فَاتَّقُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ "اور یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے" ﴿اُمَّةً﴾ سے مراد دین ہے۔

(2) یعنی اچھے طریقے سے جان لو کہ ان کی ملت یعنی دین اسلام ہی واحد دین ہے جس میں اختلاف کی ضرورت نہیں اور اچھے طریقے سے جان لو کہ ان کا رب یعنی ان کے امور پر مالک اور ان پر حاکم ہے۔ (ایسر التفاسیر:977)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ "یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔" (آل عمران:19)

(4) ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ "اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔" (آل عمران:85)

(5) ﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ "لوگ ایک ہی اُمّت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کر دے جن میں اُنہوں نے اختلاف کیا اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے، آپس میں ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، حق میں سے ہدایت دی، جس میں اُنہوں نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔" (البقرہ:213)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) یہاں تمہاری امت سے مراد انبیاء اور رسل کی جماعت بھی ہوسکتی ہے اور ان کے ساتھ ان پر ایمان لانے والے بھی۔ اور یہ پوری کی پوری جماعت متحد العقیدہ تھی۔ ان سب کی اصولی تعلیمات اور اصول اور عقائد ایک جیسے ہی رہے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ (i) اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے لہٰذا وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کی ذات وصفات اور عبادات میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے۔ (ii) یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ مرنے کے بعد ہر انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔ دنیا میں جو بھی وہ اعمال کرتا رہا اس سے متعلق اس سے بازپرس ہوگی۔ پھر ہر ایک کو اس کے اچھے اور برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا لہٰذا تمہیں صرف مجھ سے ڈرنا چاہیے۔ (iii) کسب حرام سے مکمل طور پر اجتناب یعنی کسی بھی صورت میں دوسرے کے حقوق یا اموال پر ڈاکہ نہ ڈالا جائے۔ (iv) نیک اعمال بجالائیں۔ یہ چار باتیں ایسی ہیں جو اصولی نوعیت کی ہیں اور ان کا حکم ہر نبی کو دیا جاتا رہا ہے اور انہی باتوں کا نام دین ہے۔ رہے جزئی احکام جن کا تعلق بالخصوص شق نمبر 3 سے ہے تو اس میں انبیاء کی شریعتوں میں اختلاف بھی رہا ہے۔ (تیسیر القرآن: 205/3)

(7) ﴿وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ﴾ "اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ ہی سے ڈرو" یعنی میرے احکامات بجالاؤ اور نواہی سے اجتناب کرو۔

(8) یعنی میں تمہارا مولا ہوں، مجھ سے ڈر کر میری اطاعت کرو اور میرے عذاب سے امن میں آجاؤ۔ (جامع البیان: 30/18)

﴿فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾

"پھر وہ اپنے معاملے (دین) کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کئی گروہوں میں ہو گئے۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہیں" (53)

سوال 1: لوگ اپنے دین کو کب اور کیسے ٹکڑے ٹکڑے کر لیتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَتَقَطَّعُوْٓا...زُبُرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا﴾ "پھر وہ اپنے معاملے (دین) کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کئی گروہوں میں ہو گئے" جب انبیاء کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے اپنی ہی گمراہی میں مگن ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں تو وہ اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیتے ہیں۔

(2) جب دین کی سچی روح نکل جائے تو دین فخر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بے خوفی کی وجہ سے ہر ایک دین کا کوئی ایسا پہلو لے لیتا ہے جو اس کے لیے باعث فخر ہو یوں ایک دین کئی فرقوں میں بٹ جاتا ہے۔

سوال 2: رب العزت نے فرقہ بندی کی کیسے منظر کشی کی ہے، اس کی وضاحت ﴿كُلُّ...فَرِحُوْنَ﴾ کی روشنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کریں؟

جواب: (1)﴿كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ ”ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہیں“ یعنی ہر گروہ اور فرقے کے پاس جتنا علم اور دین ہے وہ اسی پر خوش اور مطمئن ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے دین کو ایک کل کی حیثیت سے لے کر انسانوں کو سمجھایا ہے کہ ایک صحیح سالم چیز ہے اور اب سب اس پر جھپٹ پڑے ہیں اب اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی مرضی کا ٹکڑا لے کر خوش ہیں۔ اب دوسرے ٹکڑوں کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتے اس طرح کُلّی ہدایت سے خود کو محروم کر لیتے ہیں۔

(3) حسن نے فرمایا: انہوں نے کتاب اللہ کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ اس میں تحریف اور تبدیلی کر لی۔ (الدر المنثور:20/5)

﴿فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾

”چنانچہ اُن کی غفلت میں ہی آپ اُنہیں ایک وقت تک چھوڑ دیں“ (54)

سوال: ﴿فَذَرْهُمْ... حِيْنٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ”چنانچہ اُن کی غفلت میں ہی آپ اُنہیں ایک وقت تک چھوڑ دیں“ ﴿غَمْرٌ﴾ کثیر پانی کو کہتے ہیں جو زمین کو ڈھانپ لیتا ہے۔ گمراہی کی تاریکیاں بھی اتنی دبیز ہوتی ہیں کہ جو انسان اس گمراہی تلے آجاتا ہے وہ حق سے دُور ہو جاتا ہے۔ (2)﴿غَمْرَةٌ﴾ سے مراد گمراہی، غفلت اور حیرت ہے۔

(3) غفلت میں ایک وقت تک چھوڑ دینے سے مراد ڈانٹ ڈپٹ کر احساس دلانا ہے، مستقل چھوڑنا نہیں ہے۔ نصیحت جاری رکھنی ہے۔ (4) یعنی عذاب کے نازل ہونے سے پہلے کیونکہ ان پر نصیحت اثر انداز نہیں ہو سکتی اور ڈانٹ ڈپٹ فائدہ نہیں دے سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ نصیحت اس پر اثر انداز نہیں ہوتی جو اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہو اور دوسروں کو بھی اپنے راستے پر چلانے کی تمنا رکھتا ہو۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾ ”تو آپ کافروں کو مہلت دیں، مہلت دیں ان کو تھوڑی سی۔“ (الطارق:17)

(6)﴿ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ”آپ چھوڑ دو انہیں وہ کھائیں اور فائدے اُٹھائیں اور اُمیدیں انہیں غفلت میں رکھیں پھر جلد ہی وہ جان لیں گے۔“ (الحجر:3)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ﴾

''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟'' (55)

سوال: مال و دولت اور آل اولاد کی خوشیوں میں مگن لوگوں کے شعور کو رب العزت نے کیسے بیدار کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَيَحْسَبُوْنَ ... وَّبَنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ مال و دولت اور اولاد کی خوشیوں میں ڈوبے ہوئے لوگوں سے سوال کرتے ہیں ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟'' یعنی کیا مال اور اولاد میں ہماری طرف سے اضافے کو وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی سمجھتے ہیں۔

(2) کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس لیے مال اور اولاد دے رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی چہیتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔'' (سبا:35) (3) اللہ تعالیٰ شعوری بیداری کے لیے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا وہ خود کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے سمجھتے ہیں کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کی عطا کی بارش ہو رہی ہے؟

(4) ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''سو ان کے اموال اور ان کی اولادیں آپ کو بھلی نہ لگیں درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کی وجہ سے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔'' (التوبہ:55)

(5) ﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَزَاۗءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾ ''اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قُرب میں نزدیک کر دیں مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل کی بناء پر ان کی دوگنی جزا ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں پُرامن ہوں گے۔'' (سبا:37)

(6) ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَھُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِھِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَھُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یقیناً ہم اُنہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ اُن کے لیے بہتر ہے۔ ہم اُنہیں اسی لئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں اور اُن کے لئے رُسوا کن عذاب ہے۔'' (آل عمران:178)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پس تم انسانوں کو مال اور اولاد سے نہ پرکھو بلکہ انسان کی کسوٹی ایمان اور نیک عمل ہے۔(تفسیر ابن کثیر:495/3)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو مال اور شکل وصورت میں اس سے بڑھ کر ہے تو اس وقت اسے ایسے شخص کا دھیان کرنا چاہئے جو اس سے کم درجہ ہے۔'' (صحیح بخاری:6490)

﴿نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴾

''ہم اُنہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں'' (56)

سوال: مال واولاد سے نوازنے کی اصل حقیقت کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿نُسَارِعُ...يَشْعُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ﴾ ''ہم اُنہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر واضح فرمایا ہے جنہوں نے برائی اور امن کو جمع کیا ہے کہ مال اور اولاد دینا بھلائیاں عطا کرنے میں جلدی نہیں ہے بلکہ وہ یہ تصور نہیں کر رہے کہ اس کے بعد ان پر کیا مصیبت آنے والی ہے۔

(2) ہم انہیں مال ودولت بطور استدراج کے دیتے ہیں اور ظالموں کی رسی دراز کر دیتے ہیں۔(السراج المنیر :1287)

(3) ﴿بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ سمجھتے نہیں'' انہیں پھر بھی ہوش نہیں آتا۔

(4) ہم انہیں ڈھیل اور مہلت دیئے جا رہے ہیں اور ان کو نعمتوں سے نواز رہے ہیں وہ اس لیے تاکہ وہ اپنے گناہوں میں اور اضافہ کرلیں اور آخرت میں اپنے عذاب کو بڑھالیں اور دنیا میں ان کو جو نعمتیں عطا ہوئی ہیں ان ہی سے مزے لیتے رہیں۔ ﴿حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ خود ان پر اترانے لگے جو وہ دیے گئے تو ہم نے اچانک اُن کو پکڑ لیا تو اچانک وہ مایوس تھے۔'' (الانعام:44)(تفسیر سعدی:1774/2)

(5) جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور دنیا میں جو کچھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عطا کیا ہے اس میں نقصان نہیں دیکھتا اس کو جان لینا چاہیے کہ وہ حالت استدراج میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی تدبیر اختیار کی گئی ہے۔(روح المعانی:65/10)

(6) اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور مقام ومرتبہ مال اور اولاد کی وجہ سے نہیں تقویٰ اور عمل صالح کی وجہ سے ہے۔

(7) مال اور اولاد ملنے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ بھلائی اور فضیلت کے راستے پر چل رہا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ﴾

”یقیناوہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں“(57)

سوال 1: خوف اور بھلائی کو جمع کرنے والوں کا اپنے رب کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿إِنَّ... مُّشْفِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) خوف اور بھلائی کو جمع کرنے والے اپنے رب کے معاملے میں انتہائی محتاط ہوتے ہیں۔

(2) وہ اپنے رب کی ہیبت سے لرزاں رہتے ہیں۔

(3) ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ﴾ ”یقیناوہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں“ وہ اپنے پرخلوص ایمان اور اچھے عملوں کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے، کانپتے اور لرزتے رہتے ہیں کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہوجائے، خبر نہیں اللہ تعالیٰ کو ہمارے عمل پسند بھی ہیں یا نہیں اور انہیں قبول بھی کرتا ہے یا نہیں۔(السراج المنیر: 1287/2)

(4) سیدنا حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مومن نیکی اور خوف الٰہی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ منافق برائی کے ساتھ نڈر اور بے خوف ہوتا ہے۔(الاساس: 3651/7)

(5) ان کے دل اپنے رب کے خوف سے لرزاں ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عدل کیا تو ان کے پاس کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی اور انہیں اپنے بارے میں سوءِ ظن ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا نہیں کیا اور انہیں ایمان کے زوال کا خوف رہتا ہے۔ انہیں اپنے رب کے بارے میں معرفت حاصل ہے کہ وہ کس اجلال واکرام کا مستحق ہے۔ ان کا یہ خوف انہیں گناہوں اور واجبات میں کوتاہی سے باز رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی: 1775،1774/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا خوف انسان پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: (1)(i) اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے انسان بدل جاتا ہے۔(ii) انسان سنجیدہ ہوجاتا ہے۔

(iii) اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتا ہے۔

(iv) اُس کے لیے ہر چیز بے وزن ہوجاتی ہے۔

(v) وہ سب کچھ کرکے بھی سمجھتا ہے اُس نے کچھ نہیں کیا۔(vi) وہ محتاط ہوجاتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کا خوف ایمان اور توکل میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ”بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ اُن کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔'' (الانفال:2)

(3) اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہر حکم کی اطاعت ہوتی ہے ﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو اُن کے اوپر ہے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (النحل:50)

(4) اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہی نافرمانیوں سے بچنا ممکن ہوتا ہے۔ ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔'' (النور:52)

(5) اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ایک شخص کی موت کا جب وقت آ گیا اور وہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میری موت ہو جائے تو میرے لیے بہت سی لکڑیاں جمع کرنا اور ان میں آگ لگا دینا۔ جب آگ میرے گوشت کو جلا چکے اور آخری ہڈی کو بھی جلا دے تو ان جلی ہوئی ہڈیوں کو پیس ڈالنا اور کسی تند ہوا والے دن کا انتظار کرنا اور (ایسے کسی دن) میری راکھ کو دریا میں بہا دینا۔ اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کیا اور اس سے پوچھا ایسا تو نے کیوں کروایا تھا؟ اس نے جواب دیا: تیرے ہی خوف سے اے اللہ! اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے اس کی مغفرت فرما دی۔'' (صحیح بخاری:3452)

(6) اللہ تعالیٰ کے خوف سے آخرت میں امن نصیب ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان باتوں میں جو آپ نے اللہ عزوجل سے روایت کیں، فرمایا: ''مجھے میری عزت کی قسم ہے میں اپنے بندے میں دو خوف اور دو امن اکٹھے نہیں کروں گا۔ اگر اس نے دنیا میں مجھ سے خوف رکھا تو میں اسے قیامت کے دن امن دوں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا تو میں اسے قیامت کے خوف سے دوچار کروں گا۔'' (المجم الرابع:2/2040)(صحیحہ:2666)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں'' (58)

سوال: اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان سے کیا مراد ہے اور اس کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾''اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں''
اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے مراد اس کی آیات کونیہ اور آیات شرعیہ دونوں پر ایمان لانا ہے۔

(2)یعنی جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، نیز وہ آیات قرآنی میں تفکر وتدبر کرتے ہیں تو ان پر قرآن عظیم کی جلالت شان، اس کی آیات ومضامین میں اتفاق اور ان میں عدم اختلاف اور عدم تناقض واضح ہوتا ہے اور وہ ان کو اللہ تعالیٰ، اس کے خوف، اس سے امید اور احوال جزا وسزا کی معرفت کی طرف دعوت دیتا ہے۔جس سے ان کو ایمان کی ایسی تفاصیل حاصل ہوتی ہیں جن کی تعبیر کرنے سے زبان قاصر ہے۔نیز وہ آیات آفاقی میں بھی غور وفکر کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔''(آل عمران:190)(تفسیر سعدی:1775)

(3)(i)اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں۔(ii)جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں وہ شرک نہیں کرتے۔(iii)وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس حال میں (صدقہ) دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں اس سے کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔(iv)وہ بھلائیوں میں جلدی کرنے والے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے والے ہوتے ہیں۔(v)اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے مومن احتیاط کی زندگی بسر کرتے ہیں، سارے فرائض ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے''(59)

سوال:انسان رب کے ساتھ کیسے کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں اور مومن کیسے شرک سے بچ جاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ...لَا يُشْرِكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)(i)انسان جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے ڈرتا ہے تو شرک کرتا ہے۔(ii)انسان جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی خوشی کے لیے کام کرتا ہے تو شرک کرتا ہے۔(iii)انسان جب اللہ تعالیٰ کی چاہت کے بجائے کسی اور کی چاہت سے زندگی بسر کرتا ہے تو شرک کرتا ہے۔

(2)﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ﴾''اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے''مومن کسی شرک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جلی میں مبتلا نہیں ہوتا مثلاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود بنانا، اس کو پکارنا، اس سے امیدیں رکھنا وغیرہ۔

(3) مومن شرک خفی یعنی ریا کاری میں بھی مبتلا نہیں ہوتا۔

(4)(i) مومن اپنے رب سے ڈرتا ہے اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔(ii) مومن اپنے رب کے سوا کسی کی رضا کے لیے کام نہیں کرتا۔(iii) مومن اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلتا ہے۔ ٹیڑھے میڑھے راستوں پر چلنے سے گریز کرتا ہے تو شرک سے بچتا ہے۔(iv) مومن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارتا، نہ کسی کو سجدے کرتا ہے، نہ کسی کو اختیارات کا حامل سمجھتا ہے، نہ کسی سے دُعائیں کرتا ہے، نہ کسی کی خاطر قربانیاں دیتا ہے اس طرح شرک سے بچتا ہے۔

(5) مومن اپنے اقوال اور افعال میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص رکھتے ہیں۔(6) مومن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے بلکہ وہ اسی ایک کو مانتے ہیں اور اسی کے لیے اپنے اعمال کو خالص کرتے ہیں۔(صفوۃ التفاسیر:2/286)

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾

”اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں“(60)

سوال1: مومن اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر بھی کیوں ڈرتے رہتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ---رٰجِعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا﴾ ”اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں“ یعنی جس چیز کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ مقدور بھر اس کی تعمیل کرتے ہیں مثلاً نماز، زکوۃ، حج، صدقہ وغیرہ۔(تفسیر سعدی:2/1775)

(2)﴿وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ ”اور اُن کے دل کانپتے ہیں“ وہ اپنا حلال اور پاکیزہ مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں ڈرتے ہوئے دیتے ہیں کہ نہ معلوم اللہ تعالیٰ قبول بھی فرمائے گا کہ نہیں، ہم نے تو یقین کامل کے ساتھ اس کے حکم کے مطابق دے دیا۔ اب اس سے قبول کر لینے کی دعا کرتے ہیں۔(السراج المنیر:2/1287)

(3)(i) مومن اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ہماری کسی کوتاہی کی وجہ سے ہمارا عمل یا ہمارا صدقہ ضائع نہ ہو جائے۔

(ii) مومن اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں ہمارا عمل نامقبول نہ ہو جائے۔

(4)﴿اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ ”بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں“ یعنی وہ اپنے رب کے سامنے حاضری اور اعمال کی پیشی سے ڈرتے ہیں، وہ ڈرتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمیں عذاب سے نجات نہیں دلا سکتے کیونکہ وہ اپنے رب کی عظمت کے بارے میں جانتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ کیسی عبادات کا مستحق ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کون لوگ ہیں؟

جواب: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل کانپتے ہیں (کہ قبول ہوگا یا نہیں)'' (المؤمنون:60) کا مطلب پوچھا: کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں، اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، صدیق کی صاحبزادی! بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، صدقے دیتے ہیں، اس کے باوجود ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ نیکیاں قبول نہ ہوں۔'' (ترمذی:3175)

سوال 3: دل اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کیسے کانپتے ہیں؟

جواب: (1) جو انسان یہ شعور رکھتا ہے کہ میری ہر سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں مجھ پر برس رہی ہیں وہ اپنے وجود کے ذرّے ذرّے میں اپنے رب کی عظمت کو پالیتا ہے۔ اس کے شعور میں یہ بات اچھی طرح سے بیٹھ جاتی ہے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اس لیے وہ ہر وقت ڈرتا رہتا ہے۔

(2) جو انسان اللہ تعالیٰ کے آگے پیش ہونے کا خوف رکھتا ہوا سے یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں اچانک اُسے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہ کر دیا جائے جب کہ گناہوں کا بوجھ اس کی پشت پر ہو اور جب حساب کتاب ہو تو یہ سامنے آئے کہ اُس نے عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ اُس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔

(3) یہ احساس کہ رب کی طرف لوٹنے والے ہیں یقین بن جاتا ہے تو دل کانپتا رہتا ہے۔

سوال 4: کن لوگوں کے دل نیکیاں کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟

جواب: جو لوگ نیکی کے غرور میں مبتلا ہوتے ہیں وہ نیکیاں کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے، اُس کے ڈر سے نہیں کانپتے۔

﴿اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾

''یہی لوگ ہیں جو نیک کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور اُنہی میں سبقت لے جانے والے ہیں'' (61)

سوال 1: بھلائی میں جلدی کرنے والے اور سبقت لے جانے والے لوگ کیا کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ ...سٰبِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾ ''یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں بھاگ دوڑ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں اور اُنہی میں سبقت لے جانے والے ہیں'' (i) بھلائی میں جلدی کرنے والے اور سبقت لے جانے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کی بڑائی کا شعور رکھتے ہیں۔(ii) اپنے رب کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں۔

(iii) اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔

(iv) اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے۔

(v) وہ صدقہ دیتے ہیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(vi) جن کی نظروں میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز اپنی قدر و قیمت کھو دیتی ہے اس لیے وہ نیکیوں میں سرعت اور سبقت کرتے ہیں۔(vii) جو اپنے رب کے حضور پیشی سے ڈرتے ہیں یہی شعور ان کے دل کو بیدار رکھتا ہے اور انہیں تقویٰ والے کاموں پر آمادہ کرتا ہے اور وہ بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے کام کرتے ہیں۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ہے کہ بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے سعادت میں سبقت لے جاتے ہیں۔

(3) ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ ''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور اسے یحییٰ سے نوازا اور اُس کی بیوی کو اُس کے لیے درست کر دیا، یقیناً وہ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے لیے عاجزی کرنے والے تھے۔'' (الانبیاء:90)

سوال 2: کیا اللہ تعالیٰ کا شعور بیدار رکھا جا سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا شعور بیدار رکھنا انسان کے بس میں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دل میں ایمان روشن ہو جائے۔

سوال 3: دل کے اندر ایمان کی روشنی کیسے آتی ہے؟

جواب: دل کے اندر ایمان کو قبول کرنے کی استطاعت ہوتی ہے لیکن یہ قبولیت ایمان کے دل موہ لینے والے عقلی دلائل کے بغیر ممکن نہیں۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں اور قرآن مجید نازل کیا۔ اسی کے لیے رسولوں کو معبوث کیا۔ اب دلوں کے اندر ایمان کی روشنی قرآن حکیم اور حدیث کی تعلیم کے ساتھ آ سکتی ہے کیونکہ ان سے وہ ایمان ملتا ہے جو دلوں کو بیدار رکھتا ہے۔ یہ وہ ایمان ہے جو انسان کو ہر دم نیکی کے کاموں کے لیے تیار رکھتا ہے۔

سوال 4: کس معاشرے کے لوگوں کے درمیان بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: ایمانی معاشرے کے افراد کے اندر بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے۔

سوال 5: ایمانی معاشرے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ایسا معاشرہ ہے جس کے افراد کے دل اللہ تعالیٰ کے شعور سے بیدار ہوتے ہیں۔

سوال 6: ایسا معاشرہ کہاں پایا جاتا ہے؟

جواب: ایسے معاشرے کے لیے رسولوں نے کوشش کی تھی تو ایک بڑے معاشرے میں سے ایسے افراد رسولوں کے گرد اکٹھے ہوئے تھے جن کے دل ایمان سے روشن ہو گئے تھے۔ یوں ایمان والوں کا اپنا ایک گروہ وجود میں آ گیا تھا۔ ان ہی بیدار لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''محمد اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، آپ اُنہیں اس حال میں دیکھو گے کہ وہ رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کو ڈھونڈتے ہیں، سجدوں کے اثرات سے اُن کے چہروں میں ان کی شناخت ہے۔ اُن کی یہ مثال تورات میں ہے اور انجیل میں اُن کی مثال ایک کھیتی جیسی ہے جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس نے اُس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ اُن کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اُن میں سے جنھوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔'' (الفتح: 29)

سوال 7: آج ایسے معاشرے کے لیے کیسے کوشش کی جاسکتی ہے؟

جواب: آج بھی رسولوں کے ورثے یعنی علم کے حامل افراد یہ کوشش کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید اور حدیث رسول کی تعلیم دے کر، افراد کی تربیت کر کے بیداری اور ہر دم بھلائیوں میں سبقت لے جانے کی تیاری کی جاسکتی ہے۔

﴿وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ

''اور ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولے گی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾

اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔'' (62)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے انسان پر وہ اعمال فرض کیے ہیں جو انسان کی استطاعت کے مطابق ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''اور ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے'' اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ، اس کا عدل ہے کہ اس نے انسانوں کے لیے ایسی شریعت مقرر فرمائی ہے اور انہیں ایسے اعمال کی تکلیف دی ہے جو ان کے لیے آسان ہیں۔ ان کی طاقت کے مطابق ہیں۔ وہ برداشت کر سکتے ہیں، عمل کر سکتے ہیں۔

(2) یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت ہے جس کی وجہ سے اس تک پہنچنے کا راستہ آباد ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی کتاب حق کے ساتھ کیسے سب کچھ بتا دے گی، اس کی وضاحت ﴿وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ﴾ ''اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولے گی'' کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں سب کچھ درج ہے۔

(2) یہ کتاب ہر چیز کو کھول کر رکھ دے گی اور سب کچھ حق کے ساتھ بتا دے گی۔ اس لیے کہ اس کتاب میں کچھ بھی لکھے بغیر نہیں چھوڑا گیا۔

(3) ہر چیز اس کتاب کے مطابق واقع ہو گی اس لیے وہ حق ہے۔ (تفسیر سعدی: 1776/2) رب العزت نے فرمایا: ﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہ ہمارا نامۂ اعمال ہے جو تمہارے خلاف حق کے ساتھ بول رہا ہے، یقیناً ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ بھی تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (الجاثیہ: 29)

(4) ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہو گا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف: 49)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: اللہ تعالیٰ انسانوں پر ظلم نہیں کرتا، اس کی وضاحت ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے'' اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی کو نہیں گھٹاتا بلکہ اکثر برائیوں کو معاف کر کے ان سے درگزر فرماتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کسی کی سزا اور گناہ میں اضافہ نہیں کرتا۔

(3) اللہ تعالیٰ انسانوں پر اُن کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا جس کو وہ اُٹھا نہ سکیں۔

(4) اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال میں سے کسی کو نہ چھوڑتا ہے نہ ساقط کرتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیتا ہے۔

﴿بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ﴾

''بلکہ اُن کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور اُن کے کام اس کے علاوہ بھی ہیں جنہیں وہ کرنے والے ہیں'' (63)

سوال 1: لوگوں کے دل غفلت میں کیوں ڈوبے رہتے ہیں اور یہ غفلت انہیں کس چیز سے محروم کر دیتی ہے، اس کی وضاحت ﴿بَلْ ... مِّنْ هٰذَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ ''بلکہ اُن کے دل اس سے غفلت میں ہیں'' ﴿غَمْرَةٍ﴾ سے مراد بہت زیادہ پانی ہے جو زمین کو ڈھانپ لیتا ہے۔ یہاں غمرہ سے مراد گمراہی غفلت اور حیرت ہے۔ یعنی وہ قرآن کے بارے میں غفلت اور حیرت میں ہیں۔

(2) گمراہی کی تاریکیاں اس طرح انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں کہ اس میں جو انسان گھر جاتا ہے اس کی نظروں سے حق اوجھل رہتا ہے۔

(3) رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ جو لوگ جہالت اور غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں قرآن تک نہیں پہنچ پا رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کی ہدایت حاصل نہیں کر پا رہے اور ان کے دلوں تک قرآن نہیں پہنچ رہا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾﴾ ''اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور اُن کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ بنا دیتے ہیں۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنا دیے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔ اور جب آپ قرآن میں اپنے رب کا، اُسی ایک کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اپنی پیٹھوں پر بدکتے ہوئے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پھر جاتے ہیں۔'' (بنی اسرائیل:46,45)

سوال 2: لوگ حق کو چھوڑ کر برے اعمال کیوں کرتے چلے جاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَهُمْ ... عٰمِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ﴾ ''اور اُن کے کام اس کے علاوہ بھی ہیں'' یعنی ان مشرکوں کے شرک کے علاوہ بھی بہت سے برے اعمال ہیں۔

(2) لوگ سچائی کی طرف توجہ نہیں کرتے اس وجہ سے ان کے اعمال میں بھی سچائی نہیں ہوتی یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور دین کے ماسوا دوسرے راستوں پر چلتے چلے جاتے ہیں۔

(3) ﴿هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ﴾ ''جنہیں وہ کرنے والے ہیں'' یعنی عذاب کے واقع نہ ہونے پر وہ جو برے اعمال کر رہے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت ہے تاکہ جتنے برے اعمال کا ارتکاب کرنا باقی ہے وہ ان اعمال کا بھی ارتکاب کر لیں۔ جب وہ یہ برے کام کر لیں تو اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب تک پہنچ جائیں گے۔

﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْــَٔرُوْنَ﴾

''حتیٰ کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو اچانک وہ بلبلا رہے ہوں گے'' (64)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے پر خوش لوگوں کی کیا حالت ہوتی ہے، اس کی وضاحت ﴿حَتّٰٓى ... يَجْــَٔرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) خوش حال لوگ اللہ تعالیٰ کا عذاب آ جانے کے بعد رونا پیٹنا اور رحم کی درخواستیں کرنا شروع کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: (2) ﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ﴾ ''حتیٰ کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو پکڑیں گے'' یعنی جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا عذاب پکڑتا ہے جو اس کی نعمتوں اور لذتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جو خوش حال اور مال دار ہیں۔ (3) ﴿بِالْعَذَابِ﴾ ''عذاب میں'' یعنی جب ہم انہیں عذاب میں پکڑ لیتے ہیں۔

(4) ﴿اِذَا هُمْ يَجْــَٔرُوْنَ﴾ ''تو اچانک وہ بلبلا رہے ہوں گے'' تب وہ چیختے چلاتے اور فریادیں کرتے ہوں گے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿11﴾ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّ جَحِيْمًا ﴿12﴾﴾ ''اور مجھے اور جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کو چھوڑ دو اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دے دو۔ یقیناً ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔'' (المزمل:12,11)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: عذاب تو خوش حال اور بدحال دونوں طرح کے لوگوں پر آتا ہے لیکن خوش حال لوگوں کا خصوصی تذکرہ کیا گیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) خوش حال لوگ اپنے عیش و آرام میں انجام کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب انہیں پکڑ لیتا ہے پھر آہیں اور فریادیں شروع ہو جاتی ہیں۔

(2) عیش پرست لوگ غافل اور متکبر ہوتے ہیں۔ جب عذاب میں پکڑے جاتے ہیں تو شور و غل مچانا شروع کر دیتے ہیں۔

﴿لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ﴾

''مت بلبلاؤ، یقیناً آج ہماری طرف سے تمہیں کوئی مدد نہیں دی جائے گی'' (65)

سوال: خوش حال لوگوں کی فریاد و فغاں پر ان کے ساتھ جو رویہ رکھا جاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿لَا تَجْئَرُوا ... تُنْصَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ ''مت بلبلاؤ، یقیناً آج ہماری طرف سے تمہیں کوئی مدد نہیں دی جائے گی'' خوش حال لوگوں کے ساتھ نرمی اور رحم کی بجائے اُن کو ڈانٹا جاتا ہے کہ تمہاری کسی قسم کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ (2) یعنی آج کوئی بھی عذاب سے پناہ دینے والا نہیں تم چیخو چلاؤ تب بھی نہ عذاب ہٹایا جائے گا، نہ نجات ملے گی۔ اب تو عذاب تمہاری جانوں کے ساتھ چمٹ گیا۔

﴿قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ﴾

''میری آیتیں تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جایا کرتے تھے'' (66)

سوال 1: خوش حال لوگوں کو دعوت اسلامی پر ان کا ردعمل کیسے یاد دلایا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قَدْ ... تَنْكِصُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ﴾ ''میری آیتیں تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جایا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ عذاب کے منظر پر آہ و فغاں کے درمیان یاد دلا رہے ہیں کہ تم غفلت میں ڈوبے ہوئے تھے اور جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سنائی جاتی تھیں تو تم اُلٹے پاؤں بھاگتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اور جب اُن پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو بدل دو، آپ کہہ دیں میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اپنی جانب سے اُسے بدل دوں، میں اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے، بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔'' (یونس:15)

(2)﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔'' (لقمان:7)

(3)﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔'' (القلم:15) (4) آیات تو تمہارے پاس آئی تھیں کہ ایمان لاؤ اور اس قرآن کے پیچھے چلو اور اس کے ذریعے آگے بڑھ جاؤ اور روگردانی کر کے پستیوں میں گر گئے۔ (5) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً جب اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر دوسروں کو شریک کیا جاتا اس کے ساتھ تو تم اُنہیں مان جاتے تھے چنانچہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے۔'' (غافر:12)

سوال 2: لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سن کر اُلٹے پاؤں کیوں بھاگتے ہیں؟

جواب: (1) لوگ حق پر ایمان لانے کو خطرناک سمجھتے ہیں۔

(2) منکرین، حق سے علیحدہ ہونا ضروری خیال کرتے ہیں اس لیے آیات الٰہی سن کر اُلٹے پاؤں بھاگتے ہیں۔

(3) جو لوگ دُنیا میں غرق ہوتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اور آخرت کی باتوں میں زیادہ دل چسپی نہیں ہوتی اس لیے آخرت کی بات خواہ کتنی ہی مؤثر ہو ایسے لوگ اُس سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ ۤ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ﴾

''تکبر کرنے والے بن کر، رات کو اُس پر باتیں کرتے ہوئے تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے'' (67)

سوال: تکبر کرنے والے کہاں اپنی مجالس منعقد کرتے تھے، اس کی وضاحت ﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ... تَهْجُرُوْنَ﴾ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ﴾ ”تکبر کرنے والے بن کر، رات کو اُس پر باتیں کرتے ہوئے تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے“ تکبر کرنے والے بیت اللہ کے گرد بیٹھ کر اپنے بتوں کے پاس اسلام کے خلاف باتیں کیا کرتے تھے۔(2)﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ﴾ ”تکبر کرنے والے بن کر“ یعنی تم بیت اللہ کی وجہ سے، حرم کے تعلق کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ و برتر سمجھتے ہو۔(3)﴿سٰمِرًا﴾ ”رات کو باتیں کرتے ہوئے“ یعنی رات کے وقت بیت اللہ کے گرد بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ﴾ ”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی اُسے گھڑ لیا ہے؟“ (الطور:33)

(4)﴿تَهْجُرُوْنَ﴾ ”تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے“ یعنی (i) تم قرآن حکیم کے بارے میں اعتراضات کرتے تھے۔ (ii) متکبرین راتوں کو دعوت اسلامی کے خلاف باتیں کرتے تھے۔

(iii) متکبرین راتوں کو رسول اللہ ﷺ کا مذاق اُڑاتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ ”اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور کرو تا کہ تم غالب آ جاؤ۔“ (حم السجدہ:26) (5) مشرکین نبی ﷺ کو جادوگر، شاعر، دیوانہ کہتے تھے۔

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قصے کہانیاں بیان کرنے کو اس وقت مکروہ قرار دیا گیا جب یہ آیت نازل ہوئی:﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ﴾ ”تکبر کرنے والے بن کر، رات کو اُس پر باتیں کرتے ہوئے تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے“ یعنی یہ بیت اللہ کی وجہ سے سرکشی کرتے ہیں اور قصے کہانیاں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم بیت اللہ کے متولی ہیں، گویا وہ تکبر اور غرور کا اظہار کرتے، بیت اللہ میں قصے کہانیاں بیان کرتے اور بکواس کرتے تھے اور اسے آباد نہیں کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی:11351)

﴿اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

”تو کیا اُن لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی؟“ (68)

سوال: قرآن مجید سے اعراض کرنے پر مشرکوں کی جو تردید کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَلَمْ ... الْاَوَّلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نہ سمجھنے اور اس سے اعراض کرنے کی وجہ سے مشرکین کی مذمت فرمائی ہے کیونکہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو خصوصاً اُن ہی لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا تھا اور اس سے بڑھ کر اکمل اور اشرف کتاب کسی رسول پر نازل نہیں کی گئی۔

(2)﴿اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ﴾ ''تو کیا اُن لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا'' یہاں جس قول پر غور کرنے کی بات کی گئی ہے اس سے مراد قرآن حکیم ہے۔ وہ غور و فکر کرتے تو اس پر ایمان لے آتے۔ اللہ تعالیٰ نے کامل کتاب ہدایت، کامل رسول پر اتاری ہے۔ یہ کتاب بھلائی کی دعوت دیتی ہے، برائی سے روکتی ہے۔ جس چیز نے انہیں قرآن کو قبول کرنے سے روک رکھا ہے وہ ان کے دلوں پر پڑے ہوئے تالے ہیں۔

(3)﴿اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی'' یا انہیں ایمان لانے سے جس چیز نے روک رکھا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پاس ایسی کتاب آئی ہے جو ان کے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ ''اور اسی طرح تم سے پہلے ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔'' (الزخرف:23) (5) انہیں آباؤ اجداد کی گمراہی پر راضی ہونے کی بجائے شکر ادا کرنا چاہیے کہ جس سے باپ دادا محروم رہے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے نوازا ہے۔

﴿اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾

''یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں کہ وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں؟'' (69)

سوال: رسول کا انکار کرنے والوں سے جو سوال کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَمْ لَمْ ... مُنْكِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ﴾ ''یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں'' اللہ تعالیٰ نے انکار کا سبب پوچھا کہ آیا وہ اس لیے نہیں مان رہے کہ رسول کو نہیں جانتے۔ رب العزت نے سوال اس لیے کیا ہے کہ خود بخود جواب اُن کے اندر سے اُٹھے اور اس کا جواب یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت، ان کی پیدائش، پرورش، خاندان، ذات وصفات ہر چیز کو تو وہ جانتے ہیں لہٰذا یہ سبب تو نہیں ہوسکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) یعنی نبی ﷺ کی صداقت، امانت، عقل مندی، صحت نسب اور حسن اخلاق کو نہیں جانتے؟ (الاساس: 3655/7)

(3) ﴿فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾ ''کہ وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں'' یعنی کس چیز نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے روکا ہے، کیا وہ انہیں پہچانتے نہیں؟ اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی صداقت، امانت اور اخلاق کے بارے میں نہیں جانتے تو یہ جھوٹ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ کو ان کا بچہ بچہ خوب جانتا ہے۔ نبوت سے پہلے انہیں سبھی صادق اور امین پکارا کرتے تھے۔

(4) سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شاہ حبشہ نجاشی سے سر دربار یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین وحدہ لاشریک نے ہم میں ایک رسول بھیجا ہے جس کا نسب، جس کی صداقت، جس کی امانت ہمیں خوب معلوم تھی۔ (مسند احمد: 202/1) سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کسریٰ سے بوقت جنگ میدان میں یہی فرمایا تھا۔ ابوسفیان صخر بن حرب نے شاہ روم سے یہی فرمایا تھا جب کہ سر دربار اس نے ان سے اور ان کے ساتھیوں سے پوچھا تھا حالانکہ اس وقت تک وہ مسلمان بھی نہیں تھے لیکن انہیں آپ کی صداقت، امانت، دیانت، سچائی اور نسب کی عمدگی کا اقرار کرنا پڑا۔ (تفسیر ابن کثیر: 498/3)

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَاۗءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾

''یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں'' (70)

سوال: مشرک رسول اللہ ﷺ پر جو الزام لگایا کرتے تھے، اس کی وضاحت ﴿اَمْ ... كٰرِهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟'' مشرک نبی ﷺ کے بارے میں الزام تراشی کرتے تھے کہ یہ قرآن آپ ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے یا آپ مجنون ہیں (نعوذ باللہ) وہ یہ الزام اس لیے لگا رہے ہیں کہ مجنون کی باتوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ مجنون احمقانہ اور باطل باتیں کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کیا بھلا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (پیغمبر) میں کوئی جنون نہیں ہے۔ وہ تو بس صاف صاف ڈرانے والے کے سوا کچھ نہیں۔'' (الاعراف: 184)

(2) رب العزت نے سوال کیا ہے کہ کیا وہ کہتے ہیں اس کو جنون ہے؟ یہ سوال کیا ہے، ایک ڈانٹ ہے کہ جو قرآن رسول لے کر آیا ہے تم اس کی مثال پیش نہیں کر سکتے۔ اس کی تعلیمات انسانوں کے لیے رحمت اور سکون کا باعث ہیں۔ سوچو تو کوئی دیوانہ بھی ایسی تعلیمات پیش کر سکتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں'' یعنی رسول ﷺ تو تمہارے پاس حق لے کر آیا ہے جو عدل پر مبنی ہے، سچا کلام ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں اور وہ خود علم، عقل اور اخلاق کے کمال درجے پر فائز ہے پھر وہ دیوانہ کیسے ہوسکتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ حق سے دوری کا سبب باہر مت تلاش کرو، غلطی رسول میں نہیں تمہارے اپنے اندر ہے، دراصل تم حق سے نفرت کرتے ہو۔

(5) رسول اللہ ﷺ جو حق لے کر آئے وہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص اور غیر اللہ کی عبادت کو چھوڑنا ہے۔

(6) رسول ﷺ کا حق لانا اور لوگوں کا حق کو ناپسند کرنا دراصل حق کو جھٹلانا ہے۔ یہ حق میں شک نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کی تکذیب نہیں، دراصل حق کو جھٹلانا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً غم زدہ کرتی ہیں جو وہ کہتے ہیں، تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔'' (الانعام:33)

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ

اور اگر حق ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب میں فساد برپا ہو جاتا

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾

بلکہ ہم ان کے پاس ان ہی کی نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں'' (71)

سوال: حق سے کیا مراد ہے اور اگر حق لوگوں کی خواہشات کے مطابق چلتا تو کیا نتیجہ نکلے، اس کی وضاحت ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ ... مُّعْرِضُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''اور اگر حق ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا'' حق سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین اور شریعت ہے۔ (2) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: حق تو اللہ تعالیٰ ہے۔ (الکشاف:198/3)

(3) یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہاری خواہشات کے مطابق شریعت مقرر فرما دے تو آسمان و زمین ظلم اور فساد سے بھر جائے کیونکہ خواہشات فسادات اور اختلافات سے خالی نہیں ہوتیں۔ رب العزت نے ان کے فساد کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا﴾ ''آپ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کہہ دیں اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے، تب خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم اُنہیں ضرور روکے رکھتے اور انسان بڑا ہی بخیل ہے۔'' (بنی اسرائیل:100)

(4) آسمان اور زمین تو صرف حق اور عدل کی بنا پر درست ہیں۔

(5) ﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ﴾ ''بلکہ ہم ان کے پاس ان ہی کی نصیحت لائے ہیں'' یعنی ہم ان کے پاس قرآن لے کر آئے ہیں جو ان کو ہر بھلائی کی دعوت دیتا ہے اور اگر وہ اس کو قائم کریں گے تو لوگوں کے سردار بن جائیں گے۔

(6) ﴿فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''تو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں'' جب لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام سے منہ موڑتے ہیں تو در اصل اپنے ذکر، اپنی نصیحت سے منہ موڑتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ ''وہ بھول گئے اللہ تعالیٰ کو تو اس نے بھی انہیں بھلا دیا۔'' (التوبہ:67)

(7) ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کی جانیں بھلا دیں۔'' (الحشر:19) (8) وہ کتنی بڑی محرومی کا شکار ہیں جو قرآن سے کترا رہے ہیں۔

﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾

''یا آپ ان سے کسی آمدنی کا سوال کرتے ہو؟ تو آپ کے رب کی آمدنی ہی بہتر ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' (72)

سوال: رسول اللہ ﷺ تعلیم دینے پر اجرت نہیں مانگتے، اس کی وضاحت ﴿اَمْ ... الرّٰزِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا﴾ ''یا آپ ان سے کسی آمدنی کا سوال کرتے ہو'' یعنی اے نبی ﷺ! کیا آپ ان سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور تعلیم دینے کے لیے کوئی اجرت مانگتے ہیں؟ ﴿فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾ ''کہ وہ تاوان سے بوجھل کیے جانے والے ہیں۔'' (الطور:40)

(2) یہ سوال بھی حق کا انکار کرنے والوں کو احساس دلانے کے لیے کیا جا رہا ہے کہ دیکھو مال تو نہیں مانگا جس کی ادائیگی کی تم استطاعت نہیں رکھتے اور بھاگ رہے ہو۔

(3) ﴿فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''تو آپ کے رب کی آمدنی ہی بہتر ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' یعنی آپ ﷺ تو ہدایت اور تعلیم کے لیے کوئی مالی غرض نہیں رکھتے۔ آپ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے اجر کی امید رکھتے ہیں سارے انبیاء نے اپنی قوموں سے کہا: ﴿يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ ''اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا'' (ہود:51)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4) انبیاء کسی لالچ کی بنیاد پر دعوت دین کا کام نہیں کرتے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ﴾ ''میرا اجر تو بس اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے'' (ھود:29)

(5) انبیاء لوگوں کی خیر خواہی اور ان کے فائدے کے لیے دعوت دیتے ہیں۔ ﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔'' (ص:86)

(6) پیغمبر اور اس کے ماننے والوں کی نظریں اس بات پر لگی ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق بہترین ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔

﴿وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''اور بلاشبہ آپ اُنہیں یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہی بلاتے ہیں'' (73)

سوال: رسول کس راستے کی طرف بلاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنَّكَ ... مُّسْتَقِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور بلاشبہ آپ اُنہیں یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہی بلاتے ہیں'' رسول حق کی طرف، سیدھے راستے کی طرف، اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف، اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف بلاتا ہے۔

(2) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اور جو کچھ کلام اللہ نے میرے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے (تمہارے دشمن کا) لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں واضح ڈرانے والا ہوں پس بھاگو پس بھاگو (اپنی جان بچاؤ) اس پر ایک جماعت نے اس کی بات مان لی اور رات ہی رات کسی محفوظ جگہ پر اطمینان کے لیے نکل گئے اور نجات پائی۔ لیکن دوسری جماعت نے اسے جھٹلایا اور دشمن کے لشکر نے اسے صبح کے وقت آلیا اور تباہ کر دیا۔'' (بخاری:6482)

(3) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے چاروں طرف روشنی ہوگئی تو پروانے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں اس میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے رہے اسی طرح میں تمہاری کمر کو پکڑ پکڑ کر آگ سے نکالتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گرتے جاتے ہو۔'' (بخاری:6483)

(4) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو آپ ﷺ کی آنکھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرخ ہوجاتیں اور آپ ﷺ کی آواز بلند ہوجاتی اور غصہ شدید ہوجاتا (اور یوں معلوم ہوتا) گویا کہ آپ کسی ایسے لشکر سے ڈرا رہے ہوں کہ وہ صبح یا شام حملہ کرنے والا ہے اور فرماتے: ''قیامت کو اور مجھے اس طرح بھیجا گیا جس طرح یہ انگلیاں'' اور شہادت والی اور درمیانی انگلی ملا کر دکھاتے اور فرماتے: ''اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد، بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور سارے کاموں میں بدترین کام نئے نئے طریقے ہیں (یعنی دین کے نام سے نئے طریقے جاری کرنا) اور ہر بدعت گمراہی ہے'' اور پھر فرماتے: ''میں ہر مومن کو اس کی جان سے زیادہ عزیز ہوں جو مومن مال چھوڑ کر مراوہ اس کے گھر والوں کے لیے ہے اور جو مومن قرض یا بچے چھوڑ جائے اس کی تربیت و پرورش اور ان کے خرچ کی ذمہ داری مجھ (محمد ﷺ) پر ہے۔'' (مسلم:2005)

(5) یعنی جس راستے کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ سیدھا راستہ ہے جو لوگوں کے لیے آسان ہے۔

(6) آپ ﷺ کا صراط مستقیم کی دعوت دینا لوگوں پر آپ ﷺ کی پیروی کو واجب کرتا ہے۔

﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ﴾

''اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ اصل راستے سے یقیناً ہٹے ہوئے ہیں'' (74)

سوال 1: کافر صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنَّ ... لَنٰكِبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ﴾ ''اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ اصل راستے سے یقیناً ہٹے ہوئے ہیں'' صراط مستقیم سے ہٹنے کی وجہ آخرت پر ایمان نہ ہونا ہے۔

(2) صراط مستقیم پر چلنے والا تو عزت والے گھر جنت تک پہنچتا ہے اور انحراف کرنے والے کے پاس گمراہی کے سوا کچھ نہیں بچتا۔ اس لیے دین کے معاملے میں اپنی مرضی اور خواہشات نفس پر چلنے سے پناہ مانگنی چاہیے۔ سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے بعد تمہارے بارے میں پیٹ اور شرم گاہ کے معاملات اور گمراہ کن خواہشات سے خائف ہوں (کہیں تم ان باتوں کی وجہ سے گمراہ نہ ہو جانا)'' (کتاب السنۃ للالبانی:13/1)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ یقین کریں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (القصص:50)

سوال 2: حق کی دعوت کو کون مانتا ہے؟

جواب: (1) حق کی دعوت کو وہی مانتا ہے جس کو آخرت کا دھڑکا لگ چکا ہو۔

(2) آخرت کے اندیشے انسان کو سنجیدہ بنا دیتے ہیں۔ اس سنجیدگی کے بغیر انسان حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔

﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ

"اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور ان پر سے کوئی تکلیف دور کر دیں تو وہ اپنی سرکشی میں اصرار کرنے لگیں گے، اس حالت میں کہ

يَعْمَهُوْنَ﴾

وہ بھٹک رہے ہوں گے" (75)

سوال: کفر اور سرکشی پر اڑے ہوئے لوگوں کے بارے میں ربّ العزت نے جو وضاحت فرمائی ہے ﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ ... يَعْمَهُوْنَ﴾ کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ﴾ "اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور ان پر سے کوئی تکلیف دور کر دیں" رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ اگر ہم اُن پر رحم کریں اور تکلیف دُور کر دیں تو یہ اپنی سرکشی میں بالکل بہک جائیں گے۔ یعنی یہ اچھے حالات میں سبق لینے والے نہیں۔

(2) جب وہ اپنی تکلیف دور کرنے کے لیے دعا کرتے ہیں کہ وہ ایمان لے لائیں یا پھر اللہ تعالیٰ انہیں آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں اور جب اللہ تعالیٰ تکلیف دور کر دیتا ہے: ﴿لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ "تو وہ اپنی سرکشی میں اصرار کرنے لگیں گے" وہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر جمے رہیں گے۔ ان کے ہاتھ دعا کے لیے نہیں اٹھتے۔ ان کی زبانیں اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں گڑگڑاتیں۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تو نہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ وہ عاجزی اختیار کرتے تھے" (76)

سوال: یہاں عذاب سے کیا مراد ہے اور اس کے بعد لوگوں کا کیا رویہ تھا، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... يَتَضَرَّعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا'' اس عذاب سے مراد وہ قحط ہے جس میں وہ سات سال تک مبتلا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لیے مصیبت میں ڈالا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئیں مگر اس نے انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا۔

(2)﴿فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾''تو نہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ وہ عاجزی اختیار کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے انہیں مصائب اور آفات میں مبتلا کر دیا پھر بھی یہ کفر و مخالفت سے باز نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کے آگے نہ جھکے بلکہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر اڑے رہے۔ ان کے دلوں میں نرمی پیدا نہیں ہوئی، ان کے ہاتھ دعاؤں کے لیے نہیں اٹھے اور ان کی زبان اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں گڑگڑائی۔ فرمایا:﴿فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾''پھر جب اُن پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ عاجزی اختیار کی؟ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (الانعام:43)

(3) جب ہمارا عذاب ان پر آتا ہے تو یہ گڑگڑاتے کیوں نہیں؟ ان کے دل سخت ہو گئے ہیں۔ ان پر قحط آیا اور گزر گیا لیکن وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور فرمایا:﴿قُلْ مَآ اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾''کہہ دو کہ میں تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں اور نہ میں بناوٹی باتیں کرنے والوں میں سے ہوں'' پھر جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ قریش عناد سے باز نہیں آتے تو آپ ﷺ نے ان کے لیے بددعا کی کہ ﴿اَللّٰهُمَّ! اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ﴾''اے اللہ! ان کے خلاف میری مدد ایسے سات سالوں سے فرما جس طرح یوسف علیہ السلام کے دور کے (قحط کے) سات سال تھے'' (پھر) قحط پڑا اور ہر چیز ختم ہوگئی۔ لوگ ہڈیاں اور چمڑے کھانے پر مجبور ہو گئے (سلیمان اور منصور) راویان حدیث میں سے ایک نے بیان کیا کہ وہ چمڑے اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا۔ آخر ابوسفیان آئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ! آپ کی قوم ہلاک ہو چکی، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ان سے قحط کو دور کر دے۔ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی اور قحط ختم ہو گیا لیکن اس کے بعد وہ پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ (بخاری:4824)

(5) ابن ابوحاتم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے محمد ﷺ! میں آپ کو اللہ تعالیٰ اور قرابت داری کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اب تو ہم نے اون اور خون کھا لیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَ مَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تو نہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ وہ عاجزی اختیار کرتے تھے'' (المومنون:76) اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ (تفسیر طبری:18/58، السنن الکبریٰ للنسائی:11352)

(6) انسان بُرے حالات سے اس لیے سبق نہیں لیتا کہ وہ اسے زمانے کے اُلٹ پھیر کا نتیجہ سمجھ لیتا ہے۔

ع 4 27 4

﴿حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ﴾

''یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر ایک سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تب اچانک وہ اس سے مایوس تھے'' (77)

سوال: یہاں سخت عذاب سے کیا مراد ہے، اس کی وضاحت ﴿حَتّٰٓى ... مُبْلِسُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ ''یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر ایک سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا'' اس سے مراد دنیا کا عذاب بھی ہو سکتا ہے اور آخرت کا عذاب بھی۔

(2) ابن جریج نے کہا: اس سے مراد یوم بدر کے دن کافروں کا قتل کیا جانا ہے۔

(3) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے، جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے۔ جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں، بیشک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

(4) ﴿اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ﴾ ''تب اچانک وہ اس سے مایوس تھے'' یعنی وہ ہر بھلائی سے ناامید ہو جاتے ہیں۔

(5) یعنی جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ جائے گا اور قیامت آ دھمکے گی جس کا انھیں وہم و گمان بھی نہ ہوگا تو پھر یہ بھلائی اور عیش و آرام سے ناامید ہو کر رہ جائیں گے اور ان کی تمام امیدیں پارہ پارہ ہو کر رہ جائیں گی۔

(6) ان کے پاس شر اور اس کے اسباب پہنچ چکے ہیں لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب نازل ہونے سے پہلے پہلے اپنا بچاؤ کر لیں۔ ایسا عذاب روکا نہیں جا سکتا۔ اس کے برعکس عام عذاب بسا اوقات ان سے روک لیا جاتا ہے جیسے دنیاوی سزائیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تادیب کرتا ہے۔ اس قسم کی سزاؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہوگیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض کاموں کا مزہ چکھائے تا کہ وہ پلٹ آئیں۔'' (الروم:41) (تفسیر سعدی:1783/2)

﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾

''اور وہی ہے جس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے ،تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو'' (78)

سوال: اللہ تعالیٰ نے انسان کو آنکھ،کان اور دل کی خصوصی صلاحیتیں کس لیے عطا فرمائی ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ...تَشْكُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے'' رب العزت نے اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں کہ تمہیں آنکھیں،کان اور دل عطا کیے تا کہ تم کائنات کی ان نشانیوں پر غور وفکر کرو جو تمہیں تمہارے رب کی وحدانیت تک پہنچا دیں اور تمہارے دل میں یہ یقین اترے کہ وہی سب کچھ کرنے والا قادر مطلق اور مختار کل ہے۔

(2)﴿قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں اس لیے عطا فرمائی ہیں تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت سماعت سے سن کر ادراک کرو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو،تم اس کی نعمت بصارت سے دیکھ کر اپنے مصالح میں فائدے اٹھاؤ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو،تم عقل جیسی نعمت کے ذریعے جب اشیاء کا ادراک کرو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

(3)شکر کا حقیقی مطلب یہ ہے:(i) اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا اعتراف کیا جائے،اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جائے اور جس رب نے نعمتیں عطا کی ہیں اس کی اطاعت میں ان نعمتوں سے مدد لی جائے۔(ii) شکر کرنے سے مراد حق کی نعمت کو سننا، دیکھنا اور پہچان کر قبول کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کر کے،اس کی تعریف کر کے،اس کی عبادت اور اطاعت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جاسکتا ہے۔

(4)تم غور کرو کہ اگر تم عقل،بصارت اور سماعت سے محروم ہو جاؤ اور گونگے،بہرے،اندھے بن جاؤ تو تمہارا کیا حال ہو؟ کتنی ضروریات اور کتنے کمالات سے محروم ہو جاؤ گے؟ کیا پھر اس ہستی کا شکر ادا نہیں کرو گے جس نے دیکھنے کو آنکھیں دیں، سننے کو کان دیئے،سوچنے سمجھنے کو دل عطا فرمائے؟

(5)افسوس ہے کہ جتنا نعمتوں میں اضافہ ہوا اتنا ہی شکر میں کمی آتی گئی جب کہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ شکر ادا کرنے والوں کا مقام دنیا اور آخرت میں بلند ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ ''اور میرے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بندوں میں سے بہت تھوڑے شکر گزار ہیں۔" (سبا:13) (6) ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ "اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔" (یوسف:103)

﴿وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

"اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے" (79)

سوال: انسانوں کو زمین میں پھیلانا اور قیامت کے دن انہیں جمع کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَهُوَ الَّذِيْ ... تُحْشَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت اور زبردست بادشاہت کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا، انہیں زمین میں پھیلا دیا اور انہیں اسی طرح دوبارہ جمع کرے گا جیسے پہلی بار پیدا کیا تھا۔ فرمایا:

(2) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ "اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں پھیلا دیا" یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین کے کناروں تک پھیلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت اور ہمہ گیر غلبے کو واضح فرمایا ہے کہ زمین کے گوشے گوشے میں مخلوق پیدا کر دی ہے جن کی زبانیں اور عادات الگ الگ ہیں۔ (3) رب العزت نے انسان کو زمین کے فوائد حاصل کرنے کی قدرت عطا کی ہے اور زمین کو روزی اور رہائش کے لیے موزوں بنا دیا۔

(4) ﴿وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ "اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے" قیامت کے دن اگلے پچھلے لوگوں کو ایک وقت پر جمع فرمائے گا۔ ہر چھوٹے بڑے کو زندہ کرے گا اور زمین کے باشندے جس طرح کے اعمال کرتے رہے ان کو اس کا بدلا دے گا۔ اس دن زمین انسان کی خبریں بیان کرے گی۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

"اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور رات اور دن کا بدلنا اُسی کے اختیار میں ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے" (80)

سوال: اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کے لیے جن صفات کو بیان فرمایا ہے، ان کی وضاحت ﴿وَهُوَ الَّذِيْ ... تَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ "اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے" وہ اللہ رب العزت ہے جو زندہ کرتا ہے، زندگی عطا کرتا ہے۔ وہی ہے جو موت دیتا ہے۔ وہ اکیلا ہے جو زندگی اور موت میں تصرف کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو زندہ کرنے والا اور مارنے والا وہی ہے۔

(2)﴿وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾"اور رات اور دن کا بدلنا اُسی کے اختیار میں ہے" رب العزت کے حکم سے ہی رات اور دن آتے جاتے ہیں۔ دن اور رات کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا اسی کے اختیار میں ہے۔ رات کے بعد دن کا لانا اور دن کے بعد رات کا لانا اور رات اور دن کا چھوٹا بڑا کرنا ایسی خصوصیات ہیں جو مستقل ظاہر ہو رہی ہوں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ "نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔" (یٰس:40) وہ چاہے تو ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو ہمیں دن کی روشنی لا دے؟ وہ چاہے تو ہمیشہ کے لیے دن طاری کر دے پھر اللہ رب العزت کے سوا کون ہے جو آرام اور سکون کے لیے رات کو واپس لا دے؟ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾"اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔" (القصص:73)

(3)﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ "تو کیا تم نہیں سمجھتے" یعنی کیا تم اپنی عقل کو کام میں لا کر اس کی صفات پر غور و فکر کر کے اسے پہچان نہیں سکتے؟ کیا تم اس کی قدرت، اس کے غلبے اور اس کے علم کو نہیں سمجھ سکتے جس کے آگے ہر چیز جھکی ہوئی ہے؟ کیا وہ ہستی جس نے تمہیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں عطا کیں، جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا، جو زندگی اور موت پر اختیار رکھتی ہے، جو رات اور دن کے سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہے یہ حق نہیں رکھتی کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو، اسی پر اعتماد کرو، اسی سے امیدیں باندھو، اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو، اس کی آزمائش پر صبر کرو، اسی کی خوشی کے لیے جیو اور اسی کی خوشی کے لیے زندگی میں ہر کام کرو؟

﴿بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ﴾

"بلکہ اُنہوں نے کہا جیسے پہلے لوگوں نے کہا تھا" (81)

سوال 1: لوگوں کی کون سی باتیں پہلے لوگوں سے ملتی جلتی ہیں، اس کی وضاحت ﴿بَلْ ... الْاَوَّلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ "بلکہ اُنہوں نے کہا جیسے پہلے لوگوں نے کہا تھا" پچھلے لوگوں نے کہا تھا کہ انسان کے گل سڑ جانے کے بعد انسان کا دوبارہ پیدا ہونا عقل سے بعید ہے۔ پہلے لوگ بھی موت کے بعد کی زندگی کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھٹلاتے رہے اور یہ بھی ان جھٹلانے والوں کے پیچھے ان ہی راستوں پر چل پڑے ہیں۔

﴿قَالُوْٓا ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾

”اُنھوں نے کہا کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم واقعی اُٹھائے جانے والے ہیں؟“(82)

سوال: کافروں کی عقلوں میں موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے کی بات کیوں نہیں سما رہی تھی، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْٓا ... لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾ ”اُنھوں نے کہا کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم واقعی اُٹھائے جانے والے ہیں“ موت کے بعد مٹی ہوجانا اور ہڈیوں کا بھر بھرا ہو کر مٹی میں مل جانا دوبارہ زندگی کے شعور کے راستے میں کافروں کے لیے رکاوٹ بن رہا تھا۔

(2) ﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾﴾ ”کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے؟“ اُنھوں نے کہا: ”تب یہ واپسی تو بڑی خسارے والی ہے۔“ چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی۔ پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔“ (النازعات:11-14)

(3) رب العزت نے ان کی فکری غلطی پر سرزنش فرمائی ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾﴾ ”اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟“ (یٰسٓ:77-78)

﴿لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

”بلاشبہ یقیناً یہ وعدہ ہم سے بھی کیا گیا اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی، یہ محض اس سے پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں“(83)

سوال: مشرکین عرب بعث بعد الموت کو پرانے لوگوں کی کہانیاں کیوں قرار دیتے تھے، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ ... الْاَوَّلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مشرکین عرب بعث بعد الموت کی حکمت کو نہیں سمجھتے تھے اس لیے مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے۔ ﴿لَقَدْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وُعِدۡنَا نَحۡنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنۡ قَبۡلُ﴾ ''بلا شبہ یقیناً یہ وعدہ ہم سے بھی کیا گیا اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی'' یعنی ہمارے بزرگوں سے بھی کہا جاتا رہا ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یہ بات محال ہے کیونکہ ہم نے ایسا ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(2)﴿اِنۡ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ''یہ محض اس سے پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں'' یعنی یہ تو محض قصے کہانیاں ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

(3) مشرکین کا خیال تھا کہ دوبارہ جی اُٹھنے کا وعدہ ہر رسول کی طرف سے کیا جاتا رہا ان کا خیال تھا کہ چونکہ ابھی تک یہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہانیاں ہیں جو پہلے لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھ دی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

(4) وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَكۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (المومن:57)

﴿قُلۡ لِّمَنِ الۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهَآ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾

''آپ پوچھیں کس کا ہے جو زمین اور اس میں ہے اگر تم جانتے ہو؟'' (84)

سوال: اللہ تعالیٰ نے اپنے مالک ہونے کا شعور کیسے بیدار فرمایا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلۡ...تَعۡلَمُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿قُلۡ لِّمَنِ الۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهَآ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''آپ پوچھیں کس کا ہے جو زمین اور اس میں ہے اگر تم جانتے ہو'' رب العزت نے زندگی بعد الموت اور آخرت کا انکار کرنے والوں سے کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں کہ یہ بتاؤ مالک کون ہے؟ زمین اور اس میں جو کچھ ہے، اس کی ساری مخلوقات انسان، جانور، نباتات، سمندروں، دریاؤں، صحراؤں اور پہاڑوں کو کس نے بنایا؟ کس نے پیدا کیا، کون مالک ہے؟ کون ان کی تدبیر کرتا ہے؟ اگر تمہیں علم ہے تو اس کا جواب دو۔

﴿سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ﴾

''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے، آپ کہہ دو تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' (85)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: مشرکین اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا اقرار کرتے تھے پھر دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہوئے غور وفکر کیوں نہیں کرتے، اس کی وضاحت ﴿سَيَقُوْلُوْنَ ... تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے، آپ کہہ دو تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' مشرکین لفظی طور پر اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا اقرار کرتے تھے اسی لیے رب العزت نے فرمایا کہ ان سے اس بارے میں پوچھو گے تو یہ جواب دیں گے ﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ﴾ 'وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے' یعنی وہ اس حقیقت کا اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ جب وہ اقرار کرلیں تو ان سے کہیں۔

(2) ﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' یعنی سب کچھ جانتے ہو پھر نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے؟ اس ذات کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے جس نے پیدا کیا، جس نے زندگی کے لیے سب کچھ عطا فرمایا، جس کے قبضے میں ہماری جان ہے۔

﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾

''آپ پوچھیں سات آسمانوں کا رب اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے؟'' (86)

سوال: اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کا شعور کیسے بیدار فرمایا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... الْعَظِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ﴾ ''آپ پوچھیں سات آسمانوں کا رب کون ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے یہ بتاؤ کہ عالم بالا، اس کے ستاروں، سیاروں کا رب کون ہے؟ وہ کون ہے جو عبادت گزار فرشتوں کا خالق ہے؟

(2) ﴿وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور عرشِ عظیم کا رب'' کون مالک ہے عرش عظیم کا جو ساری مخلوقات کی، زمین، آسمانوں، سیاروں، ستاروں کی چھت ہے۔

(3) یعنی وہ کون ہے جس نے سارے جہان بنائے، ان کی تدبیر کی؟ کون ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے۔

﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کہہ دو تو کیا تم ڈرتے نہیں؟'' (87)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کرنے والوں سے جو سوال کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿سَيَقُوْلُوْنَ ... تَتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ﴾''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے''جب وہ اس بات کا اقرار کرلیں جس کا تم اقرار کرتے ہو یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی رب ہے،تو ان سے پوچھو۔

(2)﴿قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾''کہہ دو تو کیا تم ڈرتے نہیں''تم اس کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں؟تم غیر اللہ کی عبادت سے بچتے کیوں نہیں؟تم غیر اللہ سے امیدیں کیوں باندھتے ہو؟تم رب عظیم کی عبادت سے کیوں دور بھاگتے ہو؟وہ تو قوت کا مالک ہے۔تم پر مہربان ہے،ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والا ہے۔تم اس کا تقویٰ کیوں نہیں اختیار کرتے؟

(3)اللہ رب العزت نے انتہائی لطف وکرم سے بار بار توجہ دلائی ہے﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾''تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے''﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾تو کیا تم ڈرتے نہیں''یہ رب العزت کی طرف سے وعظ ونصیحت ہے۔

سوال2:مشرکین جب رب کو ساتوں آسمانوں کا پروردگار مانتے تھے تو پھر ڈرتے کیوں نہیں تھے؟

جواب:(1)مشرکین کا خدا کے بارے میں عقیدہ الگ تھا اور ان کی حقیقی زندگی الگ تھی۔وہ اپنی عملی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے اس لئے انہیں نافرمانیاں کرتے ہوئے ڈر نہیں لگتا تھا۔

(2)مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسری ہستیاں ہمیں اس کے قریب کرتی ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہوئے نہیں ڈرتے تھے۔

﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ

''آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاسکتی

تَعْلَمُوْنَ﴾

اگر تم جانتے ہو''(88)

سوال:رب العزت نے اپنی بادشاہت کا شعور کیسے دلایا ہے،اس کی وضاحت﴿قُلْ...تَعْلَمُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾''آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے'' یعنی عالم بالا میں اور عالم زیریں میں جو کچھ ہے کس کی بادشاہت میں ہے؟

(2)رب العزت نے اپنی بادشاہت کا شعور راسخ کیا ہے کہ وہ خالق،مالک اور بادشاہ ہے،جو چاہے کرسکتا ہے،اس کے فیصلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اسی کا حکم چلتا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا﴾ ''کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے۔'' (ھود:56)

(4) رسول اللہ ﷺ کثرت سے یہ قسم کھاتے تھے: ﴿وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ﴾ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے'' (بخاری:6632) اور جب زیادہ زور دیتے تو فرماتے ﴿لَا وَ مُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ﴾ ''قسم ہے اس ذات کی جو دلوں کو الٹتا پلٹتا ہے۔'' (بخاری:6617)

(5) ﴿وَّهُوَ يُجِيْرُ﴾ ''اور وہی پناہ دیتا ہے'' وہی ہے جو شر سے پناہ دیتا ہے، اپنے بندوں کی تکالیف دور کرتا ہے اور جو چیز بھی ان کو تکلیف پہنچائے اس سے بچاتا ہے۔

(6) ﴿وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ﴾ ''اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جا سکتی'' اور کوئی ایسا نہیں، کسی کی قوت نہیں، کسی کی قدرت نہیں، کسی کا اختیار نہیں، کسی کی ہستی نہیں کہ وہ اللہ رب العزت کے مقابلے میں کسی کو پناہ دے سکے، نہ کوئی شر کو دور کر سکتا ہے، نہ تکلیف سے بچا سکتا ہے جسے رب العزت نے تقدیر میں لکھ دیا ہو۔

(7) ﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اگر تم جانتے ہو'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں، اس کی تقدیر کے بارے میں جانتے ہو تو تمہیں علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دی جا سکتی۔

﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾

''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، کہہ دو کہ کہاں سے تمہیں جادو کیا جاتا ہے؟'' (89)

سوال: جب لوگ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا اعتراف کرتے ہیں تو پھر ہدایت کے راستے سے کیوں پھر جاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿سَيَقُوْلُوْنَ ... تُسْحَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ﴾ ''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' یعنی وہ اس بات کا اقرار کر لیں گے کہ اللہ تعالیٰ عظیم بادشاہ ہے، جو پناہ دے سکتا ہے جس کے خلاف پناہ نہیں دی جا سکتی۔ جب بات یہ ہے تو آپ ان سے پوچھیں۔

(2) ﴿قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾ ''کہہ دو کہ کہاں سے تمہیں جادو کیا جاتا ہے؟'' یعنی تمہاری عقل کہاں سے دھوکہ کھاتی ہے۔ جب تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا وہ معبود کسی چیز کے مالک نہیں، ان کا اقتدار میں کوئی حصہ نہیں پھر بھی تم نے ان کی خاطر رب عظیم کو چھوڑ دیا، اپنے خالق اور مالک اور سارے امور کی تدبیر کرنے والے کے لیے اخلاص کو چھوڑ دیا؟ تمہاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقل نے ایک ایسے کام کی طرف تمہیں لگا دیا ہے جو غیر معقول ہے۔ ایسے لگتا ہے شیطان نے تمہاری عقلوں پر جادو کر دیا ہو۔ اس نے شرک کو تمہارے سامنے مزین کیا اور تم دھوکہ کھا گئے۔

(3) حقیقت یہ ہے کہ ہدایت کے راستے سے پھر جانے کا سبب دھوکہ، عقیدے کا خراب ہونا اور خبط میں مبتلا ہونا ہے۔

﴿بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِالۡحَقِّ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ﴾

''بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بلاشبہ وہی یقیناً جھوٹے ہیں'' (90)

سوال: حق آنے پر منکرینِ حق کے رویے کی وضاحت ﴿بَلۡ ... لَكٰذِبُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حق آنے پر وہ جھٹلاتے ہیں اس لیے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ فرمایا:

(2) ﴿بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِالۡحَقِّ﴾ ''بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں'' اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ہم جھٹلانے والوں کے پاس حق لے کر آئے ہیں یعنی یقین اور وہ دین اسلام ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ (جامع البیان: 57/18) یہ لوگ حق کا اعتراف کیوں نہیں کرتے جب کہ وہ صدق اور عدل پر مبنی ہے؟

(3) ﴿وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ وہی یقیناً جھوٹے ہیں'' یعنی حق کے مقابلے میں ان کے پاس جھوٹ اور ظلم کے سوا کچھ نہیں۔ (4) وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے میں جھوٹے ہیں کیونکہ ان کے پاس اس کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنۡ يَّدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرۡهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے، یقیناً کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔'' (المؤمنون: 117)

(5) مشرکوں نے جس جھوٹ اور گمراہی کو اختیار کیا ہوا ہے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ وہ یہ سب کچھ اپنے نادان اور گمراہ آباء و اجداد کی پیروی میں کر رہے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں: ﴿اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ﴾ ''یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔'' (الزخرف: 23)

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنۡ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنۡ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ

''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾

پیدا کیا اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا، پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' (91)

سوال: اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، اس کی وضاحت ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ ... يَصِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے'' اللہ تعالیٰ صاحب اولاد نہیں، بادشاہت میں، عبادت میں، تصرف میں، اختیار میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ (2) ﴿اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ﴾ ''ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا'' یعنی ان کے باطل گمان کے مطابق اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بھی شریک ہوں تو ہر معبود اپنی تخلیق کو لے کر الگ ہو جاتا اور وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے چونکہ کائنات ہم آہنگی سے چل رہی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو خالق ہو یا مالک یا رازق ہو۔ اللہ تعالیٰ اولاد اور انداد یعنی شریکوں سے پاک ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 3663/7)

(3) ﴿اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ﴾ ''ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا'' یعنی دونوں معبود ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی اور ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے اور اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتے۔

(4) ﴿وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا'' پس جو غالب ہوتا وہی معبود ہوتا۔ اس قسم کی کھینچا تانی میں وجود کائنات کا باقی رہنا ممکن نہیں تھا اور نہ اس صورت حال میں کائنات کے اس عظیم انتظام کا تصور کیا جا سکتا ہے جسے دیکھ کر عقل حیرت میں گم ہو جاتی ہے۔ اس کا اندازہ سورج، چاند، ایک جگہ قائم رہنے والے ستاروں اور سیاروں کے درمیان باہمی نظم کو دیکھ کر کرو! جب سے ان کو پیدا کیا گیا ہے یہ ایک خاص ترتیب اور ایک خاص نظام کے مطابق چل رہے ہیں، اس بے کراں کائنات کے تمام سیارے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مسخر ہیں، اس کی حکمت تمام مخلوق کی ضروریات و مصالح کے مطابق ان کی تدبیر کرتی ہے، ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر منحصر نہیں۔ آپ اس نظام کائنات میں کسی ادنیٰ سے تصرف میں کوئی خلل دیکھیں گے، نہ تناقض اور نہ تعارض۔ (5) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ﴾ ''وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے، پھر تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟'' (الملک: 3) کیا دو معبودوں کے انتظام کے تحت اس قسم کے نظام کا تصور کیا جا سکتا ہے! (تفسیر سعدی: 1788/2)

(6) ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' یہ ساری کائنات اپنی زبان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس کی تدبیر کرنے والا بے نیاز ہے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے۔ اس کے بغیر کسی کا کوئی وجود نہیں، اس کے بغیر کسی چیز کی بقا نہیں۔ صرف اسی کی عبادت، صرف اسی سے مدد مانگے بغیر مخلوق کے لیے کوئی سیدھا راستہ نہیں۔ وہ ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

﴿عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ ع 15 5 5

''وہ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے پس وہ اس سے بہت بلند ہے جسے وہ شریک بناتے ہیں'' (92)

سوال: اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے غیب اور حاضر کے علم کو دلیل بنایا گیا، اس کی وضاحت ﴿عٰلِمِ الْغَیْبِ... یُشْرِكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿عٰلِمِ الْغَیْبِ﴾ ''وہ غیب کا جاننے والا ہے'' رب العزت نے اپنے علم محیط کے ذریعے اپنی عظمت کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔ وہی ہے جو ہر چیز کا کلی اور جزوی علم رکھتا ہے۔ وہ سب کچھ جو ہماری نظروں اور ہمارے علم سے اوجھل ہے، وہ ہمارے لیے غیب ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مکمل طور پر جانتا ہے۔

(2) ﴿وَالشَّهَادَةِ﴾ ''اور حاضر کا'' اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ ظاہر و باطن، کھلے چھپے سب کو جانتا ہے۔ (3) ﴿فَتَعٰلٰى﴾ ''پس وہ بہت بلند ہے'' اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے، وہ بہت بڑا ہے۔

(4) ﴿عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ ''اس سے جسے وہ شریک بناتے ہیں'' ان ہستیوں سے جن کے پاس کوئی علم نہیں سوائے اس علم کے جو رب العزت نے انہیں دیا ہے۔ (5) رب العزت ظالموں کی افترا پردازیوں سے پاک ہے۔

﴿قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ﴾

''آپ دُعا کریں اے میرے رب! اگر آپ ضرور مجھے وہ دکھائیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' (93)

سوال: رسول اللہ ﷺ کو جو دعا مانگنے کا حکم دیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ رَّبِّ... یُوْعَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ﴾ ''آپ دُعا کریں اے میرے رب! اگر آپ ضرور مجھے وہ دکھائیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے جانے والے دلائل پر غور نہیں کیا تو ان پر عذاب واجب ہو گیا۔ ان پر عذاب نازل ہونے کی دھمکی دی گئی تو رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ یوں کہیں کہ اے میرے رب! اگر تو ان پر عذاب نازل کرے تو مجھے ظالموں میں سے نہ کرنا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

7

﴿رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾

''تو اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا'' (94)

سوال 1: مصائب کے وقت کی دعا ﴿رَبِّ ... الظّٰلِمِیْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''تو اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا'' مصائب، آفتوں اور عذابوں کے وقت یہ دعا مانگنی چاہیے۔

(2) حدیث میں آپ کی دعا کا یہ ٹکڑا بھی ہے۔ ﴿وَاِذَا اَرَدْتَّ فِتْنَةَ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ﴾ ''اور جب آپ اس قوم کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کریں تو مجھے فتنے میں ڈالے بغیر وفات دے دیں۔'' (ترمذی: 3235)

(3) نبی ﷺ کو یہ دعا سکھائی گئی تا کہ آپ ﷺ رحم مانگیں، گناہوں کی مغفرت طلب کریں اور دعا کریں کہ یا اللہ! اپنے عذاب سے بچا لینا کہ جب وہ نازل ہوتا ہے تو نیک اور بد سب کو لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو یہ دُعا مانگنے کے لیے کہا گیا کہ مجھے ظالم لوگوں میں سے نہ کر دینا۔ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

جواب: (1) اس سے رسول اللہ ﷺ کی عاجزی کا پتہ چلتا ہے۔

(2) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔

(3) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ جانتے تھے کہ اپنے اعمال پر بدلہ ملنے والا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عنایت سے ہی انسان بچ سکتا ہے۔

﴿وَاِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ ہم اس پر یقیناً قادر ہیں کہ آپ کو وہ چیز دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں'' (95)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے بارے میں کیا وضاحت فرمائی ہے، اس کو ﴿وَاِنَّا ... لَقٰدِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم اس پر یقیناً قادر ہیں کہ آپ کو وہ چیز دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ہم تمہاری آنکھوں کے سامنے وہ چیز لانے کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قدرت رکھتے ہیں جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں۔

(2) انکار کرنے والے عذاب کی وعید کا مذاق اڑاتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے وہ چیز لے آئے جس کا تم انکار کرتے ہو پھر اس انکار کی وجہ کیا ہے؟ (الاساس:3663/7)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل مکہ کو کیا وعدے دیے جا رہے تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل مکہ کو ان کی مغلوبیت اور پامالی کے وعدے دیے جا رہے تھے۔

سوال 3: پیغمبروں کا انکار کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کب پورا ہوتا ہے؟

جواب: کبھی پیغمبر کی حیات میں کبھی پیغمبر کی وفات کے بعد: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔“ (الانفال:33)

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اُن کے دشمن کو پامال کرنے کا وعدہ کب پورا ہوا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پہلی بار غزوہ بدر کے موقع پر اور دوسری بار فتح مکہ کے موقع پر۔

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ﴾

”آپ بُرائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سب سے اچھا ہو، جو بھی وہ بیان کرتے ہیں ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں“ (96)

سوال 1: یہ بات کس حوالے سے کی گئی کہ برائی کو بھلائی سے دور کریں، اس کی وضاحت ﴿اِدْفَعْ ... يَصِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ﴾ ”آپ بُرائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سب سے اچھا ہو“ یہ بات مکہ میں دعوتی طریقہ کار کے حوالے سے کی گئی کہ بُرائی کو بھلائی سے دور کریں، حکم آنے تک صبر کریں اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیئے جائیں۔

(2) یعنی جب آپ کے دشمن قول و فعل کے ذریعے سے آپ کے ساتھ برائی سے پیش آئیں تو آپ ان کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئیں، ہر چند کہ برائی کا بدلہ اس قسم کی برائی سے دینا جائز ہے مگر آپ ان کے برے سلوک کے بدلے میں ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آئیں۔ یہ آپ ﷺ کی طرف سے برا سلوک کرنے والے پر احسان ہے۔ اس میں فائدہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ حال اور مستقبل میں آپ ﷺ کی طرف سے برائی میں تخفیف ہوگی۔ آپ ﷺ کا یہ حسن سلوک، آپ ﷺ کے ساتھ برائی سے پیش آنے والے کو حق کی طرف لانے میں زیادہ مدد ثابت ہوگا۔ آپ ﷺ کا حسن سلوک برائی سے پیش آنے والے کو ندامت، تاسف اور توبہ کے ذریعے سے بدسلوکی سے رجوع کرنے کے زیادہ قریب لے آئے گا۔ معاف کرنے والے کو احسان کی صفت سے متصف ہونا چاہیے۔ اس سے وہ اپنے دشمن شیطان پر غلبہ حاصل کرتا ہے اور رب کریم کی طرف سے ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور بُرائی کا بدلہ اُس جیسی ایک بُرائی ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔'' (الشوریٰ:40) (تفسیر سعدی:1789/1-1790)

(3) اس آیت کریمہ میں ایک ایسی بہترین تدبیر بتائی گئی جو عداوت کے وقت اکسیر اعظم سے کم نہیں یعنی دشمن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور اس کی برائی کا بدلہ احسان سے دو تا کہ خود بخود اس کے دل میں عداوت کی بجائے محبت اور بغض کی بجائے کشش پیدا ہو۔ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (۳۴) وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (۳۵)﴾ ''اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو تم اُس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اُس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا گویا وہ دلی دوست ہے۔ اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُن لوگوں کو جو صبر کریں اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُس کو جو بڑے نصیب والا ہے۔'' (حم السجدہ:35,34) (السراج المنیر :1296/2)

(4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک آدمی اپنے بھائی سے کہے اگر تم جھوٹے ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو معاف کر دے اور اگر آپ سچے ہو تو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے۔ (تفسیر مراغی:309/6)

(5) بعض مفسرین کہتے ہیں: فحش کو سلام سے اور منکر کو نصیحت سے دور کرو۔ (الاساس:3664/7) (6) یعنی ان کی جہالت کو حلم سے اور برے کلام کو کلام حسن سے دور کرو اور لا الٰہ الا اللہ سے اہل مکہ کے شرک کو دور کرو۔ (سمرقندی:511/2)

(7) ﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ﴾ ''جو بھی وہ بیان کرتے ہیں ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں'' یعنی ہم کفر اور حق کی تکذیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔ ہم نے حلم سے کام لے کر ان کے بارے میں صبر کیا ہے۔ حق ہماری طرف سے ہے اور جھٹلانا بھی ہماری طرف ہی لوٹتا ہے۔

سوال 2: دعوت دینے والا لوگوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرتا ہے لیکن اُسے بُرائی کا سامنا کیوں کرنا پڑتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: دعوت دینے والا جب ایک اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے، جب اُس کی غلامی کی دعوت دیتا ہے تو جو لوگ دُنیا سے محبت رکھتے ہیں اور خواہشات کی غلامی کرنا چاہتے ہیں وہ اس دعوت کی زد اپنے اُوپر محسوس کرتے ہیں اس وجہ سے لوگ اس کے دشمن بن جاتے ہیں اور دعوت دینے والے کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کرتے ہیں۔

سوال 3: دعوت دینے والے پر لوگوں کی بُرائیوں کا کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: لوگوں کے بُرے رویے پر دعوت دینے والا بھی ردّ عمل کی نفسیات کا شکار ہو سکتا ہے مثلاً یہ کہ اگر اس وقت خاموشی اختیار کی گئی تو لوگوں کے حوصلے بڑھیں گے اور مخالفانہ کاروائیاں بڑھ جائیں گی وغیرہ۔ شیطان ایسے موقع پر دعوت دینے والے کو بہکا سکتا ہے۔

سوال 4: دعوت دینے والے کو ردّ عمل کی نفسیات سے کیسے روکا گیا؟

جواب: دعوت دینے والے سے یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں۔ یہ بات دعوت دینے والے کو شیطان کے وسوسوں کی تکلیف سے بچا لیتی ہے۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ﴾

''اور آپ دُعا کریں اے میرے رب! میں شیطان کی اکساہٹوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں'' (97)

سوال: دعوت دینے والوں کو شیطان کی اُکساہٹوں سے بچنے کا جو طریقہ بتایا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَقُلْ... الشَّيٰطِيْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) دعوت دینے والے کو شیطان کی اُکساہٹوں سے بچنے کے لیے رب کی پناہ مانگنے کے لیے کہا گیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقُلْ﴾ ''اور آپ دُعا کریں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے۔

(2) ﴿رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ﴾ ''اے میرے رب! میں شیطان کی اکساہٹوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں'' آپ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔

(3) یعنی میں اپنی قدرت وقوت سے برأت کا اظہار کر کے تیری قدرت وقوت کی پناہ پکڑتا ہوں۔ میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو ان شیاطین سے ملنے جلنے کی وجہ سے مجھے لاحق ہو سکتا ہے۔ نیز میں ان کی وسوسہ اندازی اور ایذا رسانی سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں اور میں اس شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو ان کی موجودگی اور ان کی وسوسہ اندازی کے باعث مجھے لاحق ہو سکتا ہے۔ یہ استعاذہ ہر قسم کے شر اور اس کی اصل سے پناہ طلبی ہے۔ اس میں شیطان کی دراندازی، اس کا وسوسہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوراس کی ایذارسانی وغیرہ سب داخل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا قبول کر کے اسے شیطان کے شر سے پناہ دے دیتا ہے تو بندہ ہر شر سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے اور اسے ہر بھلائی کی توفیق عطا ہو جاتی ہے۔(تفسیر سعدی:1790/2)

(4) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ شیطانوں سے پناہ مانگی جائے کیونکہ ان کے مقابلے میں کوئی حیلہ کارگر ثابت نہیں ہوسکتا اور نہ وہ حسن سلوک ہی سے رام ہوسکتے ہیں۔(المصباح المنیر:270/4)

(5) انسانوں کی طرف سے برے سلوک کے مقابلے میں مومن کو حسن سلوک ہی کرنا چاہیے جبکہ شیاطین کی بدسلوکی کے جواب میں حسن سلوک کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ شیاطین تو جہنم کی دعوت دیتے ہیں۔ اس لیے ان کے مقابلے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

﴿وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴾

''اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں''(98)

سوال1:﴿وَاَعُوْذُبِكَ ... يَّحْضُرُوْنِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴾''اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں''یعنی میرے کسی کام کے موقع پر شیاطین میرے قریب نہ آئیں۔

(2) شیطان کو بھگانے کے لیے کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے۔کھانے پینے، سونے اور جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے میں یہی حکمت ہے۔

سوال2: شیطان کے قریب آنے سے رب کی پناہ مانگنے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: شیطان کے قریب آنے سے بچنے کے لیے رب کی پناہ مانگ کر انسان مطمئن ہو جاتا ہے۔

سوال3: نبی ﷺ شیطان کے شر سے کیسے پناہ مانگا کرتے تھے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ ہر کام کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نام سے کرتے تھے کیونکہ اس کی وجہ سے شیطان دور ہو جاتا ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ شیطان سے پناہ یوں مانگا کرتے تھے: ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ﴾''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے، اس کی اکساہٹ، اس کی پھونک اور اس کے وسوسے سے۔''(ابوداؤد:775)

(3) عمرو بن شعیب کے دادا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب کوئی تم میں سے نیند میں چونک پڑے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہے:﴿أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ﴾ ”میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے کامل وجامع کلموں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے غضب، اللہ کے عذاب اور اللہ کے بندوں کے شر وفساد اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ ہمارے پاس آئیں“ سو وہ خواب اسے ضرر نہ پہنچائے گا۔“ (ترمذی:3528)

(4)﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّيْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ﴾ ”اے اللہ! کسی مکان یا دیوار کے اپنے اوپر گرنے سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں اونچے مقام سے گر پڑنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں ڈوبنے، جل جانے اور بہت بوڑھا ہو جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ موت کے وقت مجھے شیطان اچک لے۔“ (ابوداؤد، کتاب الوتر:1552)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آتا ہے اور یہ دعا پڑھتا ہے:﴿بِسْمِ اللهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا﴾ ”اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! ہم سے شیطان کو دور رکھ اور جو کچھ ہمیں تو دے (اولاد) اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔“ پھر اگر ان کے یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔“ (بخاری:3271)

﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾

”یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے“ (99)

سوال 1: موت کے وقت یہ آرزو کون کرتا ہے ”اے میرے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے“، اس کی وضاحت ﴿حَتّٰٓى ... ارْجِعُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾ ”یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے“ یہ آرزو موت کے وقت کافر کرتا ہے۔

(2) اہل شرک یہ آرزو کرتے ہیں۔ (جامع البیان:54/18)

سوال 2: موت کے وقت کے علاوہ دُنیا میں لوٹانے کی آرزو کب کب کی جائے گی؟

جواب: (1) دوبارہ اُٹھائے جانے کے وقت۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(2) اللہ تعالیٰ کے حضور قیام کے وقت۔ (3) جہنم میں داخلے کے وقت دنیا میں لوٹائے جانے کی خواہش کی جائے گی۔

سوال 3: کیا دُنیا میں لوٹائے جانے کی خواہش کا کوئی فائدہ ہوگا؟

جواب: (1) اس خواہش کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''نہیں وہ انتظار کرتے مگر اس کے انجام کا۔ جس دن اس کا انجام آجائے گا، جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اُسے بھلا دیا تھا وہ بول اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول یقیناً حق لائے تھے تو کیا اب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں؟ یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم اس سے مختلف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے۔ یقیناً انہوں نے اپنی جانوں کو ہی خسارے میں ڈالا اور اُن سے گم ہو گیا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے۔'' (الاعراف: 53)

(3) ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش! ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام: 28,27)

(4) ﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾﴾ ''اور خرچ کرو اُس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہے: ''اے میرے رب! تو نے مجھے قریبی مدت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اُس کی مقررہ مدت آجائے گی اور اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔'' (المنافقون: 11,10)

(5) ﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾﴾ ''اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب اُن پر عذاب آ جائے گا تو ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑا قریب کے وقت تک مہلت دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں؟ اور تم ان کی بستیوں میں آباد رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تم پر خوب واضح ہو گیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کس طرح کیا؟ اور ہم نے تمہارے لیے کئی مثالیں بیان کیں۔'' (ابراہیم:45,44)

﴿لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ

''تا کہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے اور

مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾

اُس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اُٹھائے جائیں گے'' (100)

سوال 1: موت کے وقت ظالم دوبارہ لوٹائے جانے کی آرزو کیوں کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿لَعَلِّیْۤ ... تَرَكْتُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ﴾ ''تا کہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں'' موت کے وقت ظالم نادم ہوتے ہیں اور دنیا میں واپس لوٹنے کی خواہش کرتے ہیں کہ میں نے جو کوتاہی اللہ تعالیٰ کے حق میں کی ہے، میں نے جتنے نیک اعمال چھوڑے، دنیا میں واپس جا کر نیک اعمال کروں۔

سوال 2: کیا دوبارہ دُنیا میں لوٹایا جا سکتا ہے، اس کی وضاحت ﴿كَلَّا ... یُبْعَثُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں'' یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ انہیں دنیا میں واپس لوٹایا جائے۔

(2) ﴿اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا﴾ ''بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے'' دنیا میں بھیج دینے کی بات کو ایک قول اس لیے کہا گیا کہ یہ معاملہ کبھی عمل میں نہیں آئے گا، نہ مہلت دی جائے گی کیونکہ عمل کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔ حسرت وندامت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ اگر دوبارہ واپس بھی بھیج دیا جائے تب بھی وہی کام کریں گے جس سے روکا گیا تھا: ﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:28)

(3) ﴿وَمِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''اور اُس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اُٹھائے جائیں گے'' برزخ دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ کو کہتے ہیں۔ یہاں برزخ سے مراد وہ حجاب ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان حائل ہے۔ (4) دنیا کی زندگی اور آخرت کے درمیان وقفے کو برزخ کا نام دیا گیا ہے۔

(5) برزخ میں مومنوں کو نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا اور نافرمانوں کو عذاب دیا جائے گا۔ یہ موت سے جی اٹھنے کے درمیان کا وقت ہے۔ اس لیے اس کی تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال 3: کافر کی تمنا میں ہمارے لیے کیا سبق ہے؟

جواب: سیدنا قتادہ کہتے ہیں کافر کی تمنا میں ہمارے لیے سبق ہے۔ کافر دُنیا میں دوبارہ لوٹنے کی آرزو خاندان کے لیے نہیں کرے گا بلکہ عمل صالح کے لیے دُنیا میں آنے کی تمنا کرے گا۔ اس لیے زندگی کے لمحات کو زیادہ سے زیادہ عمل صالح کرنے کے لیے غنیمت جاننا چاہیے تاکہ قیامت کے دن یہ آرزو کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ (ابن کثیر)

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾

''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے'' (101)

سوال: صور پھونکنے کے بعد انسان کی رشتے داریوں کا کیا ہوگا، اس کی وضاحت ﴿فَاِذَا ۔۔۔ يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے قیامت کے دل دہلا دینے والے مناظر کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ انسانوں کو قبروں سے اٹھانے کے لیے صور پھونکا جائے گا۔

(2) ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے'' جب موت کے بعد کی زندگی کا صور پھونکا جائے گا اور مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے تو اس دن سارے رشتے ٹوٹ جائیں گے اور کوئی کسی کو نہ پوچھے گا، کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، نہ باپ کو اولاد سے محبت رہے گی اور نہ اولاد کو باپ سے ہی۔ رب العزت نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـــْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا۔ (حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے قریبی خاندان کو جو اُسے جگہ دیتا تھا۔ اور اُن سب کو جو زمین میں ہیں۔ پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے۔'' (المعارج:70:10-14)

(3)﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾﴾ ''اُس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔'' (عبس:80:34-37)

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہیں'' (102)

سوال: کامیابی کس کا مقدر بنے گی، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ...الْمُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ ''پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوں گے'' جس کی نیکیوں کا پلڑا برائیوں کے پلڑے کے مقابلے میں جھک جائے گا۔

(2)﴿فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''تو وہی لوگ کامیاب ہیں'' جس کی نیکوں کا پلڑا جھک جائے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔ جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ ہی بڑی کامیابی ہے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدہ ثواب کو سچا جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ''جہاد کے لئے'' گھوڑا پالا تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب ولید سب قیامت کے دن اس کی ترازو میں ہوگا اور سب پر اس کا ثواب ملے گا۔'' (بخاری:2853)

(4) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طہارت ایمان کا حصہ ہے، الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ والحمدللہ سے آسمان و زمین کا درمیانی حصہ بھر جاتا ہے، نماز نور ہے، صدقہ برھان ہے، صبر روشنی ہے اور قرآن مجید تیری حمایت میں یا تیرے خلاف وکیل ہے۔'' (مسلم:534)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن بہت موٹا آدمی لایا جائے گا لیکن اللہ کے نزدیک (اُس کی اہمیت) مچھر کے پر کے برابر نہ ہوگی، پڑھو ﴿فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ ''پس ہم قیامت کے دن اُن کے لیے کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔'' (الکھف:105)(مسلم:7045)

﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ

''اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں،

خٰلِدُوْنَ﴾

ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (103)

سوال 1: جس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوا اس کا کیا انجام ہوگا، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ...خٰلِدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ ''اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے'' جس کی برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے کے مقابلے میں جھک جائے گا۔

(2) ﴿فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا'' یہ وہ لوگ ہیں جن کا دیوالیہ نکل جائے گا، وہ ہلاک ہو جائیں گے۔

(3) دنیا کے خسارے کے مقابلے میں یہ ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں، ہمیشہ کی بدبختی کتنے گھاٹے کا سودا ہے۔ اپنے نفس کو وہ ابدی سعادت تک پہنچا سکتا تھا مگر اس نے اپنے رب کی نعمتوں کو گنوا دیا۔

(4) ﴿فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ﴾ ''وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' وہ ہمیشہ کے لیے جہنم جائیں گے جس سے کبھی نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔

(5) مومنوں کو جہنم میں داخلے کے بعد ہمیشہ اس میں نہیں رکھا جائے گا۔

سوال 2: کون لوگ ہیں جو اپنی جانوں کو گھاٹا دیتے ہیں؟

جواب: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارتے ہیں وہ اپنی جانوں کو گھاٹا دیتے ہیں۔

﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ﴾

''اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے'' (104)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: کافروں کے برے انجام کی وضاحت ﴿تَلْفَحُ ... كٰلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) کافروں کے برے انجام کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا: ﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ ''اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی'' یعنی آگ انہیں ہر طرف سے ڈھانپ لے گی حتیٰ کہ ان کے چہروں کو آگ برابر جھلساتی رہے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ ''ان کے لباس تارکول میں سے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔'' (ابراہیم:50)

(2) ﴿وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ﴾ ''اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے'' ﴿كلح﴾ ہونٹ سمٹ اور سکڑ جانے اور دانتوں کے ظاہر ہو جانے کو کہتے ہیں۔

(3) شدت عذاب کی وجہ سے ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔

(4) انسان جہنم میں بدشکل اور ڈراؤنے ہو جائیں گے ان کے ہونٹ سکڑ جائیں گے اور دانت ظاہر ہو جائیں گے۔

(5) ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''کاش! جن لوگوں نے کفر کیا وہ جان پائیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔'' (الانبیاء:39)

سوال 2: جہنم کی آگ تو پورے جسم کو چاٹ رہی ہوگی خصوصی طور پر چہرے کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: (1) چہرہ انسان کے وجود کا سب سے اشرف حصہ ہے۔

(2) چہرہ انسان کی شناخت ہے۔ جہنم میں بُرائیوں کے بدلے کے لیے بھیجا جائے گا اس لیے ہر طرح کی بُرائی کی جگہ تو جب آگ چاٹے گی تو ذات کی شناخت کو تو خاص طور پر آگ چاٹے گی۔ ﴿نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا﴾ ''ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں اپنی جانوں کی بُرائی سے اور اپنے برے کاموں سے''

﴿اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾

''کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے'' (105)

سوال: جہنم میں دردناک عذاب سہتے ہوئے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات جھٹلانے کا شعور کیسے دلایا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ تَكُنْ ... تُكَذِّبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جہنم میں جب عذر کے سارے راستے بند ہو چکے ہوں گے، اللہ تعالیٰ یہ سوال کر کے جرم کا احساس دلائیں گے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں'' یعنی تمہیں آیات کے ذریعے سے ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی لیکن تم نے کفر کیا، شرک کیا، بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا۔

(2) ﴿فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے'' تم ظلم اور دشمنی کی وجہ سے جھٹلاتے تھے حالانکہ آیات واضح طور پر حق کو بیان کرتی تھیں۔ تمہارے لیے کوئی حجت تو نہیں چھوڑی گئی۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴿8﴾ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ﴿9﴾ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿10﴾ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿11﴾﴾ ''قریب ہوگی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ وہ کہیں گے: کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم ایک بڑی گمراہی میں ہو۔ اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔'' سو وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے'' (الملک:8-11)

﴿قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَاۗلِّيْنَ﴾

''وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے'' (106)

سوال: اہل جہنم کس چیز کو اپنی بدبختی قرار دیں گے، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... ضَاۗلِّيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا﴾ ''وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی'' اہل جہنم دنیا کی لذتوں اور خواہشات کو اپنے لیے بدبختی قرار دیں گے کیونکہ وہی انسان پر غالب آتی ہیں تو انسان کے پاس رب کی آیات کے لیے وقت نہیں رہ جاتا۔

(2) ﴿وَكُنَّا قَوْمًا ضَاۗلِّيْنَ﴾ ''اور ہم گمراہ لوگ تھے'' یعنی ہم نے دنیا میں بے وقوفوں اور گمراہوں والے کام کیے۔ ہم بھٹک گئے، ہمیں اطاعت کرنی نصیب نہ ہوئی۔

(3) گمراہی سے مراد اللہ تعالیٰ کے تعلق کے دائرے سے نکل کر نافرمانی اور بے ادبی کا راستہ اختیار کرنا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔'' (107)

سوال: اہل جہنم اللہ تعالیٰ سے جہنم سے نکالنے کے بارے میں جو معاہدہ کریں گے، اس کی وضاحت ﴿رَبَّنَاۤ ... ظٰلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے'' اہل جہنم وعدے کریں گے اور وعدوں میں جھوٹے ہوں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:28)

(2) ﴿قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ (۱۱) ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ (۱۲)﴾ ''کہیں گے: ''اے ہمارے رب! تُو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور تُو نے ہمیں دو دفعہ زندگی دی سو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، تو کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟'' یہ اس لیے ہے کہ یقیناً جب اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر دوسروں کو شریک کیا جاتا اس کے ساتھ تو تم اُنہیں مان جاتے تھے چنانچہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے۔'' (المؤمن:12،11)

(3) رب العزت نے کوئی حجت باقی نہیں رکھی بلکہ سارے عذر ختم کردیئے اور دنیا میں اتنی عمر میں نصیحت پکڑنے والے نصیحت قبول کرلیتے ہیں۔

﴿قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو'' (108)

سوال: اللہ تعالیٰ اہل جہنم کی پکار کا جو جواب دیں گے، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... تُكَلِّمُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو'' جب کافر جہنم سے نکالے جانے اور دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے تو ان کی پکار کا جواب انتہائی سختی سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دیا جائے گا کہ جاؤ ایک ذلیل شخص کی طرح خاموشی اختیار کرو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ تم اسی کے مستحق ہو۔

(2) ابن ابوحاتم نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دوزخی جہنم کے داروغہ مالک کو بلاتے رہیں گے مگر وہ چالیس سال تک تو ان کو کوئی جواب نہیں دے گا، پھر جب جواب دے گا تو یہ کہے گا: ﴿اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾ (الزخرف:77) ''تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے'' تو ان کی یہ پکار بے کار ثابت ہوگی اور اللہ تعالیٰ تو مالک سے بھی اوپر ہے بلکہ وہ تو مالک کا پروردگار ہے، پھر وہ رب تعالیٰ کو پکارتے ہوئے کہیں گے: ﴿قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ (۱۰۶) رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (۱۰۷)﴾ ''وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔'' (المؤمنون:107،106) تمام دنیا کی جس قدر عمر ہوگی اس سے دوگنے عرصے تک اللہ تعالیٰ سکوت فرمائے گا، پھر ان کو جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: ﴿اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ ''اور اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔'' (المؤمنون:108) اس کے بعد واللہ! وہ زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکال سکیں گے، بس جہنم میں چلاتے اور دھاڑتے رہیں گے اور ان کی آوازیں گدھے کی آوازوں جیسی ہوں گی، پہلے چلائیں گے، پھر دھاڑیں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:2509/8)

﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا

''یقیناً میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے لہٰذا تو ہمیں معاف فرما دے اور ہم پر رحم فرما

وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے'' (109)

سوال 1: ﴿اِنَّهٗ ... الرّٰحِمِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ﴾ ''یقیناً میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا'' اور وہ مومن تھے اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ صحابہ تھے۔ (فتح القدیر:3/ 624)

(2) ﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے لہٰذا تو ہمیں معاف فرما دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے'' انہوں نے ایمان کو جو کہ اعمال صالح کا تقاضا کرتا ہے، اپنے رب سے مغفرت اور رحمت کی دعا کو، اس کی ربوبیت کے توسل کو، ایمان عنایت کرنے میں اس کی نوازش

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کو، اس کی بے پایاں رحمت کو اور احسان کو جمع کر دیا۔ یہ آیت کریمہ ضمناً اہل ایمان کے خشوع وخضوع، اپنے رب کے حضور ان کی فروتنی، ان کے خوف الٰہی اور اللہ تعالیٰ سے پر امیدی پر دلالت کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1795/2)

سوال 2: دُنیا کی زندگی میں اگر چہ آخرت کے حقائق سامنے نہیں آتے لیکن کچھ لوگ کس طرح سے خود کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ باندھ کر رکھتے ہیں؟

جواب: دنیا کی زندگی میں اہل ایمان کے لیے بڑا صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے جب وہ ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ (1) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے جلال اور کمال کو پہچان جاتے ہیں۔

(2) یہ وہ لوگ ہیں جو حق پر یقین کر لیتے ہیں۔

(3) جو دعوت کے معاملے میں اتنے سنجیدہ ہو جاتے ہیں کہ اسی کو اپنی کامیابی اور ناکامی کا معیار بنا لیتے ہیں۔

﴿فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ﴾

"چنانچہ تم نے ان کا مذاق بنایا یہاں تک کہ اُنہوں نے تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسا کرتے تھے" (110)

سوال 1: لوگ اہل ایمان کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ ... تَضْحَكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا﴾ "چنانچہ تم نے ان کا مذاق بنایا" حق ہر دور میں لوگوں کی خواہشات کے برعکس اپنا معیار رکھتا ہے۔ یہ معیار لوگوں کو اجنبی لگتا ہے۔ پھر جو لوگ اجنبی طریقہ زندگی (دین) کے ساتھ مکمل طور پر وابستگی اختیار کر لیتے ہیں انہیں یہ قیمت چکانی پڑتی ہے کہ لوگ انہیں مذاق کا موضوع بنا لیتے ہیں۔

(2) ﴿حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ﴾ "یہاں تک کہ اُنہوں نے تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسا کرتے تھے" اہل ایمان کے ساتھ ان کی مشغولیت، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بھلا دینے کا سبب بن گئی۔ (3) ذکر الٰہی کو بھلا دینا ان کے لیے تمسخر اور استہزا پر آمادگی کا سبب بنا۔

(4) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ (٢٩) وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ (٣٠)﴾ "بلاشبہ مجرم لوگ اُن پر ہنستے ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ اور جب وہ اُن کے پاس سے گزرتے ہیں تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے ہیں۔" (المطففین: 30,29)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

8

(5) کافروں کے یہی حالات تھے جنہوں نے انہیں عذاب تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کیا۔

سوال 2: مذاق کے موضوعات کیا ہوتے ہیں؟

جواب: پردہ کا، داڑھی، شادی بیاہ کے موقع پر غیر اسلامی رسومات سے پرہیز وغیرہ مذاق کے موضوعات ہوتے ہیں۔

﴿اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾

''یقین کرو آج کے دن میں نے انہیں اس کے بدلے میں جوانہوں نے صبر کیا یہ جزا دی، بلاشبہ وہی کامیاب ہیں'' (111)

سوال 1: صبر والوں کا بدلہ جنت ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ ... الْفَآئِزُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا﴾ ''یقین کرو آج کے دن میں نے انہیں اس کے بدلے میں جوانہوں نے صبر کیا یہ جزا دی'' آج میں نے اپنی اطاعت کرنے اور تمہاری اذیتیں برداشت کرنے والے، صبر کرنے والے، بہترین صلے کی امید رکھنے والے اہل ایمان کو بدلہ دیا ہے۔ سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔'' (مسلم 7500)

(2) سیدنا ابو سعید سعد بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو صبر کا دامن پکڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا، جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔'' (بخاری: 1469)

(3) ﴿اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''بلاشبہ وہی کامیاب ہیں'' بلاشبہ وہی کامیاب ہیں حتیٰ کہ سعادت اسلامی سے ہمکنار کر کے جنت میں پہنچا دیا ہے۔

(4) ﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔'' (الاحزاب: 71)

(5) ﴿اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا﴾ ''یہ لوگ ہیں جن کو جزا کے طور پر بالا خانے ملیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اور اس میں اُن کا استقبال دُعا اور سلام کے ساتھ ہوگا۔'' (الفرقان: 75)

سوال 2: لوگوں کے مذاق پر اہل ایمان کا رویہ کیا ہوتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)لوگوں کے مذاق پر اہل ایمان صبر کرتے ہیں۔(2)اہل ایمان دین کے ساتھ اپنی وابستگی کو ختم نہیں کرتے۔

﴿قٰلَ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ عَدَدَ سِنِيۡنَ﴾

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟''(112)

سوال: دنیا کی زندگی کی مدت کے بارے میں کیے جانے والے سوال کی وضاحت﴿قٰلَ ... سِنِيۡنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قٰلَ﴾''اللہ تعالیٰ فرمائے گا''اللہ تعالیٰ ملامت کرتے ہوئے فرمائیں گے۔

(2)﴿كَمۡ لَبِثۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ عَدَدَ سِنِيۡنَ﴾''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟''اللہ تعالیٰ کافروں کو جتائیں گے تم نے دنیا میں تھوڑی زندگی ہی گزاری ہے ناں پھر بھی میری عبادت نہ کر سکے! اگر تم بھی عبادت اور اطاعت کرتے، صبر کرتے تو آج تم بھی کامیاب ہو جاتے۔

(3)اللہ تعالیٰ اس مقصد کے لیے سوال کریں گے کہ یہ واضح کر دیں کہ دُنیا کی زندگی کتنی مختصر تھی جس کے لیے اُنہوں نے ہمیشہ کی زندگی کو داؤ پر لگا دیا۔

﴿قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ فَسۡـئَلِ الۡعَآدِّيۡنَ﴾

''وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں، پس آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں''(113)

سوال: آخرت میں دنیا کی زندگی کے بارے میں لوگ کیسے اندازے لگائیں گے، اس کی وضاحت﴿قَالُوۡا ... الۡعَآدِّيۡنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ﴾وہ کہیں گے:''ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں''ان کا اندازہ یہ ہوگا کہ ہم ایک دن یا اس سے بھی کم عرصہ رہے۔(2)یہ جواب حد درجہ پریشان اور تنگدل انسان کا ہوگا۔ قیامت کی ہولناکیاں ذہنوں سے دُنیا کے عیش کو محو کر دیں گی اور دُنیا کی زندگی ایک دن یا آدھا دن لگے گی۔

(3)﴿فَسۡـئَلِ الۡعَآدِّيۡنَ﴾''آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں''حساب جاننے والے ہی بتا سکتے ہیں، ان سے پوچھ لیا جائے۔

﴿قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا لَّوۡ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو، کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!'' (114)

سوال 1: دنیا کی زندگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا شعور دلائیں گے، اس کی وضاحت ﴿قٰلَ ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو'' رب العزت فرمائیں گے تھوڑی ہی مدت رہے ہو ناں۔

(2) ﴿لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!'' کاش تمہیں آخرت کا یقین ہوتا تو تم دنیا کی قلیل زندگی کو ترجیح نہ دیتے۔ برے کاموں میں پڑ کر اپنی آخرت خراب نہ کرتے۔ تم بھی صبر کرتے تو اجر پاتے۔ تم بھی عبادت کرتے تو کامیاب ہو جاتے۔

سوال 2: انسان اگر دُنیا کی زندگی میں ہی اس کی بے ثباتی کو سمجھ جائیں تو کیا نتیجہ سامنے آسکتا ہے؟

جواب: دُنیا کی زندگی کی بے ثباتی کو سمجھنے کی وجہ سے انسان کامیاب انسانوں کی صفات اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے اور اپنی زندگی کو ضائع کرنے سے بچ سکتا ہے۔

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾

''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا؟'' (115)

سوال: انسانوں کو بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا، اس کی وضاحت ﴿اَفَحَسِبْتُمْ ... تُرْجَعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَحَسِبْتُمْ﴾ ''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا'' تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ تمہیں کھیل تماشے کے طور پر پیدا کیا ہے۔

(2) ﴿اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا﴾ ''کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے'' کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تمہارے پیدا کرنے کا کوئی مقصد نہیں۔ تم بغیر مصلحت اور حکمت کے محض کھیل اور تفریح کے لیے پیدا ہوئے ہو؟

(3) کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تمہاری زندگی حیوانات کی طرح ہے کہ تم کھاؤ، پیو اور دنیا کی لذتوں میں جیو اور ہم تمہیں آخرت میں تمہارے اعمال پر کوئی عذاب یا ثواب نہیں دیں گے۔

(4) ﴿وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا'' کیا تم نے یہ گمان کیا تھا کہ تم موت کے بعد ہمارے پاس نہیں آؤ گے اور موت کے بعد کی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ رب العزت نے فرمایا:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾ ''کیاانسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟'' (القیامہ:36)

(5) انسان کی زندگی صرف یہی زندگی نہیں ہے۔ موت کے بعد اُسے دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔ اُس کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ اس کے اعمال کی جزا سزا ہوگی اور وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جنت یا جہنم میں پہنچایا جائے گا۔ جنت کی زندگی کامیاب لوگوں کو اور جہنم ناکام لوگوں کو ملے گی۔ اس اعتبار سے اس دُنیا کی زندگی کا لحہ لحہ قیمتی ہے کیونکہ لحہ لحہ نتیجہ خیز ہونے والا ہے۔

(6) حق یہ ہے کہ رب العزت نے انسان کو بامقصد پیدا کیا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد عبادت ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔'' (الذاریات:56)

(7) شیخ صالح ابن عثیمین عقیدہ واسطیہ کی شرح کے مقدمے میں لکھتے ہیں ''ہم سب اللہ تعالیٰ کے لیے پیدا کیے گئے۔ ہماری زندگی کا مقصد عبادت ہے تاکہ ہمارے دل محبت اور تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں۔'' (عقیدہ واسطیہ)

(8) انسان اپنے غلط گمان کی وجہ سے اپنی زندگی کو ضائع کرتا ہے۔ جب لوٹ جانا اُسے بھول جاتا ہے تو وہ اپنا وقت صلاحیتیں، مال سبھی کچھ بےکار گنوا دیتا ہے۔

(9) خلیفۃ المسلمین امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء کے بعد فرمایا کہ لوگو! تم بیکار اور عبث پیدا نہیں کئے گئے اور تم مہمل چھوڑ نہیں دیئے گئے۔ یاد رکھو وعدے کا ایک دن ہے جس میں خود اللہ تعالیٰ فیصلے کرنے اور حکم فرمانے کے لئے نازل ہوگا۔ وہ نقصان میں پڑا اس نے خسارہ اٹھایا یا وہ بےنصیب اور بدبخت ہوگیا، وہ محروم اور خالی ہاتھ رہا، جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگیا اور جنت سے روک دیا گیا، جس کی چوڑائی مثل زمینوں اور آسمانوں کی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کل قیامت کے دن عذاب الٰہی سے وہ بچ جائے گا، جس کے دل میں اس دن کا خوف آج ہے اور جو اس فانی دنیا کو اس باقی آخرت پر قربان کر رہا ہے، اس تھوڑے کو اس بہت کے حاصل کرنے کے لئے بےتکان خرچ کر رہا ہے اور اپنے اس خوف کو امن سے بدلنے کے اسباب مہیا کر رہا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سے گزشتہ لوگ ہلاک ہوئے، جن کے قائم مقام اب تم ہو۔ اسی طرح تم بھی مٹا دیئے جاؤ گے اور تمہارے بدلے آئندہ آنے والے آئیں گے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا سمٹ کر اس خیر الوارثین کے دربار میں حاضری دے گی۔ لوگو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیال تو کرو تم دن رات اپنی موت سے قریب ہو رہے ہو اور اپنے قدموں اپنی گور کی طرف جا رہے ہو، تمہارے پھل پک رہے ہیں، تمہاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں، تمہاری عمریں پوری ہو رہی ہیں۔ تمہاری اجل نزدیک آ گئی ہے۔ تم زمین کے گڑھوں میں دفن کر دیئے جاؤ گے، جہاں نہ کوئی بستر ہو گا، نہ تکیہ، دوست احباب چھوٹ جائیں گے، حساب کتاب شروع جائے گا، اعمال سامنے آ جائیں گے، جو چھوڑ آئے وہ دوسروں کا ہو جائے گا۔ جو آگے بھیج چکے، اسے سامنے پاؤ گے، نیکیوں کے محتاج ہو گے، بدیوں کی سزائیں بھگتو گے۔ اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس کی باتیں سامنے آ جائیں، اس سے پہلے تم کو موت اچک لے جائے۔ اس سے پہلے جواب دہی کے لئے تیار ہو جاؤ، اتنا کہا تھا کہ رونے کے غلبہ نے آواز بلند کر دی۔ منہ پر چادر کا کونہ ڈال کر رونے لگے اور حاضرین کی بھی آہ وزاری شروع ہو گئی۔ (تفسیر ابن کثیر: 511)

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾

"تو اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے جو بادشاہِ حقیقی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے" (116)

سوال: اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور حقیقی معبود ہے، اس کی وضاحت ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ ... الْكَرِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ "تو اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے جو بادشاہِ حقیقی ہے" اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ وہ سچا اور حقیقی بادشاہ ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ اس باطل گمان سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی چیز کو بے مقصد پیدا کرے یا محض کھیل تماشے کے لیے بنا دے۔ (3) وہ بادشاہ حقیقی ہر عیب سے پاک ہے۔ وہ اس سے بلند ہے کہ تمہیں بے مقصد خواہشات پوری کرنے کے لیے پیدا کر دے۔ (4) ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ "اس کے سوا کوئی معبود نہیں" اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔ اس نے انسان کو عبادت کے لیے پیدا کیا۔

(5) ﴿رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ "عزت والے عرش کا رب ہے" اللہ تعالیٰ عزت والے عرش کا مالک ہے، لہٰذا اس کی عبادت کرنی ہے تاکہ ہماری تخلیق کا مقصد پورا ہو جائے اور مالک عرش ہم سے راضی ہو جائے۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ کا ساری مخلوقات کا مالک ہونا حق ہے۔ وہ اپنے وعدوں اور وعیدوں میں حق ہے۔ وہی حقیقی معبود ہے۔

﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو بلاشبہ اس کا حساب اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

کے رب ہی کے پاس ہے، یقینا کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے‘‘(117)

سوال: مشرکوں کے پاس شرک کی کوئی دلیل نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ... الْكٰفِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ﴾ ’’اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں‘‘ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غیروں کو شریک کرتے ہیں انہیں ڈرایا جا رہا ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ مشرکوں کے پاس شرک کی کوئی دلیل نہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1302)

(2) اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی کو الٰہ نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ: (i) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی الوہیت کا کوئی ثبوت نہیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی الوہیت کا جواز نہیں۔ (iii) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی حاکمیت کو فطرت تسلیم نہیں کرتی۔

(iv) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی حاکمیت کے لیے عقل آمادہ نہیں ہوتی۔

(3) ﴿فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ ’’تو بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے‘‘ جب ایسا شخص رب کے حضور جائے گا تو وہ برے اعمال کا بدلہ دے گا۔

(4) ﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ’’یقینا کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے‘‘ کافروں کو فلاح نہیں مل سکتی، کیونکہ کفر فلاح سے محروم کر دیتا ہے۔ کافروں کے پاس دُنیا کا ساز و سامان ہو سکتا ہے، ایمان نہیں جب کہ آخرت کی کامیابی ایمان والوں کے لیے ہے۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ع 6 26 6

’’اور آپ دُعا کریں کہ اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے‘‘(118)

سوال 1: مغفرت اور رحمت کی دعا کی وضاحت ﴿وَقُلْ... الرّٰحِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب (1) ﴿وَقُلْ﴾ ’’اور آپ دُعا کریں‘‘ یعنی دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتے ہوئے آپ کہہ دیں۔

(2) ﴿رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ﴾ ’’اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما‘‘ اے میرے رب! ہمیں بخش دے، ہمارے گناہ مٹا دے اور لوگوں سے چھپا لے اور ناپسندیدہ چیزوں سے ہمیں بچا لے، اے ہمارے رب! ہم پر اپنا رحم فرما، اپنی وسیع رحمت سے ہمیں ہر بھلائی کو تکمیل تک پہنچانے کی توفیق دے دے۔

(3) اے میرے رب! ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھ، ہمیں اقوال اور افعال میں اعمال صالح کی توفیق عطا فرما دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اولاد کے لیے ماں جیسی رحیم و شفیق ہستی سے بھی بہت زیادہ اپنے بندے پر رحم کرنے والا ہے۔

(5) انسان جتنا خود پر رحم کر سکتا ہے رب العزت اس کے حق میں اس سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

سوال 2: سورت کے آغاز اور اختتام میں کیا مناسبت ہے؟

جواب: (1) سورت کا آغاز بھی کامیاب ہونے کے حوالے سے اور اختتام بھی ایمان والوں کی کامیابی کے حوالے سے ہے۔

(2) سورت کے آغاز میں خشوع کی صفت کو کامیابی کی علامت قرار دیا گیا اور اختتام پر بھی خشوع کی صفات مغفرت اور رحمت کی طلب کو لایا گیا۔

سوال 3: اس سورت کی آخری چار آیات کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ابراہیم بن حارث کہتے ہیں: ہمیں رحمت عالم نے ایک لشکر میں بھیجا اور صبح شام ﴿اَفَحَسِبْتُمْ﴾ سے ﴿تُرْجَعُوْنَ﴾ تک پڑھنے کا حکم دیا۔ ہم برابر پڑھتے رہے مال غنیمت بھی ہاتھ آیا اور صحیح سالم بھی رہے۔ (ابونعیم)

اٰيَاتُهَا 64	24 - سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ - 102	رُكُوْعَاتُهَا 9

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 9 رکوع اور 64 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 24 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 102 ویں سورت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ

''یہ ایک سُورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور ہم نے اسے فرض کیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں

لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

تاکہ تم نصیحت حاصل کرو'' (1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: سورہ النور کی اہمیت کی وضاحت ﴿سُوْرَةٌ ... تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا﴾ "یہ ایک سُورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے" اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے یہ سورت ہے جو ہم نے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر نازل کی ہے۔ (ایسر التفاسیر: 990)

(2) یعنی اس کلام کو سننے والے کے دل میں شک داخل نہیں ہوتا کہ متکلم کی کیا مراد ہے۔ (جامع البیان: 69/18)

(3) قرآنِ حکیم کی ساری سورتیں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہیں مگر سورہ النور کے بارے میں خاص طور پر کہا گیا ہے کہ ہم نے اسے نازل کیا ہے۔ اس کا مقصد اس سورت میں بیان کردہ احکامات کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔

(4) ﴿اَنْزَلْنٰهَا﴾ "جسے ہم نے نازل کیا ہے" یعنی ہر شیطان سے اس کو محفوظ رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1797/2)

(5) ﴿وَفَرَضْنٰهَا﴾ "اور ہم نے اسے فرض کیا ہے" سیدنا مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: حلال کا حکم دیا اور حرام سے روکا۔ (جامع البیان: 69/18)

(6) یعنی ہم نے امت اسلامیہ کے لیے ان احکامات کو فرض کیا ہے جو اس سورت میں شامل ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 990)

(7) ﴿وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ﴾ "اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں" یعنی ہم نے اس میں کھلی آیات یعنی واضح احکامات، اوامر و نواہی اور ان کی حکمتیں نازل کی ہیں۔

(8) ﴿اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ﴾ "واضح آیات" سے مراد حدود و فرائض اور اوامر و نواہی ہیں۔ (سمرقندی: 517/2)

(9) ﴿لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ "تا کہ تم نصیحت حاصل کرو" سورہ النور کو نازل کرنے کی حکمت ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

(10)(i) واضح آیات نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ انہیں یاد رکھیں، بھولیں نہیں۔ (ii) اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ نصیحت حاصل کریں، غافل نہ ہوں۔ (iii) اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ان کے مطابق عمل کریں، منہ نہ موڑیں۔

سوال 2: اس سورت کے بارے میں رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے اسے فرض کیا ہے۔ فرض کی بات کس لیے کہی گئی؟

جواب: (1) فرض کی بات اس لیے کہی گئی کہ جو کچھ سورت میں کہا جا رہا ہے وہ سفارشات نہیں ہیں، فرض ہے۔

(2) فرض کی بات اس لئے بھی کہی گئی کہ فرض کو خواہشات سے ٹالا نہیں جا سکتا لہٰذا کوئی خواہش اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنے گی۔ (3) فرض کی بات اس لیے کہی گئی کہ اس کو سمجھنا اور اس میں بتائے گئے آداب کے مطابق عمل کرنا اسی طرح فرض ہے جس طرح حدود پر عمل کرنا فرض ہے۔

(4) فرض کی بات اس لیے بھی کہی گئی کہ لوگ آداب و اخلاق کو بھول جاتے ہیں اس لیے تاکید کی گئی کہ لازماً قبول کرنا ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ

''زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دین میں نرمی

بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا

تمہیں دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان دونوں کی سزا کے

طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ ضرور موجود رہے'' (2)

سوال 1: زنا کی حد کی وضاحت ﴿اَلزَّانِيَةُ ... جَلْدَةٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں زنا کی حد کا بیان ہے۔ (2) مرد اور عورت کا جائز رشتہ نکاح کے بغیر مباشرت کرنا زنا ہے۔

(3) ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ﴾ ''زانیہ عورت اور زانی مرد'' یہ حکم غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے ہے۔

(4) ﴿فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ ''دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو'' یعنی جب زانیہ اور زانی غیر شادی شدہ ہوں جب کہ وہ آزاد، بالغ، اور صحیح ہوش وحواس والے بھی ہوں تو ان کو سو کوڑے مارے جائیں۔

(5) اگر زانی کنوارا غیر شادی شدہ ہے تو اس کی حد سو دُرّے ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے، علاوہ ازیں اسے اپنے شہر سے جلا وطن کر دیا جائے گا جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے ان دو اعرابیوں کے بارے میں روایت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان میں سے ایک نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ میرا فیصلہ کتاب اللہ سے کر دیں۔ دوسرے فریق نے جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا، کہا کہ جی ہاں! کتاب اللہ سے ہی ہمارا فیصلہ فرمائیے، اور مجھے (اپنا مقدمہ پیش کرنے کی) اجازت دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پیش کرو۔'' اس نے بیان کرنا شروع کیا کہ میرا بیٹا ان صاحب کے یہاں مزدور تھا۔ پھر اس نے ان کی بیوی سے زنا کر لیا، جب مجھے معلوم ہوا کہ (زنا کی سزا میں) میرا لڑکا رجم کر دیا جائے گا تو میں نے اس کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک باندی دی، پھر علم والوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے کو (زنا کی سزا میں کیونکہ وہ غیر شادی شدہ تھا) سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے گا۔ البتہ اس کی بیوی رجم کر دی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی سے کروں گا۔ باندی اور بکریاں تمہیں واپس ملیں گی اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلا وطن کیا جائے گا۔ اچھا انیس! تم اس عورت کے یہاں جاؤ، اگر وہ بھی (زنا کا) اقرار کر لے، تو اسے رجم کر دو (کیونکہ وہ شادی شدہ تھی)'' بیان کیا کہ انیس رضی اللہ عنہ اس عورت کے یہاں گئے اور اس نے اقرار کر لیا، اس لیے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے وہ رجم کی گئی۔ (بخاری: 2725,2724، مسلم: 1698,1697) (المصباح المنیر: 283,282/4)

(6) سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، نبی کریم ﷺ ان لوگوں کے بارے میں حکم دے رہے تھے جو غیر شادی شدہ ہوں اور زنا کیا ہو کہ سو کوڑے مارے جائیں اور سال بھر کے لیے جلا وطن کر دیا جائے۔ (بخاری: 6831)

(7) یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ زانی اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا جلا وطنی کے ساتھ ایک سو دُرّے ہے اور اگر وہ محصن ہو، یعنی اس نے نکاح صحیح میں مباشرت کی ہو اور وہ آزاد، بالغ اور عاقل ہو تو اس کی سزا رجم ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: اما بعد، اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور آپ پر کتاب نازل کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر آیت رجم کو بھی نازل فرمایا تھا جسے ہم نے پڑھا اور یاد رکھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے (اپنے زمانہ میں) رجم کیا اور آپ ﷺ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا، مجھے ڈر ہے کہ اگر وقت یوں ہی آگے بڑھتا رہا تو کہیں کوئی یہ نہ دعویٰ کر بیٹھے کہ رجم کی آیت ہم کتاب اللہ میں نہیں پاتے اور اس طرح وہ اس فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا۔ کتاب اللہ کے مطابق رجم کی سزا اس شخص کے لیے برحق ہے جو شادی شدہ مردوں اور عورتوں میں سے زنا کرے بشرطیکہ گواہی مکمل ہو جائے یا حمل ظاہر ہو یا وہ (مجرم اپنے جرم کا) خود اقرار کر لے۔ (موطا امام مالک: 1583، بخاری: 6830,6829، مسلم: 1691) (المصباح المنیر: 283,282/4)

(8) اگر زنا کار شادی شدہ ہے تو سنت صحیحہ مشہورہ دلالت کرتی ہے کہ اس کی حد رجم (یعنی سنگسار کرنا) ہے۔ (تفسیر سعدی: 1798/2)

(9) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو لایا گیا، جنہوں نے زنا کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا: ''تمہاری کتاب تورات میں اس کی سزا کیا ہے؟'' انہوں نے کہا کہ ہمارے علماء نے (اس کی سزا) چہرہ کو سیاہ کرنا اور گدھے پر الٹا سوار کرنا تجویز کی ہوئی ہے۔ اس پر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ان سے تورات منگوایئے۔ جب تورات لائی گئی تو ان میں سے ایک نے رجم والی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور اس سے آگے اور پیچھے کی آیتیں پڑھنے لگا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ ہٹاؤ (اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب اس نے اپنا ہاتھ ہٹایا تو) آیت رجم اس کے ہاتھ کے نیچے تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے متعلق حکم دیا اور انہیں رجم کر دیا گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہیں بلاط (مسجد نبوی کے قریب ایک جگہ) میں رجم کیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ یہودی عورت کو مرد بچانے کے لیے اس پر جھک جھک پڑتا تھا۔ (بخاری:6819)

(10) زنا کی سزا کے لیے چار مرتبہ زنا کا اعتراف کرنا بھی کافی ہے جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک صاحب آئے۔ نبی کریم ﷺ اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے آواز دی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے زنا کیا ہے۔ خود اپنے متعلق وہ کہہ رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے اپنا منہ پھیر لیا۔ لیکن وہ صاحب بھی ہٹ کر اسی طرف کھڑے ہو گئے جدھر آپ ﷺ نے اپنا منہ پھیرا تھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے زنا کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پھر اپنا منہ پھیر لیا اور وہ بھی دوبارہ اس طرف آ گئے جدھر نبی کریم ﷺ نے اپنا منہ پھیرا تھا اور اس طرح جب اس نے چار مرتبہ اپنے گناہ کا اقرار کر لیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کو بلایا اور پوچھا: کیا تم پاگل ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ ﷺ! نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا: ''تم شادی شدہ ہو؟'' انہوں نے کہا: جی یا رسول اللہ ﷺ! نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''انہیں لے جاؤ اور رجم کر دو۔'' (بخاری:6825)

(11) سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس لونڈی کے متعلق پوچھا گیا جو غیر شادی شدہ ہو اور زنا کر لیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے مارو، اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو، اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو اور اسے بیچ ڈالو خواہ ایک رسی ہی قیمت میں ملے۔'' (بخاری:6837)

(12) اگر زانیہ ایسی حالت میں ہو کہ کوڑے مارنے کی صورت میں اس کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو کوڑے مارنے میں تاخیر کرنا ثابت ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے لوگو! اپنی لونڈی، غلاموں کو حد لگاؤ خواہ محصن ہوں یا نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ایک لونڈی نے زنا کیا، آپ ﷺ نے مجھ کو اسے حد لگانے کا حکم کیا حالانکہ اسے ابھی حال ہی میں وضع حمل ہوا تھا۔ میں ڈرا کہیں اس کو کوڑے ماروں تو وہ مر جائے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے اچھا کیا۔'' (جو ابھی کوڑے لگانا موقوف رکھا) (مسلم:1705)

(13) اگر زانیہ حاملہ ہو تو وضع حمل اور دودھ چھڑانے تک سنگسار نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، غامدی عورت آئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے زنا کیا، مجھ کو پاک کیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کو پھیر دیا، جب دوسرا دن ہوا اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے کیوں لوٹاتے ہیں شاید آپ ایسے پھرانا چاہتے ہیں جیسے ماعز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو پھرایا تھا۔قسم اللہ کی! میں تو حاملہ ہوں تو اب زنا میں کیا شک ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا اگر تم نہیں لوٹتی (اور توبہ کر کے پاک ہونا نہیں چاہتی بلکہ دنیا کی سزا ہی چاہتی ہو) تو جاؤ بچہ جننے کے بعد آنا۔'' جب اس نے بچہ جنا تو بچہ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائی اور کہا کہ میں نے یہ بچہ جن لیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اس کو دودھ پلاؤ، جب اس کا دودھ چھٹے تو آنا۔'' جب اس کا دودھ چھٹا تو وہ بچے کو لے کر آئی، اس کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور عرض کرنے لگی: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا اور یہ کھانا کھانے لگا ہے۔آپ ﷺ نے وہ بچہ پرورش کے لیے ایک مسلمان کو دے دیا۔ پھر حکم دیا اور اس کے سینے تک ایک گڑھا کھودا گیا، اور لوگوں کو اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کے سر پر مارا تو خون اڑ کر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے منہ پر گرا، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو برا کہا، یہ برا کہنا رسول اللہ ﷺ نے سن لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار اے خالد! (ایسا مت کہو) قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ناجائز محصول لینے والا (جو لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور حقوق العباد میں گرفتار ہوتا ہے اور مسکینوں کو ستاتا ہے) ایسی توبہ کرے تو اس کا گناہ بھی بخش دیا جائے۔'' (حالانکہ دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا شخص جنت میں نہ جائے گا) پھر آپ ﷺ نے حکم دیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور وہ دفن کی گئی۔(مسلم:1695/23)

(14) سنگسار کرتے وقت زانی اور زانیہ کو ایک گڑھے میں کھڑا کیا جائے گا جس کی گہرائی اس کے سینے تک ہو جیسا کہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: یا رسول ﷺ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور زنا کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ کو پاک کریں۔آپ ﷺ نے ان کو پھیر دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو وہ پھر آئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے زنا کیا۔آپ ﷺ نے ان کو پھیر دیا۔اس کے بعد ان کی قوم کے پاس کسی کو بھیجا اور دریافت کرایا، ان کی عقل میں کچھ فتور ہے اور تم نے کوئی بات دیکھی۔ انہوں نے کہا: ہم تو کچھ فتور نہیں جانتے اور ان کی عقل اچھی ہے جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، پھر تیسری بار ماعز رضی اللہ عنہ آئے، آپ ﷺ نے ان کی قوم کے پاس پھر بھیجا اور یہی دریافت کرایا، انہوں نے کہا: ان کو کوئی بیماری نہیں، نہ ان کی عقل میں کچھ فتور ہے۔ جب چوتھی بار وہ آئے اور انہوں نے یہی کہا: میں نے زنا کیا ہے مجھ کو پاک کیجئے۔ حالانکہ توبہ سے بھی پاکی ہو سکتی تھی مگر ماعز رضی اللہ عنہ کو یہ شک ہوا کہ شاید توبہ قبول نہ ہو تو آپ ﷺ نے ایک گڑھا ان کے لیے کھدوایا پھر حکم دیا تو وہ رجم کیے گئے۔(مسلم:1695/23)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15) زنا کا اعتراف کرنے والا اگر سنگسار کرتے وقت چیخے چلائے تو اسے حاکم وقت کے پاس لے کر جانا چاہئے جیسا کہ سیدنا حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب نے بیان کیا: میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، اور ان سے کہا کہ قبیلہ اسلم کے کچھ لوگ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے پتھر پڑنے سے ماعز کی گھبراہٹ کا جب رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "تم نے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا" یہ بات میرے سمجھ میں نہیں آئی، تو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: بھتیجے! میں اس حدیث کو خوب جانتا ہوں، میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے انہیں رجم کیا۔ جب ہم انہیں لے کر نکلے اور رجم کرنے لگے اور پتھر ان پر پڑنے لگا تو وہ چلائے اور کہنے لگے: لوگو! مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس لے چلو، میری قوم نے مجھے مار ڈالا، ان لوگوں نے مجھے دھوکہ دیا ہے، انہوں نے مجھے یہ بتایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے مار نہیں ڈالیں گے، لیکن ہم لوگوں نے انہیں جب تک مار نہیں ڈالا چھوڑا نہیں، پھر جب ہم لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا، میرے پاس لے آتے" یہ آپ ﷺ نے اس لیے فرمایا تا کہ آپ انہیں ثابت قدم رہنے کا کہتے (کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے) آپ نے اس لیے نہیں کہا کہ آپ انہیں چھوڑ دیتے، اور حد قائم نہ کرتے، وہ کہتے ہیں: تو میں اس وقت حدیث کا مطلب سمجھ سکا۔ (ابوداؤد:4420)

سوال 2: حدود جاری کرنے میں ترس نہ کھایا جائے، اس کی وضاحت ﴿وَّلَا تَاۡخُذۡكُمۡ ...وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّلَا تَاۡخُذۡكُمۡ بِهِمَا رَاۡفَةٌ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ﴾ "اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دین میں نرمی تمہیں دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو" اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ زنا کار مرد و زن پر حد جاری کرتے وقت ہم میں رحم و شفقت کا ایسا جذبہ پیدا ہو جو ہمیں ان پر حد قائم کرنے سے روک دے خواہ یہ رحم طبعی ہو یا قرابت یا دوستی وغیرہ کی وجہ سے ہو۔ ایمان اس رحم کی نفی کا موجب ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو قائم کرنے سے مانع ہے پس اللہ تعالیٰ کی حقیقی رحمت تو زانی پر حد نافذ کرنے میں ہے۔ (تفسیر سعدی:1798/2)

(2) حدیں جاری کرنے میں سست نہ بنو۔ اللہ تعالیٰ کی حدیں جاری کرنے میں مضبوط رہو اور بدکاروں پر ترس نہ کھاؤ۔ دل کے رحم کی ممانعت نہیں۔ ان کی حالت قابل رحم ہے ہی لیکن حاکم کو حد جاری کرنے میں سستی نہیں کرنی چاہیے اور رحم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھا کر انہیں چھوڑ نہیں دینا چاہیے۔ اگر معاملہ اندر خانے دبا دیا جائے تو اس پر خاک ڈال دو، آگے نہ بڑھاؤ اور بدکاروں کو توبہ کی ہدایت کر دو اور اگر حاکم تک پہنچ گیا ہے اور ثابت بھی ہو گیا ہے تو پھر حد کے بغیر چارہ نہیں۔ ایک حدیث میں ہے: ''تم آپس میں حدیں معاف کر دو لیکن حد کا جو واقعہ مجھ تک پہنچ جائے گا اس میں حد واجب ہو گی۔'' (ابوداؤد:4376) ایک حدیث میں ہے: ''چالیس دن کی بارش سے زیادہ مفید دنیا میں ایک حد قائم ہو جانا ہے۔'' (نسائی:4909)(السراج المنیر :1305/2)

(3) رب العزت نے فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی حد جاری کرنے میں تمہارے دل میں ترس اور رحم نہیں آنا چاہیے۔

(4) حدود میں کسی کی رعایت نہیں کی جائے گی۔ اس بارے میں بہترین مثال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں ہے جس میں وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت کا معاملہ جس نے چوری کی تھی، قریش کے لوگوں کے لیے اہمیت اختیار کر گیا اور انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے اس معاملہ میں کون بات کر سکتا ہے اسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا، جو نبی کریم ﷺ کو بہت پیارے ہیں اور کوئی آپ سے سفارش کی ہمت نہیں کر سکتا؟ چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بات کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سفارش کرنے آئے ہو؟'' پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا اور فرمایا: ''اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس لیے گمراہ ہو گئے کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے لیکن اگر کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) نے بھی چوری کی ہوتی تو محمد (ﷺ) اس کا ہاتھ ضرور کاٹ ڈالتے۔'' (بخاری:6788، مسلم:1688)

سوال 3: لوگوں کی موجودگی میں حد قائم کی جائے، اس کی وضاحت ﴿وَلْيَشْهَدْ ... الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور ان دونوں کی سزا کے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ ضرور موجود رہے'' رب العزت نے حکم دیا ہے کہ حد جاری کرتے وقت اہل ایمان کی ایک جماعت موجود رہے۔

(2) اس کا مقصد یہ ہے کہ حد کا نفاذ سب لوگوں میں شہرت پا جائے۔ اس کی وجہ سے مجرموں کے دل میں خوف بیٹھ جائے، ان کی رسوائی ہو۔ جب کوڑے منظر عام پر لگائے جائیں گے تو آئندہ لوگ زنا جیسے جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے خوف کھائیں گے۔ (3) حد کے نفاذ کے مشاہدے سے شریعت کا علم پختہ اور راسخ ہوتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ سزا دینے کا اصل مقصد پورا ہو کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ یہ مقصد تبھی پورا ہو سکتا ہے جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کثیر لوگ موجود ہوں تا کہ موجودہ مجرم کو دیکھ کر مستقبل کے مجرم ڈر جائیں اور حرام سے باز آئیں۔ اسی لیے مسلمانوں کی کثیر تعداد کو سزا کے وقت موجود رہنے کا حکم دیا ہے۔

(5) دورِ حاضر میں برسرِ عام سزا کو انسانی حقوق کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ (i) اس کی وجہ جہالت ہے۔ انسان جن معاملات کا ادراک نہیں کرسکتا اس کے بارے میں بڑھ کر فیصلے کر کے زیادتیوں کا ثبوت دیتا ہے۔ (ii) اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے بغاوت ہے۔ (iii) اس کی ایک وجہ حماقت کی وجہ سے خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ انسانوں کا ہمدرد سمجھنا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

سوال 4: زِنا کو برا، معیوب اور گناہ قرار دیا گیا، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) فطرت انسانی زِنا کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے اس لیے عالمگیر اتفاق رائے ہے کہ یہ فعل اخلاقاً برا سمجھا جاتا ہے، دینی اعتبار سے گناہ سمجھا جاتا ہے اور معاشرتی اعتبار سے قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے۔

(2) نسل انسانی کی بقا اس صورت میں ممکن نہیں ہے کیونکہ مرد اور عورت اگر عارضی تعلق کے بعد آزاد ہو جائیں تو آنے والے بچے کی ذمہ داری لینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایسے اقدامات کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے بچے وجود میں نہ آئیں۔ یوں وسیع پیمانے پر نسل انسانی کے قتل کے پروگرام بنائے جاتے ہیں۔

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ اور کوئی غیرت مند نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اپنی تعریف پسند کرنے والا نہیں ہے۔'' (بخاری:5220)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے امت محمد! اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت مند اور کوئی نہیں کہ وہ بندے یا بندی کو زنا کرتے ہوئے دیکھے، اے امت محمد! اگر تمہیں وہ معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔'' (بخاری:5221)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو غیرت اس وقت آتی ہے جب بندہ مومن وہ کام کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔'' (بخاری:5223)

سوال 5: اسلامی قانون میں زنا کی سزا کے مقاصد کیا ہیں؟

جواب: (1) اس کا پہلا مقصد یہ ہے کہ مجرم سے اس کے جرم کا بدلہ لیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) مجرموں کو سزا دے کر دوسروں کے لیے باعث عبرت بنا دیا جائے۔

﴿اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ

''زانی نکاح نہیں کرے گا مگر زانیہ یا مشرکہ عورت کے ساتھ ہی اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہیں کرے گا مگر زانی یا

مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

مشرک مرد ہی اور اہلِ ایمان پر یہ حرام کر دیا گیا ہے''(3)

سوال 1: ﴿اَلزَّانِيْ ... الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس آیت کریمہ میں زنا کی رذالت اور قباحت کا بیان ہے کہ فعل بد، فاعل اور اس کے ساتھ میل جول رکھنے والے لوگوں کی عزت پر ایسا دھبہ لگا دیتا ہے جو دیگر گناہوں سے نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ زانی مرد صرف زنا کار عورت ہی سے نکاح کرے۔ اس کا حال ایسی ہی عورت کے حال سے مناسبت رکھتا ہے یا مشرک عورت اس کے مناسب حال ہے جو یوم آخرت اور جزا و سزا پر ایمان رکھتی ہے نہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا التزام کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1799,1798/2)

(2) ﴿اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً﴾ ''زانی نکاح نہیں کرے گا مگر زانیہ یا مشرکہ عورت کے ساتھ ہی'' یعنی بدکار مرد سے زنا کاری پر وہی عورت راضی ہوتی ہے جو خود بھی بدکار ہو یا مشرکہ ہو۔ (السراج المنیر: 1305/2)

(3) ﴿وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ﴾ ''اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہیں کرے گا مگر زانی یا مشرک مرد ہی'' یعنی بدکار عورت سے زنا کرنے پر وہی مرد راضی ہو سکتا ہے جو خود بھی بدکار و مشرک ہو۔ مشرک زنا کو رضا کے ساتھ حرام نہیں سمجھتے تھے۔ آج کل بھی یہی آفت ہے کہ بدکاری کو رضامندی کے ساتھ کھلم کھلا رواج دیا جا رہا ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں سمجھی جاتی۔ بس اتنی ہی غیرت باقی ہے کہ جبریہ آبروریزی کو برا سمجھا جاتا ہے۔ افسوس! آج مسلمان بھی اسی مقام پر ہیں جہاں مشرک تھے۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ (آمین) (السراج المنیر: 1306,1305/2)

(4) ﴿وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اہلِ ایمان پر یہ حرام کر دیا گیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں پر زنا کو حرام کر دیا ہے اس لیے لازم ہے کہ زانی کا نکاح پاک دامن عورت سے نہ ہو، ہاں اگر وہ توبہ کر لے تو اس کے بعد ہو سکتا ہے اور زانیہ عورت کا نکاح پاک دامن مرد سے نہ ہو مگر اس کی توبہ کے بعد ہو۔ (ایسر التفاسیر: 991,990)

(5) ''اور اہلِ ایمان پر یہ حرام کر دیا گیا ہے'' یعنی یہ کہ وہ کسی عفت مآب عورت کا زنا کار مرد کے ساتھ نکاح کریں یا عفت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مآب مرد کسی زنا کار عورت کو اپنے نکاح میں لائے۔اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ وہ مرد یا عورت جو زنا میں ملوث ہے اور اس نے اس بدکاری سے توبہ نہیں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحریم کے باوجود، اس کے ساتھ نکاح کرنے والا، دو میں سے ایک امر سے خالی نہیں۔ یا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا التزام نہیں کرتا اور یہ صرف مشرک کا وتیرہ ہے یا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا التزام کرتا ہے اور زنا کار کے زنا کا علم رکھنے کے باوجود، اس کے ساتھ عفت مآب عورت کے نکاح کا اقدام کرتا ہے تو ایسا نکاح زنا ہے اور نکاح کرنے والا زنا کا مرتکب ہے۔اگر وہ سچا مومن ہوتا تو کبھی بھی یہ کام نہ کرتا۔یہ آیت کریمہ زانیہ عورت کے ساتھ نکاح کی تحریم پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔اسی طرح زانی کے ساتھ نکاح کی تحریم پر دلیل ہے کیونکہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا سب سے بڑی مقارنت ہے۔(تفسیر سعدی:1798/2، 1799)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ ”خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں ہی کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں۔یہ لوگ اُن باتوں سے بری کیے ہوئے ہیں جو لوگ کہتے ہیں، ان کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے۔“(النور:26)

(7) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مسلمان آدمی نے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی کہ کیا وہ ام مہزول نامی ایک عورت سے نکاح کر سکتا ہے، یہ خاتون زنا کار تھی اور اس نے اس سے شرط لگائی تھی کہ وہ اس پر خرچ کرے گا، جب اس آدمی نے اس عورت سے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی یا آپ ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:﴿وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ﴾ ”زنا کار عورت سے صرف زنا کار یا مشرک مرد ہی نکاح کر سکتا ہے“۔(مسند احمد:8686)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مرثد بن مرثد نامی صحابی وہ ایسے (جی دار و بہادر) شخص تھے جو (مسلمان) قیدیوں کو مکہ سے نکال کر مدینہ لے آیا کرتے تھے، اور مکہ میں عناق نامی ایک زانیہ، بدکار عورت تھی، وہ عورت اس صحابی کی (ان کے اسلام لانے سے پہلے کی) دوست تھی، انہوں نے مکہ کے قیدیوں میں سے ایک قیدی شخص سے وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ اسے قید سے نکال کر لے جائیں گے، کہتے ہیں کہ میں (اسے قید سے نکال کر مدینہ لے جانے کے لیے) آ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

گیا، میں ایک چاندنی رات میں مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے سایہ میں جا کر کھڑا ہوا ہی تھا کہ عناق آ گئی۔ دیوار کے اوٹ میں میری سیاہ پرچھائیں اس نے دیکھ لیں، جب میرے قریب پہنچی تو مجھے پہچان کر پوچھا: مرثد ہو نا؟ میں نے کہا: ہاں، مرثد ہوں، اس نے خوش آمدید کہا، (اور کہا) آؤ، رات ہمارے پاس گزارو، میں نے کہا: عناق! اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے، اس نے شور مچا دیا، اے خیمہ والو (دوڑو) یہ شخص تمہارے قیدیوں کو اٹھائے لیے جا رہا ہے، پھر میرے پیچھے آٹھ آدمی دوڑ پڑے، میں خندمہ (نامی پہاڑ) کی طرف بھاگا اور ایک غار یا کھوہ کے پاس پہنچ کر اس میں گھس کر چھپ گیا، وہ لوگ بھی اوپر چڑھ آئے اور میرے سر کے قریب ہی کھڑے ہو کر انہوں نے پیشاب کیا تو ان کے پیشاب کی بوندیں ہمارے سر پر ٹپکیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اندھا بنا دیا، وہ ہمیں نہ دیکھ سکے، وہ لوٹے تو میں بھی لوٹ کر اپنے ساتھی کے پاس (جسے اٹھا کر مجھے لے جانا تھا) آ گیا، وہ بھاری بھرکم آدمی تھے، میں نے انہیں اٹھا کر (پیٹھ پر) لاد لیا، اذخر (کی جھاڑیوں میں) پہنچ کر میں نے ان کی بیڑیاں توڑ ڈالیں اور پھر اٹھا کر چل پڑا، کبھی کبھی اس نے بھی میری مدد کی (وہ بھی بیڑیاں لے کر چلتا) اس طرح میں مدینہ آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! میں عناق سے شادی کر لوں؟ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر یہ آیت ﴿اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''زانی زانیہ یا مشرکہ ہی سے نکاح کرے اور زانیہ سے زانی یا مشرک ہی نکاح کرے، مسلمانوں پر یہ نکاح حرام ہے'' (النور:3)، نازل ہوئی آپ نے (اس آیت کے نزول کے بعد مرثد بن ابی مرثد سے) فرمایا: ''اس سے نکاح نہ کرو۔'' (ترمذی:3177، ابوداؤد:2051)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوڑے کھایا ہوا زنا کار اپنی جیسی عورت ہی سے شادی کرے۔'' (ابوداؤد:2052)

سوال 2: زانی مرد کے لیے زانیہ یا مشرکہ کے سوا کسی سے نکاح کرنے اور زانیہ عورت سے زانی یا مشرک مرد کے سوا کسی کے نکاح کرنے کو مومنوں پر کیوں حرام قرار دیا گیا؟

جواب: (1) زنا ایک قبیح فعل ہے۔ ایک انسان جب زنا کرتا ہے تو اس وقت وہ ایسی نفسیاتی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کے شعور اور دل سے ایمان دور ہو جاتا ہے۔ ایک مومن ایمان سے خالی انسان کے ساتھ ایسے رابطے سے نفرت کرتا ہے۔

(2) اسلام جنسی تعلق کو ترقی یافتہ انسانی شعور کی بنیاد پر استوار کرتا ہے اس لیے وہ دو نفیس روحوں، دو پاک دلوں اور دو نیک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسانوں کے ملاپ سے ایک مشترکہ زندگی کی تعمیر چاہتا ہے جو زانی اور مومن کے نکاح کے ذریعے ممکن نہیں اس لیے اس نکاح کو حرام قرار دیا۔

(3) اسلام آنے والی نسل کی اچھی تربیت کے لیے مشترکہ امیدوں، مشترکہ دکھ درد، مشترکہ مستقبل کے لیے دو ایمان والی روحوں کے باہمی اتصال کی اجازت دیتا ہے کیونکہ مومن اور مومنہ کے لیے اس سے بڑا کوئی دکھ نہیں ہوسکتا کہ اس کا شریک حیات اپنے رب کا نافرمان ہو اور آنے والی نسلوں کو بھی اسی راستے پر ڈالنے کی کوشش کرے۔

(4) زانیوں سے مومنوں کے نکاح کو حرام قرار دے کر اسلامی معاشرے سے ناپاک اور گندے لوگوں کو الگ کر دیا گیا ہے۔

سوال 3: کیا زنا شرک کے درجے کی برائی ہے کہ اس برائی اور شرک کا اکٹھے تذکرہ کیا گیا؟

جواب: زنا اور شرک ملتے جلتے گناہ ہیں۔ زنا میں ایک مرد اپنی بیوی کو یا بیوی اپنے شوہر کو چھوڑ کر کسی غیر سے تعلق قائم کرتی ہے۔ شرک میں انسان اپنے رب کو چھوڑ کر غیر اللہ کی طرف جھکتا ہے۔ یوں دونوں کے درمیان ایک عجیب معنوی تعلق پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کا اکٹھے ذکر کیا گیا۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو تم انہیں اسی (80) کوڑے مارو

جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

اور تم ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان لوگ ہیں'' (4)

سوال: تہمت لگانے کی حد کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے کی حد بیان کی گئی ہے۔

(2) ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ﴾ ''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں'' یعنی وہ لوگ جو پاک باز عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں، اسی طرح پاک باز مردوں پر بہتان طرازی کرتے ہیں، دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہاں بہتان سے مراد، سیاق کے اعتبار سے زنا کا الزام لگانا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1800,1799/2)

(3) ﴿ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا﴾ ''پھر نہ لائیں'' یعنی انہوں نے جو زنا کا الزام لگایا ہے اس پر نہ لاسکیں۔

(4) ﴿بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾ ''چار گواہ'' یعنی چار عادل مرد جو زنا کی پوری وضاحت کے ساتھ گواہی دیں۔ تہمت کے ثبوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے چار گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے۔ جو شخص تہمت کے ثبوت میں چار گواہ نہ پیش کر سکے اسے اسی کوڑے لگائیں جائیں گے۔

(5)﴿فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً﴾ "تو تم انہیں اسی (80) کوڑے مارو" جن سے بہتان لگانے والے کو تکلیف پہنچے، مگر کوڑے کی سختی اتنی زیادہ نہ ہو جس سے اس کی جان چلی جائے کیونکہ کوڑے لگانے سے مقصود تادیب ہے نہ کہ جان لینا۔ اس آیت کریمہ میں بہتان لگانے کی حد کا تعین ہے۔ البتہ یہ حد اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ جس پر بہتان لگایا گیا ہے وہ مومن اور پاک دامن ہو اور اگر وہ پاک دامن نہ ہو تو بہتان لگانے والے پر حد نہیں لگائی جائے گی یہ چیز صرف تعزیر کی موجب ہے۔ (تفسیر سعدی:1800/2)

(6)﴿وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا﴾ "اور تم ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو" یعنی بہتان لگانے والے کی گواہی قابل قبول نہیں رہے گی اگرچہ اس پر حد جاری کر دی جائے جب تک کہ وہ بہتان طرازی سے ہمیشہ کے لیے توبہ نہ کر لے۔

(7)﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ "اور وہی نافرمان لوگ ہیں" یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکل جانے والے ہیں۔

(8) اور جن کا شر بہت زیادہ ہے۔ یہ سزا اس لئے دی گئی ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے محارم کا ارتکاب کیا اور اپنے بھائی کی ہتک عزت کی اور لوگوں کو اس کے بارے میں بڑھ چڑھ کر باتیں بنانے کا موقع فراہم کیا اور اس قذف کے ذریعے سے وہ اس اخوت کو زائل کرنے کا باعث بنا جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے مابین قائم کی تھی اور اس نے چاہا کہ اہل ایمان میں فواحش پھیل جائیں۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قذف گناہ کبیرہ ہے۔ (تفسیر سعدی:1800/2)

(9) جیسے زنا بڑا جرم ہے ایسے ہی زنا کا الزام لگانا بھی بڑا جرم ہے۔ کسی شخص پر تہمت لگانا اسے اخلاقی طور پر قتل کرنے کی کوشش ہے اس لیے اس کی سزا بڑی شدید ہے۔

(10) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (٢٣) يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (٢٤) يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ (٢٥)﴾ "جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں یقیناً ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی وہ کیا کرتے تھے۔ اُس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا حقیقی بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے۔'' (النور:23-25)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم میں سے مفلس وہ آدمی ہے جس کے پاس مال واسباب نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن میری امت کا مفلس وہ آدمی ہوگا کہ جو نماز، روزے، زکوٰۃ وغیرہ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو ان سب لوگوں کو اس آدمی کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس آدمی پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اس آدمی کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (مسلم:6579)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے بچو۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ سات ہلاکت میں ڈال دینے والی چیزیں کون سی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور جادو کرنا اور کسی نفس کا قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا سوائے حق کے اور یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد سے دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا اور پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔'' (صحیح مسلم:262)

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (5)

سوال: بہتان لگانے والا توبہ کر لے تو اس کا کیا حکم ہوگا، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا ... رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ ''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی'' یہاں توبہ سے مراد یہ ہے کہ بہتان طرازی کرنے والا خود اپنی تکذیب کرے یعنی وہ اس بات کا اقرار کرے کہ اس نے جھوٹا الزام لگایا تھا۔ اپنی تکذیب کرنا اس پر واجب ہے اگرچہ اس کو زنا کے وقوع کا یقین ہو مگر وہ چار گواہ مہیا نہ کر سکے تب بھی اس الزام کی تردید کرنا اس پر واجب ہے۔ (تفسیر سعدی:1800/2) (2) توبہ کرنے سے کوڑوں کی سزا معاف نہیں کی جائے گی۔

(3) توبہ کے بعد گواہی بھی مانی جائے گی اور فسق بھی اٹھ جائے گا۔ اس کی صراحت سعید بن مسیب رحمہ اللہ اور علمائے سلف کی ایک جماعت سے آ گئی ہے۔ (السراج المنیر:1307/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس سے گناہ نہیں ہوا۔'' (صحیح الجامع: 3008)

(5) ﴿وَاَصْلَحُوْا﴾ ''اور اصلاح کر لی'' (i) اصلاح کرنے کا مطلب آئندہ کبھی کسی پر تہمت نہ لگانے کا عزم ہے۔

(ii) آئندہ تہمت نہ لگانے کا عزم وہی کر سکتا ہے جو تہمت لگانے کی کراہت کو محسوس کرلے کہ پاک دامن عورتوں پر الزام لگانے کی وجہ سے کیا گزرتی ہے۔ (iii) اصلاح کرنے کا مطلب شعور کی اصلاح ہے۔

(6) اگر بہتان طرازی کرنے والا توبہ کر کے اپنے عمل کی اصلاح کر لے اور برائی کی بجائے بھلائی کو وتیرہ بنا لے تو اس کا فسق زائل ہو جائے گا اور صحیح مذہب ہے کہ اس کی شہادت بھی قابل قبول ہے کیونکہ جو کوئی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ وہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1800/2)

(7) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد بخش دیتا ہے۔

(8) ﴿رَّحِيْمٌ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' وہ ان پر رحم کرتا ہے اور انہیں اتنے بڑے گناہ پر توبہ کرنے کے بعد عذاب نہیں دیتا (ایسر التفاسیر: 991)

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ

''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں ان میں سے ایک شخص کی گواہی اللہ تعالیٰ

اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

کی قسم کے ساتھ چار (4) شہادتیں ہیں کہ بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے'' (6)

سوال: لعان کے بیان ﴿وَالَّذِيْنَ ... لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس مبارک آیت میں لعان کا بیان ہے اور شوہروں کے چھٹکارے کی اور بچاؤ کی صورت ہے جب وہ بیویوں پر الزام لگائیں اور ثبوت پیش نہ کر سکیں تو لعان کر لیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ بیویوں کو حاکم کے سامنے لا کر ان کے جو کرتوت دیکھے ہوں وہ بیان کریں۔

(2) ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ﴾ ''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں'' یعنی جو لوگ بیویوں پر تہمت لگائیں جو کہ آزاد عورتیں ہیں، لونڈیاں نہیں ہیں۔

(3) ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ﴾ ''اور ان کے پاس نہ ہوں'' یعنی اس بہتان کے لئے ان کے پاس نہ ہوں۔

(4) ﴿شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ﴾ ''اپنے سوا کوئی گواہ'' یعنی اپنے سوا ان کے پاس کوئی گواہ نہ ہو۔ وہ کسی اور کو اس الزام

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پر گواہ نہ بنا سکیں۔

(5)﴿فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾''ان میں سے ایک شخص کی گواہی اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ چار (4) شہادتیں ہیں کہ بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے'' یعنی وہ اپنی سچائی پر چار قسمیں کھائے گا اللہ تعالیٰ نے ان قسموں کو شہادت کہا ہے کیونکہ یہ قسمیں گواہوں کے قائم مقام ہیں۔ قسمیں اٹھانے والا یہ الفاظ کہتا ہے کہ ''میں اللہ کو گواہ بنا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جو الزام لگایا ہے میں اس میں سچا ہوں۔'' (تفسیر سعدی:1801/2)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی ﷺ کے پاس لعان کا ذکر ہوا تو اس کے متعلق سیدنا عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے کوئی بات کہی۔ پھر وہ چلے گئے۔ اس کے بعد ان کی قوم میں سے ایک آدمی شکایت لے کر ان کے پاس آیا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھا ہے۔ سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں خود اپنی اس بات کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا گیا ہوں۔ پھر وہ اس شخص کو لے کر نبی ﷺ کی مجلس میں آئے اور آپ کو اس حالت کی اطلاع دی جس پر اس نے اپنی بیوی کو پایا تھا۔ وہ آدمی زرد رنگ، کم گوشت اور سیدھے بالوں والا تھا اور جس کے خلاف دعویٰ کیا تھا کہ اس نے اسے اپنی بیوی کے پاس پایا ہے، وہ گندمی رنگ، موٹا تازہ اور گوشت والا آدمی تھا۔ نبی ﷺ نے دعا مانگی: "اے اللہ! اس معاملے کو ظاہر کر دے۔" چنانچہ اس عورت کے ہاں اس شخص کا ہم شکل بچہ پیدا ہوا جس کے متعلق شوہر نے کہا تھا کہ اسے اس نے اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے دونوں کے درمیان لعان کرایا۔ اس مجلس میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا: کیا یہ وہی عورت تھی جس کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ''اگر میں کسی عورت کو بلا ثبوت سنگسار کرتا تو اسے سنگسار کرتا؟'' انہوں نے فرمایا: نہیں، یہ تو وہ عورت تھی جو اسلام لانے کے بعد علانیہ طور پر فسق و فجور کرتی تھی۔ (بخاری:6856)

(7) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عویمر بن حارث بن زید بن جد بن عجلان رضی اللہ عنہ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ عاصم، بنی عجلان کے سردار تھے۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ لوگوں کا ایک ایسے شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پالیتا ہے، کیا وہ اسے قتل کر دے؟ لیکن تم پھر اسے قصاص میں قتل کر دو گے! آخر ایسی صورت میں انسان کیا طریقہ اختیار کرے؟ رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھ کر مجھے بتایئے۔ چنانچہ عاصم، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! (صورت مذکورہ میں خاوند کیا کرے) نبی کریم ﷺ نے ان مسائل (میں سوال و جواب) کو ناپسند فرمایا۔ جب عویمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتادیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان مسائل کو ناپسند فرمایا ہے۔ عویمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ واللہ! میں خود نبی کریم ﷺ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے پوچھوں گا۔ چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ ایک غیر مرد کو دیکھتا ہے کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ لیکن پھر آپ قصاص میں اس کو قتل کریں گے۔ ایسی صورت میں اس کو کیا کرنا چاہیے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں قرآن کی آیت اتاری ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے انہیں قرآن کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق لعان کا حکم دیا اور عویمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے ساتھ لعان کیا، پھر انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اگر میں اپنی بیوی کو روکے رکھوں تو میں ظالم ہوں گا۔ اس لیے عویمر رضی اللہ عنہ نے اسے طلاق دے دی۔ اس کے لعان کے بعد میاں بیوی میں جدائی کا طریقہ جاری ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے پھر فرمایا: ''دیکھتے رہو اگر اس عورت کے کالا، بہت کالی پتلیوں والا، بھاری سرین اور بھری ہوئی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہو تو میرا خیال ہے کہ عویمر نے الزام غلط نہیں لگایا ہے۔ لیکن اگر سرخ سرخ گرگٹ جیسا پیدا ہو تو میرا خیال ہے کہ عویمر نے غلط الزام لگایا ہے۔'' اس کے بعد اس عورت کے جو بچہ پیدا ہوا وہ انہی صفات کے مطابق تھا جو نبی کریم ﷺ نے بیان کی تھیں اور جس سے عویمر کی تصدیق ہوتی تھی۔ چنانچہ اس لڑکے کا نسب اس کی ماں کی طرف رکھا گیا۔ (بخاری: 4745)

(8) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا﴾ ''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور چار گواہ پیش نہیں کرتے تو انہیں اسی کوڑے مارو، اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کریں'' تو انصار کے سردار سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اسی طرح آیت نازل ہوئی ہے، (جیسے آپ نے تلاوت کی ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انصاریو! جو کچھ تمہارے سردار نے کہا ہے، کیا تم نے سن لیا ہے؟'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس سردار کو ملامت نہ کریں، کیونکہ یہ بہت غیرت مند آدمی ہے، ان کی غیرت کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف دوشیزہ عورتوں سے شادی کی ہے اور ان کی غیرت کے جوش کی ہی وجہ ہے کہ جس عورت کو انہوں نے طلاق دی ہو، ہم میں سے کوئی بھی یہ جرأت نہیں کرتا کہ ان کی مطلقہ سے شادی کر لے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے یہ معلوم ہے کہ آیت سچ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، مجھے تعجب یہ ہے کہ اگر بالفرض میں اپنی بیوی کو اس کمینگی تک پہنچے ہوئے دیکھوں کہ کوئی مرد اس سے زنا کا ارتکاب کرتا ہے، میرے لیے اجازت نہ ہوگی کہ میں نہ تو اس کو حرکت کرنے دوں اور نہ ہی بھڑکاؤں، تاوقتیکہ چار گواہ نہ لے آوں، اللہ کی قسم! اس طرح تو کام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں چلے گا، میرے چار گواہ لانے تک تو وہ اپنا کام پورا کر چکے ہوں گے۔

یہ تو بطور فرض ہی بات ہو رہی تھی، حقیقت میں ایسا ہوا کہ کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ آ گئے، یہ صحابی ان تینوں میں سے ایک ہیں، جن کی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے توبہ قبول ہوئی تھی۔ ہوا یوں کہ یہ رات کے وقت اپنی زمین سے فارغ ہو کر گھر آئے تو بیوی کے پاس ایک اجنبی مرد کو پایا، انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے آوازیں سن لیں، ان کی طبیعت میں اطمینان رہا، ہیجان پیدا نہ ہوا تھا۔ صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں رات کے وقت گھر آیا تو میری بیوی کے پاس ایک غیر مرد موجود تھا، جسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں نے کانوں سے ان کی آواز سنی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ان کی بات کو پسند نہ فرمایا تھا اور آپ ﷺ پر یہ واقعہ ناخوشگوار گزرا، انصار جمع ہو کر کہنے لگے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جسے فرضی طور پر پیش کر رہے تھے وہ تو ہماری حقیقی آزمائش بن گیا ہے۔ اب نبی کریم ﷺ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے بھی ماریں گے اور مسلمانوں میں اس کی گواہی کو ناقابل قبول قرار دیں گے۔ جبکہ سیدنا ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور میرے لیے نجات کا رستہ نکالے گا۔ ہلال نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں دیکھ رہا ہوں جو کچھ میں نے آپ ﷺ کے سامنے واقعہ دلخراش پیش کیا ہے یہ آپ ﷺ کے مزاج پر گراں گزرا ہے، مگر اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں میں نے سچ کہا ہے۔ تاہم نبی کریم ﷺ انہیں حد قذف کے اسی کوڑے لگانے کا حکم دینے ہی والے تھے کہ آپ ﷺ پر نزول وحی کا آغاز ہونے لگا۔ جب وحی کے نزول کا آغاز ہوتا تو لوگ آپ ﷺ کی رنگت کی تبدیلی سے پہچان جاتے تھے۔

آپ ﷺ پر وحی کے نازل ہونے تک کے وقفہ میں لوگ آپ سے ہٹ کر رہتے تھے تو یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ﴾ ''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے اپنے سوا کوئی گواہ ان کے پاس موجود نہیں تو ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے نام کی چار گواہیاں ادا کرے'' اس کے بعد آپ ﷺ سے وہ وحی کی کیفیت دور ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ہلال، آپ کے لیے پیغام مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے کشادگی اور بچاؤ کی تدبیر پیدا کردی ہے۔'' سیدنا ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اپنے رب سے مکمل امید تھی کہ وہ ضرور کوئی نجات کی صورت پیدا فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس عورت کی طرف پیغام بھیجو۔'' اس کی طرف پیغام پہنچایا گیا، پس وہ آئی، آپ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے ان دونوں کے سامنے ان آیات کی تلاوت فرمائی اور ان کے سامنے ذکر کیا کہ آخرت کا عذاب، دنیا کے عذاب سے بہت سخت ہے، سیدنا ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے اس کے بارے میں سچ بات کہی ہے۔ عورت کہنے لگی: اس نے جھوٹ بولا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان میاں بیوی کے مابین لعان کرو۔'' سیدنا ہلال رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ گواہی دو، اس نے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نام کی گواہیاں دیں کہ میں سچا ہوں، جب پانچویں مرتبہ گواہی دینے ہی والا تھا تو ہلال رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو! دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کی بہ نسبت ہلکا ہے اور یہ پانچویں مرتبہ والی گواہی تجھ پر عذاب واجب کرنے کا باعث ہوگی۔ سیدنا ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے جس طرح مجھے کوڑے نہیں لگنے دیے، وہ مجھے عذاب اور سزا سے بھی محفوظ فرمائے گا، سیدنا ہلال رضی اللہ عنہ نے پانچویں مرتبہ کہا: اگر میں جھوٹ بولنے والا ہوں گا تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر اس عورت سے کہا گیا: تو بھی اللہ تعالیٰ کی شہادت کی چار گواہیاں ادا کرنے کے بعد کہہ کہ یہ ہلال جھوٹ بول رہا ہے، جب یہ عورت پانچویں مرتبہ گواہی دینے لگی تو اس سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جا، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کی بہ نسبت آسان تر ہے اور اب کی مرتبہ تیری گواہی جھوٹی ہونے کی صورت میں سزا واجب کردے گی، وہ لمحہ بھر رکی پھر یہ کہتی ہوئی کہ اللہ کی قسم! میں اپنی قوم کو رسوا نہ کروں گی، آگے بڑھی اور پانچویں گواہی دی کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر وہ سچ بولتا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان جدائی کروادی اور فیصلہ فرمایا کہ اس لعان کے بعد والے بچے کو باپ کے نام سے نہ پکارا جائے اور اس کے بعد نہ تو اس عورت پر تہمت و طعنہ زنی کی جائے اور نہ ہی اس کے بچے پر تہمت و طعنہ زنی کی جائے، جو اس عورت یا اس کے بچے پر طعنہ زنی کرے گا، اسے تہمت کی حد لگائی جائے گی۔

آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اس عورت کے لیے اس کے خاوند کے ذمہ نہ تو رہائش ہے اور نہ ہی خوراک ہے، کیونکہ یہ بغیر طلاق کے جدا ہوئے ہیں اور بغیر وفات کے علیحدہ ہوئے ہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ عورت اس حلیہ کا بچہ جنم دے جو کہ سرخ و سفید رنگ کا ہو، پنڈلیاں اور سرین پر گوشت نہ ہو اور باریک پنڈلیوں والا ہو تو وہ ہلال بن امیہ کا ہوگا، اور اگر گندمی رنگ کا، گھنگریالے بالوں والا ہو، پر جوڑ اور مضبوط اعضاء اور موٹی پنڈلیوں اور موٹی سرین والا ہو تو یہ بچہ اس کا ہوگا جس کے ساتھ اس عورت پر تہمت لگائی گئی ہے۔'' جب اس عورت نے بچہ جنم دیا تو وہ گندم گوں، گھنگریالے بالوں والا اور مضبوط جوڑ اور اعضاء والا تھا، سرین موٹے اور پنڈلیاں بھری ہوئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ لعان کی قسموں والا معاملہ درمیان میں حائل نہ ہوتا تو میرے اور اس عورت کے درمیان کوئی اور صورت ہوتی۔'' عکرمہ کہتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہی بچہ بعد میں مصر پر امیر مقرر ہوا تھا، اسے ماں کے نام سے پکارا جاتا تھا، باپ کے نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔
(مسند احمد:7197، ابوداؤد:2256، بخاری:4747)

(9) بیوی پر زنا کا الزام لگانے کی صورت میں شوہر کی چار گواہیاں اسے قذف کی حد سے بچا سکتی ہیں کیونکہ غالب حالات میں شوہر بیوی پر زنا کا بہتان نہیں لگاتا، جس سے اس کی بیوی کے ساتھ ساتھ اس کی اپنی شخصیت بھی عیب دار ہوتی ہے سوائے اس صورت میں کہ جب وہ الزام لگانے میں سچا ہو۔ نیز شوہر کا اس بارے میں حق ہے اور اسے اس بات کا بھی خوف ہوتا ہے کہ کہیں ایسی اولاد کا اس سے الحاق نہ ہو جائے جو اس کی نہیں ہے، نیز اس میں بعض دیگر حکمتیں بھی ہیں جو دوسرے احکام میں موجود نہیں ہیں۔ (تفسیر سعدی:1801/2)

﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

"اور پانچویں دفعہ یہ کہ یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے" (7)

سوال: ﴿وَالْخَامِسَةُ... مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ "اور پانچویں دفعہ یہ کہ یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے" یعنی ان گواہیوں کو مؤکد بنانے کے لئے ان مذکورہ گواہیوں کے ساتھ پانچویں مرتبہ اپنے لیے لعنت کی بددعا کرے۔ جب لعان مکمل ہو جائے تو اس سے قذف کی حد ساقط ہو جائے گی۔ (تفسیر سعدی:1801/2)

(2) پانچویں بار کی لعنت سے مرد فیصلہ کن مقام تک پہنچ جاتا ہے اور اگر کہیں کوئی جھوٹا الزام عائد کر رہا ہو تو اپنے اوپر لعنت بھیجتے ہوئے انسان جھجک جاتا ہے۔

(3) اس حد کو لعان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دونوں ہی خود کو جھوٹا ہونے کی صورت میں لعنت کا مستحق قرار دیتے ہیں۔

(4) آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کے ساتھ اس نے اپنی بیوی کے ملوث ہونے کا الزام لگایا ہے تبعاً اس کا حق بھی ساقط ہو جائے گا۔ (یعنی اس کی طرف سے بھی اس خاوند پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی) شوہر کے لعان کرنے اور بیوی کے لعان کرنے سے گریز کرنے پر، کیا بیوی پر حد جاری کی جائے گی یا اس کو قید کیا جائے گا؟ اس بارے میں اہل علم کی دو آراء ہیں۔ وہ رائے جس کی تائید دلیل کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی۔ (تفسیر سعدی:1802/2)

﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ

"اور یہ بات عورت سے سزا کو ہٹا دے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ (4) شہادتیں دے کہ یقیناً وہ (مرد)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

بلاشبہ جھوٹوں میں سے ہے'' (8)

سوال: عورت سے حد کس صورت میں ٹل سکتی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَيَدْرَؤُا ... الْكٰذِبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ﴾ ''اور یہ بات عورت سے سزا کو ہٹا دے گی'' یعنی عورت سے حد تب ٹل سکتی ہے۔

(2) ﴿اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ (4) شہادتیں دے کہ یقیناً وہ (مرد) بلاشبہ جھوٹوں میں سے ہے'' یعنی عورت کا چار بار قسم کھانا اس کی جانب سے گواہی ہے۔ عورت شوہر کی گواہیوں کا اس جیسی گواہیوں کے ذریعے سے مقابلہ کرے گی۔

(3) یہاں اگر ''عذاب'' سے مراد وہ حد نہ ہوتی جو شوہر کے لعان سے واجب ہوئی ہے تو عورت کا لعان اس عذاب کو ہٹا نہ سکتا اور عورت سے عذاب کو دور کر دیا جائے گا جب وہ شوہر کی گواہیوں کا اسی جیسی گواہیوں کے ذریعے سے مقابلہ کرے گی۔ (تفسیر سعدی: 1802/2)

﴿وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ یقیناً اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر وہ مرد سچے لوگوں میں سے ہے'' (9)

سوال: مرد کے سچا ہونے کی صورت میں عورت کے خود پر لعنت بھیجنے سے کیا چیز سامنے آتی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالْخَامِسَةَ ... مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ یقیناً اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر وہ مرد سچے لوگوں میں سے ہے'' (i) اس کی وجہ سے عورت کو ایک بار اپنے مؤقف کا جائزہ لینے کا موقع دیا جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت سے کہا تھا: ''دنیا کی سزا آخرت کی سزا سے ہلکی ہے۔'' (مسند احمد: 7197) (ii) اللہ تعالیٰ کے غضب کو آواز دیتے ہوئے سچ جھوٹ واضح ہو جاتا ہے۔

(2) اور پانچویں گواہی میں، جو ان چار گواہیوں کو مؤکد بنانے کے لئے ہے، اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب کی دعا کرے گی۔ پس جب اس طرح ان کے مابین لعان مکمل ہو جائے گا تو ہمیشہ کے لئے ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے گا اور شوہر سے بچے کے نسب کی نفی ہو جائے گی۔ آیات کریمہ کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ مرد اور عورت کی طرف سے لعان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہی مذکورہ الفاظ اور ترتیب سے مشروط ہے، ان میں کمی بیشی یا ردوبدل جائز نہیں، نیز لعان صرف شوہر کے ساتھ مختص ہے، جب وہ اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے، مگر اس کی بیوی ایسا نہیں کر سکتی۔ لعان کے لئے بچے میں مشابہت معتبر نہیں، جس طرح ''فراش'' (یعنی نکاح) کی موجودگی میں معتبر نہیں، مشابہت تو صرف وہاں معتبر ہے جہاں مشابہت کے سوا کوئی اور ترجیح دینے والی چیز نہ ہو، تو وہاں مشابہت یقیناً معتبر ہوگی۔ (تفسیر سعدی:1802/2)

(3) اگر مرد کی قسموں کے بعد عورت بھی قسمیں کھا کر کہے کہ میں بے قصور ہوں تو پھر اُس کو سزا نہیں دی جائے گی اس کے بعد دونوں میں تفریق کرا دی جائے گی۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے بنی عجلان کے میاں بیوی کے درمیان جدائی کرا دی تھی اور (لعان سے پہلے) فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ تو کیا تم میں سے ایک (جو واقعی گناہ میں مبتلا ہو) رجوع کرے گا؟'' لیکن ان دونوں نے انکار کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان میں جدائی کر دی۔ (بخاری:5311)

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ

''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم شدید مشقت میں پڑ جاتے) اور یہ کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا،

ع 1 10 7

حَكِيْمٌ﴾

کمال حکمت والا ہے'' (10)

سوال 1: اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو لعان کے معاملے کا کیا نتیجہ نکلتا، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْلَا ... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم شدید مشقت میں پڑ جاتے)'' اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو تم میں جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جاتا۔

(2) شرط کا جواب محذوف ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل نہ ہوتا تو دونوں لعان کرنے والوں میں سے جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو جاتا جس کی اس نے دعا کی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے کہ اس نے یہ حکم نازل فرمایا جو میاں بیوی کے ساتھ مختص ہے کیونکہ اس حکم کی سخت ضرورت تھی، نیز اس نے تمہارے سامنے زنا اور قذف کی قباحت اور شدت کو واضح کیا اور اس نے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کو مشروع فرمایا۔ (تفسیر سعدی:1802/2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور یہ کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لعان جیسا مسئلہ واضح کرکے غیرت مندوں کے لیے آسان قانون بنا دیا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ تواب ہے، وہ موقع دیتا ہے کہ جو توبہ کرنا چاہے وہ توبہ کرلے اور اس کے قوانین عدل پر مبنی ہیں۔ یہ اس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے قوانین کے ذریعے سے دلوں کو گناہوں کے برے اثرات سے بچا کر توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور گناہ گار انسانوں کو پاک کردیتا ہے۔ الحمد للہ

سوال 2: لعان کی اہم صفات کون سی ہیں؟

جواب: (1) لعان گھر بیٹھے آپس میں نہیں ہوسکتا، عدالت جانا ضروری ہے۔

(2) اگر عورت پر الزام لگایا جائے یا بچے کا نسب تسلیم نہ کیا جائے تو لعان کے مطالبے کا حق عورت کو بھی ہے۔

(3) اگر تہمت لگانے کے بعد شوہر پہلوتہی کرلے تو قید ہوگا۔ (4) اگر تہمت لگانے کے بعد شوہر مان لے کہ وہ جھوٹا ہے تو اس پر حد قذف عائد ہوگی۔ (5) اگر عورت لعان سے پہلوتہی کرے تو قید ہوگی جب تک کہ لعان نہ کرے یا زِنا کا اقرار نہ کرے۔ (6) عورت کے حاملہ ہونے کی صورت میں مرد بچے سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

(7) مطلقہ بیوی پر تہمت کی صورت میں لعان نہیں ہوگا۔

سوال 3: اگر مرد اور عورت دونوں ہی لعان کرلیں تو کیا نتائج نکلیں گے؟

جواب: (1) لعان کے بعد عورت اور مرد کسی سزا کے مستحق نہیں رہے۔ (2) مرد بچے کے نسب کا منکر ہو تو بچہ صرف ماں کا قرار پائے گا۔ (3) عورت کو زانیہ اور بچے کو ولدِ زِنا کہنے کا کسی کو حق نہیں ہوگا۔

سوال 4: لعان کے بعد علیحدگی کیسے ہوگی؟

جواب: (1) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ علیحدگی خود ہی ہو جائے گی۔ (2) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عدالت کرائے گی۔

سوال 5: کیا لعان کے بعد دوبارہ پھر مل جانا ممکن ہے؟

جواب: لعان کے بعد حد قذف نافذ ہوگی تو دوبارہ مل سکتے ہیں یہ رائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ہے۔ دوبارہ مل جانا ممکن نہیں، یہ رائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔

سوال 6: لعان اور قذف میں کیا فرق ہے؟

جواب: لعان شوہر کی تہمت پر ہوتا ہے۔ حد قذف غیر آدمی کی تہمت پر لگائی جاتی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

''یقیناً جو بہتان گھڑ لائے ہیں بلاشبہ وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے، تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے،

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ

ان میں سے ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے گناہ میں سے کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا

لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' (11)

سوال 1: واقعہ افک کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... عَظِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ﴾ ''یقیناً جو بہتان گھڑ لائے ہیں'' یعنی جن لوگوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹا الزام لگایا۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(غیبت یہ ہے کہ) تم اپنے بھائی کے اس عیب کا ذکر کرو کہ جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے کہ اگر واقعی وہ عیب اس میں ہو جو میں کہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر وہ عیب اس میں ہے جو تم کہتے ہو تبھی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو پھر تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔'' (مسلم: 6593)

(3) ﴿عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ ''بلاشبہ وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے'' یعنی وہ گروہ منافقین کا ہے جن میں کچھ سچے مومن بھی شامل ہیں جو منافقوں کے جال میں آ گئے۔

(4) ﴿عُصْبَةٌ﴾ سے مراد گروہ، جماعت ہے کیونکہ گروہ یا جماعت کے لوگ ایک دوسرے کے لیے عصبیت کا باعث ہوتے ہیں۔ (5) یہ اس بہتان کا مقدمہ ہے جو دنیا کی معزز ترین خاتون سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا۔ یہ آیت اور اس کے بعد والی نو آیات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئیں۔

(6) سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالا کرتے تھے اور جس کا نام آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے ساتھ سفر میں لے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جاتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک غزوہ کے موقع پر جب آپ نے قرعہ ڈالا تو میرا نام نکلا اور میں آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں روانہ ہوئی۔ یہ واقعہ پردہ کے حکم کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ چنانچہ مجھے ہودج سمیت اٹھا کر سوار کر دیا جاتا اور اسی کے ساتھ اتارا جاتا۔ اس طرح ہم روانہ ہوئے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ اپنے اس غزوہ سے فارغ ہو گئے تو واپس ہوئے۔ واپسی میں اب ہم مدینہ کے قریب تھے (اور ایک مقام پر پڑاؤ تھا) جہاں سے آپ ﷺ نے کوچ کا رات کے وقت اعلان کیا۔ کوچ کا اعلان ہو چکا تھا تو میں کھڑی ہوئی اور تھوڑی دور چل کر لشکر کی حدود سے آگے نکل گئی۔ پھر قضائے حاجت سے فارغ ہو کر میں اپنی سواری کے پاس پہنچی۔ وہاں پہنچ کر جو میں نے اپنا سینہ ٹٹولا تو ظفار (یمن کا ایک شہر) کے مہرہ کا بنا ہوا میرا ہار غائب تھا۔ اب میں پھر واپس ہوئی اور اپنا ہار تلاش کرنے لگی۔ اس تلاش میں دیر ہو گئی۔ انہوں نے بیان کیا کہ جو لوگ مجھے سوار کیا کرتے تھے وہ آئے اور میرے ہودج کو اٹھا کر انہوں نے میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ انہوں نے سمجھا کہ میں ہودج کے اندر ہی موجود ہوں۔ ان دنوں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ ان کے جسم میں زیادہ گوشت نہیں ہوتا تھا کیونکہ بہت معمولی خوراک انہیں ملتی تھی۔ اس لیے اٹھانے والوں نے جب اٹھایا تو ہودج کے ہلکے پن میں انہیں کوئی فرق معلوم نہیں ہوا۔ یوں بھی اس وقت میں ایک کم عمر لڑکی تھی۔ غرض اونٹ کو اٹھا کر وہ بھی روانہ ہو گئے۔ جب لشکر گزر گیا تو مجھے بھی اپنا ہار مل گیا۔ میں جب ہار لے کر پلٹی تو وہاں کوئی بھی نہ تھا، نہ پکارنے والا نہ جواب دینے والا۔ اس لیے میں وہاں آئی جہاں میرا اصل ڈیرہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جلد ہی میرے نہ ہونے کا انہیں علم ہو جائے گا اور مجھے لینے کے لیے وہ واپس لوٹ آئیں گے۔ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔ صفوان بن معطل سلمی الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے (تاکہ لشکر کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو تو وہ اٹھا لیں) انہوں نے ایک سوئے انسان کا سایہ دیکھا اور جب (قریب آ کر) مجھے دیکھا تو پہچان گئے پردہ سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ مجھے جب وہ پہچان گئے تو اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنا شروع کیا اور ان کی آواز سے میں جاگ اٹھی اور فوراً اپنی چادر سے میں نے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اللہ کی قسم! میں نے ان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ سوا انا اللہ کے میں نے ان کی زبان سے کوئی لفظ سنا۔ وہ سواری سے اتر گئے اور اسے انہوں نے بٹھا کر اس کی اگلی ٹانگ کو موڑ دیا (تاکہ بغیر کسی مدد کے ام المؤمنین اس پر سوار ہو سکیں) میں اٹھی اور اس پر سوار ہو گئی۔ اب وہ سواری کو آگے سے پکڑے ہوئے لے کر چلے۔ جب ہم لشکر کے قریب پہنچے تو ٹھیک دوپہر کا وقت تھا۔ لشکر پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا۔ اصل میں تہمت کا بیڑا عبداللہ بن ابی ابن سلول (منافق) نے اٹھا رکھا تھا۔ عروہ نے بیان کیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس تہمت کا چرچا کرتا اور اس کی مجلسوں میں اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا تذکرہ ہوا کرتا۔ وہ اس کی تصدیق کرتا' خوب غور اور توجہ سے سنتا اور پھیلانے کے لیے خوب کھود کرید کرتا۔ عروہ نے پہلی سند کے حوالے سے یہ بھی کہا کہ حسان بن ثابت' مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے سوا تہمت لگانے میں شریک کسی کا بھی نام نہیں لیا کہ مجھے ان کا علم ہوتا۔ اگرچہ اس میں شریک ہونے والے بہت سے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (کہ جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ بہت سے ہیں) لیکن اس معاملہ میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ عروہ نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر بڑی خفگی کا اظہار کرتی تھیں۔ اگر ان کے سامنے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا جاتا' آپ فرماتیں کہ یہ شعر حسان ہی نے کہا ہے کہ "میرے والد اور میرے والد کے والد اور میری عزت' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لیے تمہارے سامنے ڈھال بنی رہے گی۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر ہم مدینہ پہنچ گئے اور وہاں پہنچتے ہی میں بیمار ہو گئی تو ایک مہینے تک بیمار ہی رہی۔ اس عرصہ میں لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی افواہوں کا بڑا چرچا رہا لیکن میں ایک بات بھی نہیں سمجھ رہی تھی البتہ اپنے مرض کے دوران ایک چیز سے مجھے بڑا شبہ ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ محبت و عنایت میں نہیں محسوس کرتی تھی جس کو پہلے جب بھی بیمار ہوتی میں دیکھ چکی تھی۔ آپ میرے پاس تشریف لاتے، سلام کرتے اور دریافت فرماتے کیسی طبیعت ہے؟ صرف اتنا پوچھ کر واپس تشریف لے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے مجھے شبہ ہوتا تھا لیکن شر (جو پھیل چکا تھا) اس کا مجھے کوئی احساس نہیں تھا۔ مرض سے جب افاقہ ہوا تو میں ام مسطح کے ساتھ مناصع کی طرف گئی۔ مناصع (مدینہ کی آبادی سے باہر) ہمارے رفع حاجت کی جگہ تھی۔ ہم یہاں صرف رات کے وقت جاتے تھے۔ یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب بیت الخلاء ہمارے گھروں کے قریب بن گئے تھے۔ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ ابھی ہم عرب قدیم کے طریقے پر عمل کرتے اور میدان میں رفع حاجت کے لیے جایا کرتے تھے اور ہمیں اس سے تکلیف ہوتی تھی کہ بیت الخلاء ہمارے گھروں کے قریب بنائے جائیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ الغرض میں اور ام مسطح (رفع حاجت کے لیے) گئے۔ ام مسطح ابی رہم بن عبدالمطلب بن عبد مناف کی بیٹی ہیں۔ ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی ہیں اور وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ انہی کے بیٹے مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر میں اور ام مسطح حاجت سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف واپس آ رہے تھے کہ ام مسطح اپنی چادر میں الجھ گئیں اور ان کی زبان سے نکلا کہ مسطح ذلیل ہو۔ میں نے کہا' آپ نے بری بات زبان سے نکالی' ایک ایسے شخص کو آپ برا کہہ رہی ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہو چکا ہے۔ انہوں نے اس پر کہا: کیوں مسطح کی باتیں تم نے نہیں سنیں؟ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ بیان کیا' پھر انہوں نے تہمت لگانے والوں کی باتیں سنائیں۔ بیان کیا کہ ان باتوں کو سن کر میرا مرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بڑھ گیا۔ جب میں اپنے گھر واپس آئی تو نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور سلام کے بعد دریافت فرمایا کہ کیسی طبیعت ہے؟ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے؟ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ ان سے اس خبر کی تصدیق کروں گی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے اپنی والدہ سے (گھر جا کر) پوچھا کہ آخر لوگوں میں کس طرح کی افواہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ بیٹی! فکر نہ کر، اللہ کی قسم! ایسا شاید ہی کہیں ہوا ہو کہ ایک خوبصورت عورت کسی ایسے شوہر کے ساتھ ہو جو اس سے محبت بھی رکھتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور پھر اس پر تہمتیں نہ لگائی گئی ہوں، اس کی عیب جوئی نہ کی گئی ہو۔ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ میں نے اس پر کہا کہ سبحان اللہ (میری سوکنوں سے اس کا کیا تعلق) اس کا تو عام لوگوں میں چرچا ہے۔

انہوں نے بیان کیا کہ ادھر پھر جو میں نے رونا شروع کیا تو رات بھر روتی رہی اسی طرح صبح ہو گئی اور میرے آنسو کسی طرح نہ تھمتے تھے اور نہ نیند ہی آتی تھی۔ بیان کیا کہ ادھر رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنی بیوی کو علیحدہ کرنے کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے بلایا کیونکہ اس سلسلے میں اب تک آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ بیان کیا کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو نبی کریم ﷺ کو اسی کے مطابق مشورہ دیا جو وہ آپ ﷺ کی بیوی (مراد خود اپنی ذات سے ہے) کی پاکیزگی اور آپ ﷺ کی ان سے محبت کے متعلق جانتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ آپ کی بیوی میں مجھے خیر و بھلائی کے سوا اور کچھ معلوم نہیں ہے لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے اور عورتیں بھی ان کے علاوہ بہت ہیں۔ آپ ان کی باندی (بریرہ رضی اللہ عنہا) سے بھی دریافت فرمالیں وہ حقیقت حال بیان کردے گی۔ بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے دریافت فرمایا: ''کیا تم نے کوئی ایسی بات دیکھی ہے جس سے تمہیں (عائشہ پر) شبہ ہوا ہو؟'' بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! میں نے ان کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو بری ہو۔ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ایک نوعمر لڑکی ہیں، آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آکر اسے کھا جاتی ہے۔

انہوں نے بیان کیا کہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی (منافق) کا معاملہ رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے گروہ مسلمین! اس شخص کے بارے میں میری کون مدد کرے گا جس کی اذیتیں اب میری بیوی کے معاملے تک پہنچ گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اپنی بیوی میں خیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں دیکھی اور نام بھی ان لوگوں نے ایک ایسے شخص (صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو ام المؤمنین کو اپنے اونٹ پر لائے تھے) کا لیا ہے جس کے بارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بھی میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ وہ جب بھی میرے گھر آئے تو میرے ساتھ ہی آئے۔'' ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو اشہل کے ہم رشتہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: میں، یارسول اللہ ﷺ! آپ کی مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس کا ہوا تو میں اس کی گردن ماردوں گا اور اگر وہ ہمارے قبیلہ کا ہوا آپ ﷺ کا اس کے متعلق بھی جو حکم ہوگا ہم بجالائیں گے۔ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ اس پر قبیلہ خزرج کے ایک صحابی کھڑے ہوئے۔ حسان کی والدہ ان کی چچازاد بہن تھیں یعنی سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ وہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے اور اس سے پہلے بڑے صالح اور مخلصین میں تھے لیکن آج قبیلہ کی حمیت ان پر غالب آگئی۔ انہوں نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: اللہ کی قسم! تم جھوٹے ہو، تم اسے قتل نہیں کر سکتے، اور نہ تمہارے اندر اتنی طاقت ہے۔ اگر وہ تمہارے قبیلہ کا ہوتا تو تم اس کے قتل کا نام نہ لیتے۔ اس کے بعد سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی تھے کھڑے ہوئے اور سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: اللہ کی قسم! تم جھوٹے ہو، ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ اب اس میں شبہ نہیں رہا کہ تم بھی منافق ہو، تم منافقوں کی طرف سے مدافعت کرتے ہو۔ اتنے میں اوس و خزرج کے دونوں قبیلے بھڑک اٹھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپس ہی میں لڑ پڑیں گے۔ اس وقت تک رسول اللہ ﷺ منبر پر ہی تشریف فرما تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ سب کو خاموش کرانے لگے۔ سب حضرات چپ ہو گئے اور آپ ﷺ بھی خاموش ہو گئے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں اس روز پورا دن روتی رہی۔ نہ میرا آنسو تھمتا تھا اور نہ آنکھ لگتی تھی۔ بیان کیا کہ صبح کے وقت میرے والدین میرے پاس آئے۔ دو راتیں اور ایک دن میرا روتے ہوئے گزر گیا تھا۔ اس پورے عرصہ میں نہ میرا آنسو رکا اور نہ نیند آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ابھی میرے والدین میرے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے اور میں روئے جارہی تھی کہ قبیلہ انصار کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے انہیں اجازت دے دی اور وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگیں۔ بیان کیا کہ ہم ابھی اسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ بیان کیا کہ جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی، آپ ﷺ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ ایک مہینہ گزر گیا تھا اور میرے بارے میں آپ کو وحی کے ذریعہ کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔ بیان کیا کہ بیٹھنے کے بعد آپ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا: ''امابعد، اے عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں اس اس طرح کی خبریں ملی ہیں، اگر تم واقعی اس معاملہ میں پاک وصاف ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری پاکی خود بیان کردے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

گا لیکن اگر تم نے کسی گناہ کا قصد کیا تھا تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت چاہو اور اس کے حضور میں توبہ کرو کیونکہ بندہ جب (اپنے گناہوں کا) اعتراف کر لیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔"

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کلام پورا کر چکے تو میرے آنسو اس طرح خشک ہو گئے کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے پہلے اپنے والد سے کہا کہ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے کلام کا جواب دیں۔ والد نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے کیا کہنا چاہیے۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اس کا جواب دیں۔ والدہ نے بھی یہی کہا، اللہ کی قسم! مجھے کچھ نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے کیا کہنا چاہیے۔ اس لیے میں نے خود ہی عرض کیا حالانکہ میں بہت کم عمر لڑکی تھی اور قرآن مجید بھی میں نے زیادہ نہیں پڑھا تھا: اللہ کی قسم! مجھے بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں نے اس طرح کی افواہوں پر کان دھرا اور بات آپ لوگوں کے دلوں میں اتر گئی اور آپ لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ میں اس تہمت سے بری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر اس گناہ کا اقرار کر لوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ لوگ اس کی تصدیق کرنے لگ جائیں گے۔ پس اللہ کی قسم! میری اور لوگوں کی مثال یوسف علیہ السلام کے والد جیسی ہے جب انہوں نے کہا تھا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ "پس صبر جمیل بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی مدد درکار ہے اس بارے میں جو کچھ تم کہہ رہے ہو" (یوسف:18) پھر میں نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اللہ خوب جانتا تھا کہ میں اس معاملہ میں قطعاً بری تھی اور وہ خود میری برأت ظاہر کرے گا کیونکہ میں واقعی بری تھی لیکن اللہ کی قسم! مجھے اس کا کوئی وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ قرآن مجید میں میرے معاملے کی صفائی اتارے گا کیونکہ میں اپنے کو اس سے بہت کمتر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں خود کوئی کلام فرمائے' مجھے تو صرف اتنی امید تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب دیکھیں گے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ میری برأت کر دے گا لیکن اللہ کی قسم! ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھے بھی نہیں تھے اور نہ اور کوئی گھر کا آدمی وہاں سے اٹھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی اور آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی کی شدت میں طاری ہوتی تھی۔ موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے گرنے لگے حالانکہ سردی کا موسم تھا۔ یہ اس وحی کی وجہ سے تھا جو آپ پر نازل ہو رہی تھی۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرما رہے تھے۔ سب سے پہلا کلمہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا: "مبارک ہو عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل فرما دی ہے۔" اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد نبی ﷺ نے دس آیتیں سنائیں۔ میری والدہ نے مجھ سے کہا: اٹھو اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا: نہ اُن کا شکریہ ادا کروں گی نہ آپ دونوں کا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے میری برأت نازل فرمائی۔ آپ لوگوں نے تو بہتان کا انکار تک نہ کیا۔ (بخاری: 4141، 4757)

(7) ﴿لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے'' اس واقعے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاک دامنی کا اعلان رب العزت نے فرمایا کہ یہ بہت بڑی خیر ہے۔

(8) یہ واقعہ اس لیے بھی خیر کا سبب بنا کہ اس طرح کے واقعات قیامت تک انسانی معاشروں میں پیش آتے رہیں گے اور ان کے حل کی انسانوں کو ضرورت ہے۔ انسان اس کے محتاج تھے، اللہ رب العزت نے وضاحت فرما دی اس لیے اسے اپنے حق میں خیر سمجھو۔

(9) اگر یہ بہتان منافقوں نے نہ لگایا ہوتا تو اس سے یہ عظیم خیر نہ حاصل ہوتی۔ یہ واقعہ سبب بنا یقیناً اس میں مسلمانوں کو کافی پریشانی کا بھی سامنا کرنا پڑا مگر نتائج کے اعتبار سے اس واقعے میں بڑی خیر ہے۔

(10) اہل ایمان کا ایک دوسرے پر عیب لگانا خود اپنے اوپر عیب لگانا ہے۔ جیسے وہ چاہتا ہے کہ کوئی اس کی عزت پر عیب نہ لگائے اسے یہ بھی ناپسند ہونا چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کی عزت پر عیب نہ لگائے۔

(11)(i) منافقین نے مسلمانوں کے اخلاق پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی لیکن ثابت یہ ہوا کہ

(الف) مسلمان بُرائیوں سے پاک ہیں۔ (ب) مسلمان انصاف پسند ہیں۔

(ج) مسلمان صبر و تحمل سے کام لینے والے ہیں۔ آپ ﷺ کے اشارے پر گردنیں اُڑائی جا سکتی تھیں لیکن آپ ﷺ نے صبر سے سب کچھ برداشت کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہی خاندان کے مسطح کی امداد تک بند نہیں کی۔ ازواج مطہرات میں سے کسی نے سوکن کی بدنامی میں حصہ نہیں لیا۔ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے واقعہ افک میں نمایاں حصہ لیا تھا لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اُن سے ہمیشہ تواضع سے پیش آتی رہیں۔ یوں مسلمانوں کا اخلاقی تفوق نمایاں ہو گیا۔

(ii) اس واقعے کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سے قوانین ملے اور مسلمان معاشرے کو بُرائیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اُصول ملے۔ (iii) مسلمانوں کو یہ علم ہو گیا کہ کوئی غیب دان نہیں ہوتا۔ (iv) اس وجہ سے کرب اور صدمے کا عظیم ثواب ملا۔ (v) اس کی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل ہوئی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کا خاندان نمایاں ہو گیا۔

(12) ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ﴾ ''ان میں سے ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے گناہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے کمایا"یعنی جس نے بھی اس الزام تراشی اور سازشوں کی مہم میں کلام کیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا اس نے گناہ کمایا انہیں عنقریب اس کی سزا دی جائے گی۔

(13)﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ﴾"اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس آیت میں ﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ﴾ سے مراد عبداللہ بن ابی ابن سلول (رئیس المنافقین) ہے۔(بخاری، کتاب التفسیر)

(14) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس طوفان کا چرچا (مسلمانوں میں سے) دو مرد کرنے والے تھے۔ مسطح بن اثاثہ اور حسان بن ثابت اور تیسرا عبداللہ بن ابی سلول منافق تھا جو کرید کرید کر پوچھتا اور پھر اس پر حاشیے چڑھاتا۔ وہی اس طوفان کا بانی اور مبانی تھا۔﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ﴾ سے وہ اور حمنہ بنت جحش مراد ہیں۔(عبداللہ بن ابی منافق کے علاوہ تینوں پر حد قذف لگی تھی)(بخاری کتاب التفسیر:4757)

(15) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میری صفائی و پاکدامنی کی آیت نازل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور اس کا ذکر کیا، قرآن کی تلاوت کی اور منبر سے اترنے کے بعد دو مردوں اور ایک عورت پر حد (قذف) جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ان سب پر حد جاری کردی گئی۔(ابوداود:4474، ترمذی:3181)

(16) مسروق نے بیان کیا کہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یہ شعر پڑھا، عفیفہ اور بڑی عقلمند ہیں کہ ان کے متعلق کسی کو شبہ بھی نہیں گزر سکتا۔ آپ غافل اور پاکدامن عورتوں کا گوشت کھانے سے کامل پرہیز کرتی ہیں، اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، لیکن حسان! تم ایسے نہیں ہو۔ بعد میں، میں نے عرض کیا آپ ایسے شخص کو اپنے پاس آنے دیتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو یہ آیت بھی نازل کر چکا ہے کہ ﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ﴾"اور جس نے ان میں سے سب سے بڑا حصہ لیا" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نابینا ہو جانے سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہوگا، پھر انہوں نے کہا کہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کی ہجو کا جواب دیا کرتے تھے (کیا یہ شرف ان کے لئے کم ہے)۔(بخاری:4756)

(17)﴿لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾"اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے" اس سے مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عظیم عذاب کا مستحق ہوگا جس نے گناہ کا بڑا حصہ کمایا۔ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہمیشہ رہے گا۔

(18) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سات مہلک گناہوں سے بچو۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ کون سے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی کی جان لینا جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن غافل مومن عورتوں کو تہمت لگانا۔"(بخاری:6857)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(19) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی حالانکہ غلام اس تہمت سے بری تھا تو قیامت کے دن اسے کوڑے لگائے جائیں گے سوائے اس کے کہ اس کی بات صحیح ہو۔'' (صحیح بخاری:6858)

سوال 2: سکینڈلز کے کیا نقصانات ہیں اور ان کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟

جواب: (1) سکینڈل دراصل دو افراد کے غلط تعلق کا فسانہ ہوتا ہے۔ یہ کوئی تفریحی مشغلہ نہیں سنگین معاملہ ہے۔ سکینڈلز کے بارے میں اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ (i) اِلزام لگانے والا اگر سچا ہے تو چار گواہ لائے۔ (ii) اِلزام اگر جھوٹا ہے تو اس کی پشت پر 80 کوڑے لگائے جائیں تا کہ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے۔ (iii) یہ الزام اگر شوہر عائد کرے تو عدالت میں جا کر لعان کر کے اپنا معاملہ صاف کرانا ہوگا۔ (iv) کسی کے بارے میں سکینڈل بنانے کے بعد کوئی شخص خیریت سے بیٹھا نہیں رہ سکتا۔ (v) اسلامی معاشرے کو دُنیا میں خیر اور بھلائی بانٹنے والا معاشرہ بنایا گیا ہے اس میں زِنا کے چرچے، دل لگی کے موضوعات نہیں بن سکتے۔

(2) اسلامی نقطہ نظر سے افواہ سازی اور سکینڈلز بنانا جرم عظیم ہے اور اس کو آگے پھیلانا عظیم عذاب کا باعث ہوسکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور مقرب ملائکہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ (3) سکینڈلز بنانے والا لوگوں میں بھی مبغوض ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے نزدیک حقیر ہوتا ہے۔ (4) سکینڈلز کی وجہ سے معاشرے میں فساد پھیلتا ہے اور بے حیائی کی اشاعت ہوتی ہے۔

(5) سکینڈلز بنانے والا مضطرب رہتا ہے۔

(6) سکینڈلز بنانا اور بہتان لگانا منافقوں کی صفات میں سے ہے جو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہیں گے۔

(7)(i) مسلمان کا فرض ہے کہ بری خبر یا بری بات سن کر اسے نہ دہرائے۔ (ii) بری خبر دینے والے سے، برا چرچا کرنے والے سے، سکینڈل بنانے والے سے ثبوت کا مطالبہ کرے۔ (iii) بری خبر دینے والے سے اس کی سچائی کے لیے گواہ کا مطالبہ کرے کیونکہ گواہ لانے کی صورت میں ہی کسی کی بات قابل توجہ ہو سکتی ہے۔

(8)(i) اللہ تعالیٰ نے سکینڈل کی تصویر کشی ایسے کی ہے کہ گویا معاشرے کے افراد کی زبانیں اور کان ہیں، ذہن نہیں ہیں۔ ایک زبان کی بات دوسرے کے کان تک پہنچ رہی ہے اور ذہن تک پہنچے بغیر زبان چل پڑتی ہے اور یوں کان اور زبانیں مصروف ہیں، عقلوں نے کام نہیں کیا۔ (ii) لوگ سوچے سمجھے بغیر، تحقیق کیے بغیر زبان سے وہ باتیں کر رہے تھے جن کا انہیں علم نہیں تھا۔ (iii) لوگ اس بات کو معمولی سمجھ رہے تھے۔ (iv) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فکر کے انتشار کو،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اقداراور معیارات کی تبدیلی کو واضح کیا۔

(9) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ محض کسی کی آبروریزی کرنا ہی جرم نہیں جس پر سوکوڑے یا رجم کی سزا ہے بلکہ کسی کی عزت پر ایسے حملہ آور ہونا، کسی خاندان کی تذلیل اور اہانت کا سامان کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے، اسے ہلکا نہ سمجھیں۔

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ دنیا میں جس بندے کے عیب چھپاتا ہے، قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپائے گا۔'' (صحیح مسلم:6594)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میری بیوی نے کالا لڑکا جنا ہے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ''تمہارے پاس اونٹ ہیں؟'' انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے پوچھا: ''ان کے رنگ کیسے ہیں؟'' انہوں نے کہا کہ سرخ۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ''ان میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے؟'' انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''پھر یہ کہاں سے آگیا؟'' انہوں نے کہا: میرا خیال ہے کہ کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پھر ایسا بھی ممکن ہے کہ تیرے بیٹے کا رنگ بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔'' (بخاری:6847)

﴿لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ

''جب تم نے اسے سنا تو مومن مرد اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے اچھا گمان کیوں نہ کیا

وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ﴾

اور کیوں نہیں کہا کہ یہ کھلا بہتان ہے؟'' (12)

سوال: افواہوں کے بارے میں مومنوں کو جو ادب سکھایا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿لَوْلَآ ... مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے مومنوں کو ادب سکھایا ہے کہ جب وہ اس قسم کی افواہیں سنیں تو ان کا کیا طرز عمل ہونا چاہیے۔

(2) ﴿لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا﴾ ''جب تم نے اسے سنا تو مومن مرد اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے اچھا گمان کیوں نہ کیا'' یعنی اے ایمان والو! جب تم نے بہتان تراشی کی باتیں سنیں تو تم نے اس بہتان کے معاملے کو بڑا سمجھتے ہوئے اس کا انکار کیوں نہ کیا؟ اور اپنے آپ سے نیک گمان کیوں نہ رکھا۔

(3) اپنے آپ سے اچھا گمان کرنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جگہ رکھ کر دیکھتے اور اس بہتان کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تردید کرتے۔(4)یعنی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے اوپر اسے قیاس کیوں نہ کیا کہ جب یہ فعل ان کے لائق نہیں تو ام المومنین کے لائق کیسے ہوسکتا ہے جو ان سے اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔

(5)سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ان کی بیوی نے پوچھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو لوگ افواہ اڑا رہے ہیں تم نے اسے نہیں سنا۔ بولے: ہاں سنا تو ہے مگر سراسر جھوٹ ہے۔ام ایوب (رضی اللہ عنہا) بتاؤ تو سہی کیا تم ایسا کرسکتی ہو؟ بولیں: ہرگز نہیں۔ بھلا یہ کام میرے لائق ہے۔فرمایا: اللہ کی قسم! سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو تم سے بہت ہی اچھی ہیں، وہ کبھی ایسا نہیں کرسکتیں۔ پھر یہ آیت اتری کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اسے اپنے اوپر قیاس کرکے اس بات کو غلط کیوں نہ سمجھا۔(مختصر ابن کثیر:1314/2)(6)﴿وَقَالُوْا﴾''(کیوں نہیں)انہوں نے کہا''یعنی حسن ظن کی بنا پر وہ کہتے۔

(7)﴿هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ﴾''کہ یہ کھلا بہتان ہے''یعنی یہ تو جھوٹ اور کھلا بہتان ہے۔ ایمان والوں پر واجب ہے کہ جب اپنے کسی بھائی کے بارے میں ایسی بات سنیں تو زبان سے برأت کا اظہار کرکے بہتان لگانے والے کو جھوٹا کریں۔

(8)(i)اسلام سننے والے کو خاموش نہیں رہنے دینا چاہتا۔(ii)اسلام گواہ نہ لانے کی صورت میں بری بات کہنے والے کو بلا ثبوت کسی پر عیب لگانے کا مجرم قرار دیتا ہے اور سننے والے پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔(9)(i)حسن ظن حسن عبادت میں سے ہے۔(ii)بدگمانی کرنا اپنے دل کی خرابی کا ثبوت ہے۔(iii)دوسرے کے بارے میں نیک گمان کرنا اپنی نیک دلی کا ثبوت ہے۔(iv)ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کے بارے میں نیک گمان رکھے۔

(10)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''بدگمانی سے بچتے رہو، بدگمانی اکثر تحقیق کے بعد جھوٹی بات ثابت ہوتی ہے اور کسی کے عیوب ڈھونڈنے کے پیچھے نہ پڑو، کسی کے عیوب خواہ مخواہ مت ٹٹولو اور کسی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ بڑھاؤ، اور حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو بلکہ سب اللہ تعالیٰ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔''(بخاری:6066)

﴿لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ

''وہ اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟ تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک

هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾

وہی جھوٹے ہیں''(13)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والوں کو جھوٹا قرار دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿لَوْلَا ... الْكٰذِبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾ ''وہ اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟'' یعنی بہتان لگانے والے اپنے بہتان پر چار گواہ کیوں نہیں لائے جو عادل اور معتبر ہوتے۔ (2) اسلام ثبوت کے لیے چار گواہ لانے کا حکم دیتا ہے۔ (3) ﴿فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ ''تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں'' یعنی چار گواہوں کے بغیر انہیں اپنے بارے میں، اپنی سچائی کے بارے میں یقین بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ جھوٹے ہیں۔ (4) شہادت کے پورے نصاب کے بغیر کسی کی عزت و آبرو پر الزام لگانا جائز نہیں۔

(5) مسلمان کی عزت کی حرمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے چار گواہ نہ لانے والوں کو جھوٹا قرار دیا۔

(6) پاکیزہ ترین لوگوں کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کا معاملہ اتنا آسان نہیں ہے۔ بغیر ثبوت کے اس بہتان کا چرچا ہوا اس کے لیے چونکہ الزام لگانے والے گواہ لے کر نہ آئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں جھوٹا قرار دیا۔ عملاً اُنہوں نے ایک گواہ بھی پیش نہیں کیا تھا۔ (7) حفص بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو سنے اسے (بغیر تحقیق کیے) بیان کردے۔'' (مسلم)

سوال 2: کسی بھی معاشرے کو سکینڈلز سے بچانے اور شرفاء کی عزت پر ہاتھ ڈالنے سے روکنے کے لیے کیا طریقہ کار سکھایا گیا؟

جواب: آئندہ کے لیے کسی بھی معاشرے کو سکینڈلز سے بچانے کے لیے کچھ طریقے سکھائے گئے: (1) اپنی عقل کے سامنے واقعے کو پیش کریں اور نیک گمان کریں۔ (2) بری بات کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کی موجودگی میں ہی یقین کیا جا سکتا ہے۔ (3) اسلامی معاشرے میں کسی پر جھوٹا بہتان باندھنے کے لیے زبان کھلے گی تو پشت ادھیڑ کر رکھ دی جائے گی، اسّی کوڑوں کی سزا زبان بندی کے لیے مجبور کر سکتی ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے معاشرے کی پاکیزگی کے لیے اقدامات کیے۔

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ

''اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات میں جس میں تم پڑ گئے تھے، تمہیں ضرور

فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت بڑا عذاب پہنچتا‘‘(14)

سوال: مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْلَا ... عَظِيمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ’’اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی‘‘ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو اس بہتان طرازی کی وجہ سے تم دنیا اور آخرت میں عظیم عذاب کے مستحق ہو جاتے۔

(2) (i) اس واقعے کے ذریعے اہل مدینہ نے نبی ﷺ کو سخت تکلیف میں مبتلا کیا تھا۔ (ii) نبی ﷺ کے علاوہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ کو سخت تکلیف میں مبتلا کیا گیا۔ (iii) اس شر کی وجہ سے مسلمانوں کے مقدسات کو ہلا کر رکھ دیا گیا۔ (iv) اس شر کا دائرہ کار بہت بڑا تھا۔ منافقین نے نبی ﷺ اور اُن کے اہل خاندان پر، وحی پر اعتماد کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی اور اگر اسلام کی بنیادوں پر ہی اعتماد ختم ہو جاتا تو اسلام ختم ہو جاتا۔ ایسے حالات کا تقاضا یہ تھا کہ فتنے میں مبتلا لوگوں پر سخت عذاب آتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بڑا عذاب دینے کی بات کی ہے۔

(3) ﴿لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ’’تو یقیناً اس بات میں جس میں تم پڑ گئے تھے، تمہیں ضرور بہت بڑا عذاب پہنچتا‘‘ (i) اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو یہ غلطی ایسا نقصان پہنچاتی جس کی تلافی ممکن نہ تھی۔ (ii) اس کے نتیجے میں پورا اسلامی معاشرہ بدگمانیوں کا شکار ہو جاتا۔ (iii) مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے۔ (iv) مسلمان آپس میں لڑ پڑتے۔ (v) جس بڑے مقصد کے لیے مسلمان معاشرے کو وجود میں لایا گیا تھا کہ پوری دنیا سے شرک کے غلبے کو ختم کیا جائے وہ آپس میں لڑ کر ہی ختم ہو جاتا (نعوذ باللہ)۔

(4) اللہ رب العزت کی بے پایاں رحمت تھی کہ اس نے توبہ کا دروازہ کھول دیا اور اسے گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔ (5) بہتان باندھنے والوں میں سے جس کے پاس ایمان تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی وجہ سے اسے توبہ کی توفیق عطا فرمادی، مثلاً مسطح، حسان اور زینب بنت جحش کی بہن حمنہ بنت جحش۔ اور جن منافقوں نے اس بہتان میں حصہ لیا، مثلاً عبداللہ بن ابی سلول اور اس کے ساتھی تو وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں کیونکہ وہ اس بہتان کے مقابلے میں ایمان اور عمل صالح سے محروم تھے۔ (المصباح المنیر 4: 299)

﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ

’’جب تم اسے اپنی زبانوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لے رہے تھے اور اپنے مونہوں سے وہ کہہ رہے تھے جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہ تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾

اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی'' (15)

سوال: ﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ ... عَظِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ﴾ ''جب تم اسے اپنی زبانوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لے رہے تھے'' رب العزت نے ان لوگوں کو مخاطب کیا ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بغیر علم اور تحقیق کے بہتان کو پھیلا رہے تھے۔ تم اسے زبانوں سے نقل در نقل لے رہے تھے اور اس واقعے کو پھیلا رہے تھے۔

(2) ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ مذکورہ بالا آیت ﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ﴾ (جب تم اپنی زبانوں سے اسے منہ در منہ نقل کر رہے تھے) پڑھ رہی تھیں۔ (بخاری: 4752)

(3) ﴿وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ﴾ ''اور اپنے مونہوں سے وہ کہہ رہے تھے جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہ تھا'' تم بغیر علم کے ایک باطل بات کو پھیلا رہے تھے جب کہ دونوں کام حرام ہیں۔

(4) ﴿وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا﴾ ''اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے'' تم معمولی بات سمجھ رہے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے۔

(5) جس معاشرے میں سکینڈلز بنتے ہیں اس میں عزت و آبرو کے معاملے کو قرار واقعی اہمیت نہیں دی جاتی اور اس معاملہ کو ہلکا سمجھا جاتا ہے۔

(6) ﴿وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾ ''حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی'' گناہوں کو ہلکا سمجھنے والوں کا گناہ دگنا چوگنا ہو جاتا ہے اور اس کے لیے دوبارہ گناہ میں مبتلا ہونا آسان ہو جاتا ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ محض کسی کی آبرو ریزی کرنا ہی جرم نہیں جس پر سو کوڑے یا رجم کی سزا ہے بلکہ کسی کی عزت پر ایسے حملہ آور ہونا، کسی خاندان کی تذلیل اور اہانت کا سامان کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اسے ہلکا نہ سمجھیں۔

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے ایک بات زبان سے نکالتا ہے اسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا مگر اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے درجے بلند کر دیتا ہے اور ایک دوسرا بندہ ایک ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے، اسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔'' (بخاری: 6477، 6478)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ لَوۡ لَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَّا یَكُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبۡحٰنَكَ

''اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جونہی تم نے اسے سنا تو کہہ دیا ہوتا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں، تو پاک

هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِیۡمٌ﴾

ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے'' (16)

سوال: ایمان والوں کو بڑوں کے بارے میں اچھا گمان کرنا چاہیے جب ان کے بارے میں کوئی ناشائستہ بات کہی جائے، اس کی وضاحت ﴿وَلَوۡلَاۤ... عَظِیۡمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ﴾ ''اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جونہی تم نے اسے سنا'' رب العزت نے ایمان والوں کو ادب سکھایا ہے کہ انہیں بڑوں کے بارے میں اچھا گمان کرنا چاہیے جب ان کے بارے میں کوئی ناشائستہ اور بے ہودہ بات کہی جائے۔

(2) ﴿قُلۡتُمۡ مَّا یَكُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا﴾ ''کہہ دیا ہوتا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں'' یعنی جب تم نے بہتان تراشوں کی باتیں سنیں تو اس معاملے کو بڑا سمجھتے ہوئے کیوں نہ کہا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہم الزام تراشی کریں اور اس بہتان سے محظوظ ہوں جسے منافقوں نے گھڑا ہے۔

(3) مسلمانوں کو بے ہودہ باتوں کا چرچا نہیں کرنا چاہیے اور نہ کسی سے ذکر کرنا چاہیے۔

(4) پہلے یہ سرزنش کی گئی کہ اس بات کو سن کر تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا۔ اور اب دوبارہ یہ سرزنش کی جا رہی ہے کہ جب یہ بات دنیا کی بہترین عورت کے بارے میں کہی گئی جو کسی طرح بھی درست نہ تھی تو زیادہ مناسب یہی تھا کہ ان کے بارے میں نیک گمان کیا جاتا اور دل میں اس کے سوا اور کوئی بات لائی ہی نہ جاتی اور اگر دل میں کوئی وسوسہ یا خیال آتا بھی تو زبان سے اس کا اظہار نہیں ہونا چاہیے تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کو خیالات فاسدہ کی حد تک معاف کیا ہے، جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے یا اسے زبان سے ادا نہ کرے۔''

(بخاری: 5269) (المصباح المنیر: 301/4)

(5) ﴿سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِیۡمٌ﴾ ''تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے'' یعنی اے رب! تیری ذات پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے جو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ پر لگایا گیا۔

(6) یعنی تامل، تذبذب کیسا، سرے سے تحقیق ہی کی کیا ضرورت تھی تمہیں سنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھ کر انکار کر دینا چاہیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ سر ولیم میور کا شمار اسلام و شارع اسلام کے دوستوں میں نہیں، مخالفوں میں ہے باوجود اس کے ان کو اقرار ہے کہ "عائشہ کی سیرت سے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی زندگی واقعہ سے قبل بھی اور بعد بھی اس پر گواہ ہے کہ ہم انہیں اس الزام سے بالکل بری یقین کریں۔" (لائف آف محمد: 304،303) (تفسیر ماجدی: 446/3)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دس آیات نازل کر کے ان کی برأت کا اعلان کیا جس نے ان کے فضل اور عزت کو بڑھا دیا۔

﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

"اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ تم دوبارہ کبھی اس طرح کا کام کرو، اگر تم مومن ہو" (17)

سوال: اللہ تعالیٰ نے عظیم غلطی پر مسلمانوں کو جو تنبیہ کی ہے، اس کی وضاحت ﴿يَعِظُكُمُ ... مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا﴾ "اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ تم دوبارہ کبھی اس طرح کا کام کرو" (i) اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر ایمان والے ہو تو ایسی حرکت کبھی نہ کرنا۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ایمان کو بیدار کیا ہے کہ یہ تمہارے ایمان کا تقاضا ہے کہ آئندہ ایسی حرکت ہرگز نہ کرنا۔

(2) اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے روکتا ہے کہ تم بدکاری کے بہتان جیسے گناہ کو کبھی دوبارہ کرو۔ رب العزت کا احسان ہے کہ اس نے نصیحت کی ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے بہت اچھی نصیحت کرتا ہے۔" (النساء: 58)

(3) ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ "اگر تم مومن ہو" یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی پاک شریعت پر ایمان رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتے ہو تو آئندہ ایسا کبھی نہ کرنا۔

﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

"اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے" (18)

سوال 1: ﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ ... حَكِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ﴾ "اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات صاف صاف بیان کرتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنے احکامات کو خوب اچھی طرح واضح کر رہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کامل علم والا ہے۔ وہ تمہارے افعال کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی نہیں۔ وہ حکیم ہے، اس کی حکمت عام ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''علیم'' اور ''حکیم'' کو کیسے سمجھایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اپنی صفت علیم کو سمجھایا ہے کہ (i) اللہ تعالیٰ نیتوں کے حال جانتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ کس نے اس معاملے میں کتنا حصہ لیا؟ (iii) اللہ تعالیٰ لوگوں کے مقاصد کو بھی جانتا ہے۔ (iv) اللہ تعالیٰ دلوں کے خفیہ راز جانتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی حکمت عام ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کے مطابق ان سے معاملہ کرتا ہے۔

(3)(i) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ وہ حکیم ہے، اس نے جو تدابیر اختیار کی ہیں وہ حکمت پر مبنی ہیں۔ (ii) وہ حکیم ہے، اس نے اس موقع پر جو قانون دیا ہے وہ گہری حکمت پر مبنی ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے ساتھ لوگوں کی اصلاح اور کامیابی چاہتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي

''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے بلاشبہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے

الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (19)

سوال: بری بات کو پھیلانا حرام ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے'' جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے اور برائی کی اشاعت ہو۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو جس کا تم علم ہی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں رکھتے۔'' (الاعراف:33)

(3)﴿اَلْفَاحِشَةُ﴾(i)فاحشہ سے مراد بے حیائی ہے۔(ii)قرآن حکیم نے بدکاری کو بھی فاحشہ قرار دیا ہے۔
(iii)اللہ تعالیٰ نے بدکاری کے الزام کی تشہیر کو بھی بے حیائی قرار دیا ہے۔

(4)رب العزت نے ہدایت دی ہے کہ اگر کوئی بری بات سنے اور اس کے دماغ میں بیٹھ جائے اور کسی سے اس کا ذکر کر دے تو اسے پھیلائے نہیں کہ ہر کسی سے بیان کرتا پھرے۔ بری بات کا پھیلانا حرام ہے کیونکہ اسی سے سزا ملتی ہے۔

(5)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن نہ تو طعنہ دینے والا ہے، نہ لعنت کرنے والا اور نہ فحش بکنے والا اور نہ بیہودہ گو۔'' (ترمذی:1977)

(6)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند اور کوئی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اپنی تعریف پسند کرنے والا نہیں ہے۔'' (بخاری:5220)

(7)(i)بے حیائی پھیلانے والے اداروں میں کام کرنے والے ملازمین بھی بے حیائی پھیلانے کے جرم میں برابر کے شریک ہیں۔(ii)بے حیائی پھیلانے میں جن اخبارات و رسائل اور لٹریچر کا ہاتھ ہے وہ گھروں کے اندر آ کر فحاشی کی اشاعت کا سبب بنتے ہیں اس میں گھر والے بھی برابر کے شریک ہوجاتے ہیں۔(iii)بے حیائی پھیلانے والے تمام ذرائع اگر گھروں کے اندر بے حیائی پھیلا رہے ہیں تو گھر والے بھی جرم میں برابر کے شریک ہیں۔

(8)﴿لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾''ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے'' یعنی قلب و بدن کو سخت تکلیف دینے والا عذاب اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس نے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ دھوکہ کیا، ان کے لئے برا چاہا اور ان کی عزت و ناموس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کی۔ صرف فواحش کی اشاعت کی خواہش اور دل میں ان کی چاہت کی بنا پر اتنی بڑی وعید سنائی ہے، تو ان امور پر وعید کا کیا حال ہوگا جو اس سے زیادہ بڑے ہیں۔ مثلاً فواحش کا اظہار اور ان کو نقل کرنا، خواہ فواحش صادر ہوں یا صادر نہ ہوں۔ یہ تمام احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے رحمت اور ان کی عزت و ناموس کی حفاظت ہیں۔ جس طرح اس نے ان کی جان و مال کی حفاظت کی اور ان کو ایسے امور کا حکم دیا جو خالص اور باہمی محبت کا تقاضا ہیں، نیز انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور وہ کچھ ان کے لئے بھی ناپسند کریں جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1808/2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری تمام امت کو معاف کیا جائے گا سوا گناہوں کو کھلم کھلا کرنے والوں کے اور گناہوں کو کھلم کھلا کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک شخص رات کو کوئی (گناہ کا) کام کرے اور اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ کو چھپا دیا ہے مگر صبح ہونے پر وہ کہنے لگے کہ اے فلاں! میں نے کل رات فلاں فلاں برا کام کیا تھا۔ رات گزر گئی تھی اور اس کے رب نے اس کا گناہ چھپائے رکھا، لیکن جب صبح ہوئی تو وہ خود اللہ تعالیٰ کے پردے کو کھولنے لگا۔'' (بخاری:6069، مسلم:2990)

(10) ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے، تمہیں معلوم نہیں اس لیے اپنے کام اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دو، راہ پا جاؤ گے۔ (مختصر ابن کثیر:1317/2)

(11) یعنی یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ان فحاشی کے کاموں کا دائرہ اثر کتنا وسیع ہے اور ان کی زد کہاں کہاں تک پہنچتی ہے۔ کس طرح چند لوگوں کی فحاشی سے یا فحاشی کی افوائیں پھیلانے سے پوری قوم کا اخلاق تباہ و برباد ہوتا ہے۔ بدکار لوگوں کو بدکاری کے نئے نئے مراکز کیسے مہیا ہوتے ہیں۔ نیز نئی نسلوں کے ذہنوں میں جب ابتداء میں ہی فحاشی بھر دی جائے تو کس طرح پوری قوم اللہ تعالیٰ اور روز آخرت سے غافل ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمان بن جاتی ہے۔ یہ باتیں تم نہیں جان سکتے۔ (تیسیر القرآن:252/3)

(12) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زمین میں دھنسنا اور صورت کا بدلنا اور پتھروں کا آسمان سے برسنا اس امت کے آخر میں ہوگا۔'' انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے باوجود اس کے کہ ہم میں صالحین موجود ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں جب کہ خباثت یعنی فسق و فجور غالب ہو جائے۔'' (ترمذی:2185)

(13) اللہ تعالیٰ نے معاشرے کے اندر بے حیائی کو روٹین سمجھنے اور کلچر کے نام پر اس کی تشہیر کے لیے Relaxation چاہنے والوں سے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے یوں انسان کو لاعلم اور جاہل قرار دے کر خاموش کروا دیا گیا ہے۔

ع 2/10/8 النصف

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے'' (20)

سوال: توبہ اور حد اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیاں ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ...رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت نے تمھیں گھیر رکھا ہے۔ اس نے تمھارے سامنے اپنے احکامات واضح کیے، ان کی حکمتیں بیان کیں، اس نے گناہ گاروں کو مہلت دی، ان سے توبہ قبول کی۔ اس نے تمھارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کو جمع کر دیا۔ (2) اگر اس کی رحمت نہ ہوتی تو وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول نہ کرتا۔

(3) اس نے اپنے فضل اور رحمت سے بعض لوگوں کو اسی کوڑے لگوا کر پاک کر دیا۔

(4) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا تذکرہ اس لیے کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے رحم کرنے والا ہے، اُن کے لیے ترس کھانے والا ہے، اُن پر شفقت کرنے والا ہے کیونکہ غلطی انسانوں سے ہوتی ہے اور مسلمان اپنی غلطی پر پشیمان ہو کر توبہ کر لیتے ہیں۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو اور جو شخص شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کرے گا

فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ

تو بلاشبہ وہ اسے بے حیائی اور بُرائی کا حکم دے گا اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی

مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

پاک نہ ہو پاتا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (21)

سوال: شیطان کے نقشِ قدم پر چلنے کی ممانعت کی وضاحت ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے لوگو! جنھوں نے اپنے رب کو مان لیا اور اس کی تصدیق کی۔

(2) ﴿لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ ''تم شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو'' یعنی شیطان کے راستوں، اس کے نقشِ قدم اور اس کی باتوں پر نہ چلو۔

(3) شیطان اپنے قدم یعنی وسوسے انسان کے دل میں رکھتا ہے۔ شیطان کے قدم یعنی وسوسے کے پیچھے اپنا خیال رکھ دینا یعنی جو خیال شیطان ڈالے پیچھے پیچھے وہی سوچنے لگ جانا شیطان کے قدموں کی پیروی کرنا ہے مثلاً شیطان نے دل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کسی کے خلاف کوئی برا خیال ڈالا ہے تو انسان اس برے خیال پر غور وفکر کرنے لگ جائے پھر اس کے دل میں تلخی پیدا ہو جائے یہ تلخی بدگمانی میں بدل جائے تو یہ شیطان کے قدم کے پیچھے اپنے شعور کے قدم رکھتے جانا یعنی شیطان کے قدموں کی پیروی کرنا ہے۔

(4)﴿وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ﴾ ''اور جو شخص شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کرے گا'' شیطان کے قدم وسوسے یعنی منفی خیالات ہیں۔ جب بھی انسان کے اندر منفی خیالات ابھرتے ہیں تو یہ شیطان ہوتا ہے جو انسان کے دل میں ان وسوسوں یا منفی خیالات کو پھینکتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دشمن کے قدموں کی پیروی کرنے سے یعنی منفی خیالات پر غور وفکر کر کے کسی برائی میں مبتلا ہونے سے روکا ہے کیونکہ منفی احساسات یا منفی خیالات یا وسوسوں کی پیروی کرنا ایک مومن کو زیب نہیں دیتا اور یہ بھی اس کے لائق نہیں کہ وہ اپنے دشمن کو اپنا راہ نما بنا لے۔

(5)﴿فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ ''تو بلاشبہ وہ اسے بے حیائی اور برائی کا حکم دے گا'' شیطان فحشاء یعنی زنا کا اور منکر باتوں کا حکم دیتا ہے۔ (6) ہر وہ کام جو عقلاً اور شرعاً غلط ہو منکر کہلاتا ہے۔

(7) منکر کی طرف وہ راغب ہوتا ہے جس کے اندر برائی کا میلان موجود ہوتا ہے۔ وہ باہر کی گندگی سے رابطہ کرتا ہے۔

(8)﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰی مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہو پاتا'' یہ بات اس لیے کہی گئی کہ واقعہ افک کی رو میں مسلمان بہہ گئے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تھا جو اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے چرچوں سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے پاک کر لیا ورنہ کوئی بھی اپنے زور پر پاک نہیں ہو سکتا تھا۔

(9) یعنی تم میں سے کوئی بھی شیطان کی پیروی کرنے سے نہیں بچ سکتا کیونکہ شیطان اور اس کے لشکر انسانوں کو اپنی پیروی کی دعوت دیتے رہتے ہیں اور ان کے سامنے گناہوں کو مزین کرتے رہتے ہیں اور نفس برائی پر مائل رہتا ہے۔ اگر بندے کو شیطان اور نفس کے حوالے کر دیا جائے تو کوئی بھی گناہوں اور برائیوں سے بچ کر اور نیکیوں کے اکتساب کے ذریعے پاک نہیں ہو سکتا کیونکہ ''تزکیہ'' طہارت اور بڑھاؤ کا متضمن ہے۔ تم میں سے جس نے اپنا تزکیہ کر لیا تو اس کے موجب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہیں۔ نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا﴾ ''اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ دے اور پاک کر دے اس کو، تو اس کا بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اس کا آقا اور مولیٰ ہے۔'' (مسلم: 2088/4)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيۡ مَنۡ يَّشَآءُ﴾ ”لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے“ (i) اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے پاکیزگی عطا کرتا ہے۔ (ii) وہ اسے پاکیزگی عطا کرتا ہے جس کے اندر پاکیزگی کی طلب ہو۔ (iii) وہ اسے پاکیزگی عطا کرتا ہے جو پاکیزگی کی رغبت رکھتا ہو۔ (iv) اللہ تعالیٰ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو پاکیزگی عطا کرے۔

(11)﴿وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے“ اللہ تعالیٰ نے تمھاری افواہوں اور تمھارے الزام کو سنا ہے وہ علیم ہے جانتا ہے کس کے دل میں فحش کی اشاعت کی محبت ہے۔

﴿وَلَا يَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡكُمۡ وَالسَّعَةِ اَنۡ يُّؤۡتُوۡۤا اُولِى الۡقُرۡبٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ

”اور تم میں سے جو لوگ فضل و کشائش والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں

وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۖ وَلۡيَـعۡفُوۡا وَلۡيَـصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ

اور مہاجروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہ دیں گے اور لازم ہے کہ وہ معاف کردیں اور لازم ہے کہ وہ درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ

يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَـكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾

اللہ تعالیٰ بھی تمھیں بخش دے؟ اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے“ (22)

سوال: اہل فضل کو جود و سخا کی ترغیب دلائی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا ... رَّحِيۡمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں اہل فضل کو جود و سخا کی ترغیب دلائی گئی ہے اور یہ آیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

(2)﴿وَلَا يَاۡتَلِ﴾ ”اور قسم نہ کھائیں“ یعنی قسم نہ اٹھائیں۔

(3)﴿اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡكُمۡ وَالسَّعَةِ﴾ ”تم میں سے جو لوگ فضل و کشائش والے ہیں“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کو مالی وسعت دی ہے۔

(4)﴿اَنۡ يُّؤۡتُوۡۤا اُولِى الۡقُرۡبٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ﴾ ”کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہ دیں گے“ وہ اپنے رشتے داروں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ اٹھائیں اور یہ ارادہ نہ کریں کہ وہ محتاجوں اور مہاجروں کو، جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھر بار چھوڑ چکے ہیں، انہیں کچھ نہیں دیں گے۔

(5) واقعہ افک میں ملوث ہونے والوں میں مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کرنے والے اور انتہائی نادار تھے۔ مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی بہتان طرازی کی وجہ سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ وہ ان کی مالی مدد نہیں کریں گے (جوکہ اس سے پہلے وہ کیا کرتے تھے) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو قسم سے روکا جو انفاق فی سبیل اللہ کے منقطع کرنے کو متضمن تھی اور انہیں عفو اور درگزر کرنے کی ترغیب دی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ان تقصیر کاروں کو بخش دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔ (تفسیر سعدی:1810/2)

(6)﴿وَلۡيَعۡفُوۡا وَلۡيَصۡفَحُوۡا﴾ ''اور لازم ہے کہ وہ معاف کردیں اور لازم ہے کہ وہ درگزر کریں'' رب العزت نے رشتے داروں سے پہنچنے والی تکلیفوں کے لیے توجہ دلائی کہ ان سے درگزر کریں اور معاف کردیں۔

(7)﴿اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَـكُمۡ﴾ ''کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں بخش دے؟'' یعنی کیا تم پسند نہیں کرو گے کہ تم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ عفو ودرگزر کا معاملہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ عفو ودرگزر کا معاملہ کرے۔

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندے کے معاف کردینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔'' (مسلم:6592)

(9) جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ سنی تو انہوں نے کہا: ''کیوں نہیں اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔'' چنانچہ انہوں نے دوبارہ سیدنا مسطح رضی اللہ عنہ کی مالی مدد شروع کردی۔ (بخاری:4757)

(10) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جیسے میں (اس وقت) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیغمبر (سیدنا نوح علیہ السلام) کی حکایت بیان کر رہے تھے۔ ان کی قوم والوں نے ان کو اتنا مارا کہ ان کو لہولہان کردیا۔ وہ اپنے منہ سے خون پونچھتے تھے اور یوں دعا کرتے جاتے: ﴿رَبِّ اغۡفِرۡ لِقَوۡمِي، فَإِنَّهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''پروردگار! میری قوم والوں کو بخش دے وہ نادان ہیں۔'' (بخاری:6929)

(11) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے احسان کرتا ہوں اور وہ برائی کرتے ہیں، میں رشتہ جوڑتا ہوں اور وہ توڑتے ہیں، میں بردباری کرتا ہوں اور وہ جہالت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر حقیقت میں تم ایسا ہی کرتے ہو تو ان کے منہ پر جلتی راکھ ڈالتے ہو اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک فرشتہ رہے گا جو تم کو ان پر غالب رکھے گا جب تک تم اس حالت پر رہو گے۔'' (مسلم:2558)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12) سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بھی اپنے انہی بندوں پر رحم کرتا ہے جو رحم دل ہوتے ہیں۔'' (بخاری:7377)

(13) سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگوں پر رحم نہیں کھاتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کھاتا۔'' (بخاری:7376)

(14) ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کے لیے صفت غفور اور اپنی رحمت اور مہربانی کے لیے صفت رحیم کا ذکر کیا ہے۔

(15) اس آیت کریمہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ (i) کسی کی معصیت کی وجہ سے اس کی مالی مدد ختم نہیں کرنی چاہیے۔ (ii) قریبی رشتے داروں پر خرچ کرنا چاہیے۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے بڑے سے بڑا جرم کرنے والے کو معاف کرنے اور اس سے درگزر کرنے کی ترغیب دی ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠

''جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں یقیناً ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' (23)

سوال: پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ... عَظِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''یقیناً جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں'' رب العزت نے پاک دامن عورتوں پر بہتان لگانے والوں کو سخت وعید سنائی ہے کہ وہ بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں جن کے دل پاک ہیں جنہیں یہ نہیں پتہ کہ بد چلنی کیا ہوتی ہے اور کیسے کی جاتی ہے۔

(2) ﴿لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے'' یعنی دنیا اور آخرت میں انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا ہے۔ (جامع البیان:109/18)

(3) ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' لعنت سے بڑھ کر عذاب عظیم کی وعید دی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ یہ عذاب عظیم قیامت کے روز ہوگا۔

(4) اللہ تعالیٰ نے ایمان والی عورتوں پر بے حیائی کا الزام لگانے سے ڈرایا ہے کہ ایسا کرنے والوں کے لیے لعنت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور عذاب عظیم ہے۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں بچتے رہو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' جادو کرنا' کسی کی ناحق جان لینا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' لڑائی میں سے بھاگ جانا' پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگانا۔'' (بخاری:2766)

﴿يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے''(24)

سوال 1: قیامت کے دن اعضاء اقبال جرم کریں گے، اس کی وضاحت ﴿يَّوْمَ ...يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف مدینہ میں جو ماحول بن گیا تھا اُس میں بے سوچے سمجھے زبانوں نے ہی کردار ادا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے شعور کو بیدار کیا ہے کہ یہ زبانیں تمہارے اپنے خلاف گواہ بننے والی ہیں۔

(2) انسان اس لیے غلط باتیں کرتا ہے کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ براہ راست رب تک پہنچ رہے ہیں۔ انسان دوسروں پر ظلم اس لیے کرتا ہے کہ وہ بے خبر رہتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے ہاتھ پاؤں اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہ بن جائیں گے۔ غفلت اور بے خبری سب برائیوں کی جڑ ہے۔

(3) جس (قیامت کے) روز ہر عضو اپنے اعمال کی گواہی دے گا اور وہ ہستی انہیں قوت گویائی عطا کرے گی جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی ہے پس بندے سے گناہوں کا انکار ممکن نہ ہوگا۔ یقیناً وہ ہستی جس نے بندوں کے نفوس ہی میں سے گواہ برپا کیے اس نے بندوں کے ساتھ انصاف کیا۔ (تفسیر سعدی:1811/29)

(4) ﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اپنی کھالوں سے کہیں گے: ''تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے؟'' وہ کہیں گی: ''ہمیں اُسی اللہ تعالیٰ نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی دے دی۔'' اور اُس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔'' (فصلت:21)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، اتنے میں آپ ﷺ ہنسے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو میں کس واسطے ہنستا ہوں؟'' ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں بندے کی گفتگو پر ہنستا ہوں جو وہ اپنے مالک سے کرے گا۔ بندہ کہے گا: اے میرے مالک! کیا تو مجھ کو ظلم سے پناہ نہیں دے چکا ہے۔'' (یعنی تو نے وعدہ کیا ہے کہ ظلم نہ کروں گا) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جواب دے گا: ہاں ہم ظلم نہیں کرتے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''پھر بندہ کہے گا کہ میں اپنے اوپر سوائے اپنی ذات کی گواہی کے کسی کی گواہی جائز نہیں رکھتا۔ پروردگار فرمائے گا: اچھا تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''پھر بندہ کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور اس کے ہاتھ پاؤں سے کہا جائے گا، تم بولو! وہ اس کے سارے اعمال بول دیں گے۔ پھر بندہ کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی، بندہ اپنے ہاتھ پاؤں سے کہے گا: چلو دور ہو جاؤ اللہ کی مار تم پر! میں تو تمہارے لیے جھگڑا کرتا تھا۔'' (یعنی تمہارا ہی بچانا دوزخ سے مجھ کو منظور تھا سو تم آپ ہی گناہ کا اقرار کر چکے ہو اب دوزخ میں جاؤ)۔ (مسلم:2969)

سوال 2: انسان کے اعمال کیسے درست رہ سکتے ہیں؟

جواب: انسان کے اعمال اسی صورت میں درست رہ سکتے ہیں اگر اُس کو یہ احساس ہو جائے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے، اور اس کا ہر عمل ریکارڈ ہو رہا ہے۔ اس احساس کے تحت اس کی زندگی بدل سکتی ہے، وہ الفاظ کا درست استعمال کر سکتا ہے، اور اپنے ہاتھ پاؤں کا محتاط استعمال کر سکتا ہے۔

﴿یَوۡمَئِذٍ یُّوَفِّیۡهِمُ اللّٰهُ دِیۡنَهُمُ الۡحَقَّ وَیَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَقُّ الۡمُبِیۡنُ﴾

''اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا حقیقی بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے'' (25)

سوال: قیامت کے دن سب کو پورا پورا بدلہ ملے گا، اس کی وضاحت ﴿یَوۡمَئِذٍ ... الۡمُبِیۡنُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿یَوۡمَئِذٍ یُّوَفِّیۡهِمُ اللّٰهُ دِیۡنَهُمُ الۡحَقَّ﴾ ''اُس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا حقیقی بدلہ دے گا'' یعنی قیامت کے دن رب العزت ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ عادل ہے۔ وہ کسی کے اعمال کی جزا میں کمی نہیں کرے گا۔

(3) اس دن انسان اپنے چھوٹے بڑے سب اعمال اپنے سامنے موجود پائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ فَتَرَى الۡمُجۡرِمِیۡنَ مُشۡفِقِیۡنَ مِمَّا فِیۡهِ وَیَقُوۡلُوۡنَ یٰوَیۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیۡرَةً وَّلَا كَبِیۡرَةً اِلَّاۤ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَحْصٰهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)

(4)﴿وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور وہ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے'' اس عظیم موقع پر انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی واضح حق ہے۔ اس کے اوصاف حق ہیں، اس کے افعال حق ہیں، اس کی ملاقات حق، اس کی عبادت حق، اس کے وعدے حق، اس کی وعیدیں حق ہیں، اس کے رسول حق اور اس کا دین حق ہے۔ (5) جس دن حساب کتاب ہوگا، جس دن ہر انسان کو اس کے کیے کا بھرپور بدلہ ملے گا اس دن انسان کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، سچ کو سچ کر دکھانے والا۔

﴿اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ

''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے

وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں یہ لوگ اُن باتوں سے بری کیے ہوئے ہیں جو لوگ کہتے ہیں، ان ہی کے لیے

ع 3 6 9

وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾

مغفرت اور باعزت رزق ہے'' (26)

سوال: ﴿اَلْخَبِيْثٰتُ... كَرِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ﴾ ''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں'' اس سے مراد زانی مرد اور زانی عورتیں ہیں۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ناپاک باتیں ناپاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور ناپاک مرد ہی ناپاک باتوں کے لیے ہوتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:8/2563,2562)

(3)﴿وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں" اس سے مراد پاک مرد اور پاک عورتیں ہیں۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پاک باتیں پاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک باتوں کے لیے ہوتے ہیں۔ یہ آیت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ پر الزام لگانے والوں کے بارے میں اتری۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 2563,2562/8)

(5) اس کی وجہ یہ ہے کہ بری بات برے لوگوں کو ہی زیب دیتی ہے اور پاکیزہ بات پاک لوگوں کے شایان شان ہے تو اس قاعدے کے مطابق منافقوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف جو بات منسوب کی ہے، اس کے زیادہ حق دار وہ خود ہیں اور ان کی نسبت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عفت و پاک دامنی اور پاکیزگی و طہارت کی زیادہ حق دار ہیں۔ (المصباح المنیر: 307/4)

(6) ﴿اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ﴾ "یہ لوگ اُن باتوں سے بری کیے ہوئے ہیں جو لوگ کہتے ہیں" یعنی منافقوں کی الزام تراشی سے بری ہیں۔ سیدنا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ ہے۔

(7) عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ (تفسیر طبری: 144/18) اس تفسیر کے مطابق ان لوگوں نے جو کہا ہے وہ لازمی طور پر ان ہی کی طرف لوٹتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بنایا ہے، اس لیے وہ پاک ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر پاک سے پاک انسان سے بھی زیادہ پاک باز ہیں۔ اگر خدانخواستہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ناپاک ہوتیں تو وہ شرعاً اور قدراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آنے کے لیے قطعاً موزوں نہ ہوتیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ﴾ "یہ لوگ اُن باتوں سے بری کیے ہوئے ہیں جو لوگ کہتے ہیں" (المصباح المنیر: 308/4)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا: "اے عائش! یہ جبرائیل علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور تمہیں سلام کہتے ہیں۔" میں نے اس پر جواب دیا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (بخاری: 3768)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے تم خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئیں۔ ایک شخص تمہیں ریشم کے ایک ٹکڑے میں اٹھائے لیے جا رہا تھا، اس نے مجھ سے کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں، ان کے (چہرے سے) پردہ ہٹاؤ۔ میں نے پردہ اٹھایا تو وہ تمہی تھیں۔ میں نے سوچا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ خود ہی انجام تک پہنچائے گا۔" (بخاری: 7011)

(10) سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غزوہ ذات السلاسل کے لیے بھیجا (عمرو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے بیان کیا کہ) پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ محبت آپ کو کس سے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ سے'' میں نے پوچھا، اور مردوں میں؟ فرمایا: ''اس کے باپ سے۔'' (بخاری:3662)

(11) ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ ''ان ہی کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے'' یعنی گناہوں کی مغفرت اور رزق کریم ہے۔ اس سے مراد جنت کا رزق ہے جو اہل ایمان کو نصیب ہوگا۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم انس معلوم کرلو

وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو'' (27)

سوال 1: گھروں میں داخلے کے آداب کی وضاحت ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو'' اللہ رب العزت نے اپنے بندوں سے فرمایا: اے لوگو! جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت لیے بغیر نہ داخل ہوا کرو۔

(2) (i) گھروں میں بلا اجازت داخلے پر پابندی اس لیے عائد کی گئی ہے تا کہ معاشرے میں برائیوں کی پیدائش کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ (ii) گھروں میں داخلے کی پابندی اسلام کے اُصول سدّ ذرائع کے مطابق ہے۔ (iii) اسلام خاندان اور گھروں کی چار دیواری کا احترام کرتا ہے اس لیے وہ گھروں میں بلا اجازت داخلے پر پابندی عائد کرتا ہے۔

(3) اللہ باری تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ وہ اپنے گھر کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت لیے بغیر داخل نہ ہوا کریں، کیونکہ اس میں متعدد مفاسد ہیں: (i) جس کا ذکر کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اجازت طلبی نظر پڑنے سے بچاؤ کے لیے مقرر کی گئی ہے۔'' (صحیح بخاری:6241، صحیح مسلم:2156) اجازت طلبی میں خلل واقع ہو جانے سے گھر کے اندر ستر پر نظر پڑتی ہے کیونکہ گھر انسان کے لئے باہر کے لوگوں سے ستر اور پردہ ہے جیسے کپڑا جسم کو چھپاتا ہے۔ (ii) اجازت طلب کئے بغیر گھر میں داخل ہونا، داخل ہونے والے کے بارے میں شک کا موجب ہے اور وہ برائی یعنی چوری وغیرہ سے متہم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے کیونکہ گھر میں خفیہ طور پر داخل ہونا شر پر دلالت کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1813,1812/2)

(4)﴿حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا﴾ ''یہاں تک کہ تم انس معلوم کرلو'' اہل ایمان کو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخلے کے لیے اجازت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں اجازت طلبی یعنی ﴿اِسْتِئْذَان﴾ کو اِسْتِئْنَاس کہا گیا ہے۔یعنی گھر والوں سے انس حاصل کرو۔انس کے بعد ہی اجازت ملنے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔

(5)استئذان سے مراد ہے کسی ایسی جگہ یا ایسے وقت میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنا جس کا اجازت چاہنے والا مالک نہ ہو۔(فتح الباری:5/11)

(6)﴿وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾ ''اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کہو: ''السلام علیکم !اور پھر پوچھو کیا میں اندر آ جاؤں؟'' (سنن ابوداؤد:5177)

(7)سلام کرنے کے بعد تین بار اجازت مانگی جائے۔اگر مل جائے تو گھر میں داخل ہو جاؤ اور اگر نہ ملے تو واپس ہو جاؤ۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں انصار کی ایک مجلس میں تھا کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے جیسے گھبرائے ہوئے ہوں۔انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت چاہی لیکن مجھے کوئی جواب نہ ملا، اس لیے واپس چلا آیا (جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا) تو انہوں نے دریافت کیا کہ (اندر آنے میں) کیا بات مانع تھی؟ میں نے کہا کہ میں نے تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگی اور جب مجھے کوئی جواب نہیں ملا تو واپس چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی کسی سے تین مرتبہ اجازت چاہے اور اجازت نہ ملے تو واپس چلا جانا چاہیے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! تمہیں اس حدیث کی صحت کے لیے کوئی گواہ لانا ہوگا۔(سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجلس والوں سے پوچھا) کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے نبی ﷺ سے یہ حدیث سنی ہو؟ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! تمہارے ساتھ (اس کی گواہی دینے کے سوا) جماعت میں سب سے کم عمر شخص کے اور کوئی نہیں کھڑا ہوگا اور ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہی جماعت کا وہ سب سے کم عمر آدمی تھا، میں ان کے ساتھ اٹھ کر گیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ واقعی نبی کریم ﷺ نے ایسا فرمایا ہے۔(بخاری:6245)(تفسیر الراغی:343/6)

(8)سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے کسی حجرہ میں سوراخ میں سے دیکھا، نبی ﷺ کے پاس اس وقت ایک کنگھا تھا جس سے آپ سر مبارک کھجا رہے تھے۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم جھانک رہے ہو تو یہ کنگھا تمہاری آنکھ میں چبھو دیتا (اندر داخل ہونے سے پہلے) اجازت مانگنا تو ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی اس لیے کہ (اندر کی کوئی ذاتی چیز) نہ دیکھی جائے۔'' (بخاری: 6241)

(9) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرہ میں جھانک کر دیکھنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تیر کا پھل یا بہت سے پھل لے کر بڑھے، گویا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں ان صاحب کی طرف اس طرح چپکے چپکے تشریف لائے۔ (بخاری: 6242)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (آپ کے گھر میں) داخل ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑے پیالے میں دودھ پایا تو فرمایا: ''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلا۔'' میں ان کے پاس آیا اور انہیں بلا لایا۔ وہ آئے اور (اندر آنے کی) اجازت چاہی پھر جب اجازت دی گئی تو داخل ہوئے۔ (بخاری: 6246)

(11) بنو عامر کے ایک شخص سے مروی ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو اس نے کہا: کیا میں اندر آ جاؤں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی سے کہا: ''اس کے پاس جاؤ، وہ عمدہ طریقے سے اجازت نہیں مانگ رہا، اس سے کہو کہ اس طرح کہے: السلام علیکم! کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔'' (سلسلہ صحیحہ، الآداب والاستئذان: 213)

(12) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''تین آیتیں ہیں کہ لوگوں نے ان پر عمل چھوڑ رکھا ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''تم میں سے سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو'' اور لوگوں کا خیال یہ ہے کہ سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ امیر ہو، اور ادب کی آیتیں بھی لوگ چھوڑ بیٹھتے ہیں''۔ عطا رحمہ اللہ نے پوچھا: میرے گھر میں میری یتیم بہنیں ہیں جو ایک ہی گھر میں رہتی ہیں اور میں ہی انہیں پالتا ہوں کیا ان کے پاس جانے کے لیے بھی مجھے اجازت کی ضرورت ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں ضرور اجازت طلب کیا کرو''، میں نے دوبارہ یہی سوال کیا کہ شاید کوئی رخصت کا پہلو نکل آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم انہیں ننگا دیکھنا پسند کرو گے؟'' میں نے کہا نہیں فرمایا: ''پھر ضرور اجازت مانگا کرو''۔ میں نے یہی سوال دہرایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تو اللہ تعالیٰ کا حکم مانے گا یا نہیں؟'' میں نے کہا: ہاں مانوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پھر بغیر اطلاع ہرگز ان کے پاس بھی نہ جاؤ''۔ (تفسیر طبری: 148/18) (اس روایت کے آغاز میں تین آیات کا ذکر ہے جب کہ تفصیل میں دو کی وضاحت ہے، تیسری آیت سورہ النساء کی آیت نمبر 8 ہے، دیکھئے: تفسیر ابن ابی حاتم: 2632/8)

(13) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اپنی ماں کے پاس بھی گھر میں بغیر اطلاع کے نہ جاؤ۔ (تفسیر ابن کثیر)

(14) کَلَدَہ بن حنبل کہتے ہیں: صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دودھ، ہرن کا بچہ اور چھوٹی چھوٹی ککڑیاں دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، اس وقت آپ مکہ کے اونچائی والے حصہ میں تھے، میں آپ کے پاس گیا، اور آپ کو سلام نہیں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوٹ کر (باہر) جاؤ اور (پھر سے آ کر) السلام علیکم کہو''، یہ واقعہ صفوان بن امیہ کے اسلام

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قبول کر لینے کے بعد کا ہے۔(ابوداؤد:5176)

(15)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس قرض کے بارے میں حاضر ہوا جو میرے والد پر تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کون ہیں؟'' میں نے کہا: ''میں'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں، میں'' جیسے آپ ﷺ نے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔(بخاری:6250)

(16)﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تمہارے لیے یہی بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو'' یعنی اجازت طلب کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔ یہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔

(17)اجازت لینا واجب ہے، مل جائے تو داخل ہونا چاہیے ورنہ پلٹ جانا چاہیے۔

(18)(i)اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ گھر کے اندر کون ہے؟ (ii)اُس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک یہ پتہ نہ چل جائے کہ اجازت مل گئی ہے۔(iii) گھروں میں سلام کر کے داخل ہوا جائے۔ اجازت گھر کے سربراہ کی جانب سے ہونی چاہیے۔ بچے کی اجازت پر گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔

(19)استئذان سے گھروں کو عزت نصیب ہوتی ہے اور گھر والوں کو اچانک نظر پڑنے سے جو تکلیف لاحق ہوتی ہے اس سے اجازت طلبی بچاتی ہے۔(20) گھروں میں کھانے پینے، لباس اور استعمال کی چیزوں تک لوگ نہیں چاہتے کہ کسی کی نظر پڑے۔ اجازت طلبی اس تکلیف سے بھی بچا لیتی ہے۔(21)امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے پر کبھی کبھی زنا یا تہمت کے اسباب اور محرکات پیدا ہو جاتے ہیں۔(فتح القدیر:4/19)

سوال 2:رسول اللہ ﷺ کا گھروں میں داخلے کا کیا معمول تھا؟

جواب:(1)رسول اللہ ﷺ پہلے سلام کرتے پھر اجازت طلب کرتے۔

(2)رسول اللہ ﷺ تین مرتبہ اجازت طلب کرتے اگر کوئی جواب نہ آتا تو لوٹ آتے۔

(3)ایک مرتبہ آپ ﷺ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر، دو مرتبہ اجازت طلب کی مگر جواب نہ آیا تیسری مرتبہ اجازت طلب کرنے پر جواب نہ آیا تو آپ ﷺ لوٹ آئے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ دوڑے آئے اور کہا کہ میں آواز سن رہا تھا مگر میرا دل یہ چاہتا تھا کہ آپ ﷺ کی زبان سے جتنی بار میرے لیے سلام اور رحمت کی دُعا نکل جائے اچھا ہے، میں آہستہ آہستہ جواب دیتا رہا۔(مسند احمد:3/138)

(4)رسول اللہ ﷺ اجازت طلب کرتے وقت دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے تاکہ ایک دم سامنا نہ ہو جس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے پردگی کا امکان رہتا ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کے دروازے پر آتے تو دروازے کے سامنے منہ کر کے نہ کھڑے ہوتے بلکہ دروازے کی چوکھٹ کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے، اور کہتے: ''السلام علیکم، السلام علیکم'' یہ ان دنوں کی بات ہے جب گھروں میں دروازوں پر پردے نہیں تھے۔ (ابوداؤد:5186)

﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ

''پھر اگر تم کسی کو ان میں نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے

ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾

کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ، وہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی تم کرتے ہو'' (28)

سوال 1: اگر گھر خالی ہو تو کیا اس میں داخل ہو سکتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ لَّمْ ... لَكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾ ''پھر اگر تم کسی کو ان میں نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے'' اگر گھر خالی ہو تو اس میں داخل نہ ہوں۔

(2) خالی گھر میں گھر والوں کی اجازت سے داخل ہو سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی کہہ دے اگر میں گھر پر نہ ہوں تو آپ گھر میں بیٹھیں اور انتظار کر لیں۔ (3) خالی گھر وہ بھی ہیں جن میں کوئی خاص فرد نہ رہتا ہو وہ ہر خاص و عام کے لیے کھلا ہو جیسے مسجد، ہوٹل وغیرہ۔ ایسے مقامات پر داخل ہونے کے لیے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

(4) ویران اور بے آباد گھر جن کے مالکوں کا پتہ نہ ہو وہاں اگر گھاس اُگ آئے اور کوئی فائدہ اٹھانا چاہے تو اٹھا سکتا ہے۔

سوال 2: اگر کوئی ملاقات سے معذرت کر دے تو کیا کرنا چاہیے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا﴾ ''اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ'' یعنی اگر کوئی ملاقات سے معذرت کر دے تو خوش دلی کے ساتھ واپس آنا چاہیے۔

(2) اگر گھر والے اجازت نہ دیں تو برا نہیں منانا چاہیے کیونکہ گھر والوں کا حق ہے اور جانے والے کا یہ واجب حق نہیں ہے کہ اسے اجازت دی جائے۔

(3) ﴿هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ﴾ ''وہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے'' یعنی تمہیں برائیوں سے پاک کرنے اور تمہاری نیکیوں میں اضافہ کرنے کے لیے یہ طریقہ کار بہتر ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4)(i)اجازت نہ ملنے پرلوٹ جانے والا اپنے آپ کومنفی خیالات سے بچا کر پاک ہوجاتا ہے۔

(ii)لوٹ جانے والا دوسرے انسان کی مجبوریوں کالحاظ کرکے،دل میں وسعت پیدا کرکے پاک ہوجاتا ہے۔

(5)﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾''اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی تم کرتے ہو''یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے احوال کو جانتا ہے،اس نے تمہارے لیے اجازت طلبی کا طریقہ مقرر کیا ہے۔اس کی بات مان جاؤ کیونکہ اس کے بغیر آپ کمال اور سعادت کو نہیں پہنچ سکتے۔

(6)(i)اللہ تعالیٰ کے''علیم''ہونے کی بات انسان کے شعور میں آتی ہے تو وہ اپنے عمل کے بارے میں محتاط ہوجاتا ہے۔

(ii)اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے دل کے عمل کے بارے میں شعور دلاتے ہیں کہ دیکھو اگر برا منایا،منفی خیالات کو جگہ دی تو تمہارے دل کے عمل سے میں ناواقف نہیں ہوں یوں انسان اپنے آپ کو منفی خیالات سے پاک کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔

سوال3:اسلام نے ملاقات کی اجازت دینے یا نہ دینے کا حق گھر والوں کو دیا ہے،اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:(1)اسلام انسانی مجبوریوں کی رعایت دیتا ہے مثلاً کوئی کسی اہم کام میں مشغول ہے یا کوئی اس پوزیشن میں نہیں کہ آنے والے مہمانوں کا صحیح طرح استقبال کرسکے تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ملاقات سے انکار کردے۔

(2)اسلام اجتماعی معاملات کو اعلیٰ ظرفی کی بنیاد پر قائم کرنا چاہتا ہے۔ایک کو انکار کا حق دے کر دوسرے کو خوش دلی سکھاتا ہے کہ یہ مائنڈ کرنے کا نہیں دوسرے کی مجبوریوں کے لحاظ کا معاملہ ہے۔

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ

''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہوجاؤ جن میں رہائش نہیں رکھی گئی جن میں تمہارے فائدے کی کوئی چیز ہو

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو''(29)

سوال:وہ کون سے گھر ہیں جن میں بلا اجازت داخل ہونا جائز ہے،اس کی وضاحت﴿لَيْسَ...تَكْتُمُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ﴾''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہوجاؤ جن میں رہائش نہیں رکھی گئی جن میں تمہارے فائدے کی کوئی چیز ہو''﴿غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ﴾سے مراد Public Spots,Common Places مسافر خانہ،دکانیں،ہوٹل سرائے وغیرہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں پر لوگوں کا بلا اجازت داخل ہونا جائز ہے۔

(2) ان گھروں میں داخل ہونے میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ گناہ۔ اس سے اس گھر میں بلا اجازت آنے کی اجازت مل رہی ہے جو غیر آباد ہوں اور اس میں کسی کا سامان نہ ہو۔

(3) ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو'' اس میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو گھروں میں داخل ہوتے وقت آداب کا خیال نہیں رکھتے۔

(4) اللہ تعالیٰ تمہارے تمام ظاہری اور باطنی احوال کو خوب جانتا ہے اور اسے تمہارے مصالح کا بھی علم ہے، اس لئے اس نے تمہارے لئے ایسے احکام کی تشریع کی ہے جن کے تم محتاج اور ضرورت مند ہو۔ (تفسیر سعدی: 1814/2)

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ

''آپ مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے،

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں'' (30)

سوال 1: نگاہیں نیچی رکھنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے کے احکامات کی وضاحت ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ... يَصْنَعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ ''آپ مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں'' رب العزت نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی نظروں کو اجنبی عورتوں سے ہٹالیا کریں۔ اگر لاشعوری طور پر نگاہ پڑ جائے تو فوراً نگاہ ہٹالیا کریں۔

(2) غض کے معنی کسی چیز کو کم کر دینا یا گھٹا دینا اور جھکا دینا ہیں۔ غضِ بصر سے مراد نگاہ نیچی رکھنا ہے، نظر بچانا ہے۔

(3) اس آیت میں مومن مردوں کو یہ ہدایات دی گئی ہیں کہ گھروں کے اندر داخل ہونے کے بعد انہوں نے اپنی پاکیزگی کے لیے کن احتیاطوں کا اہتمام کرنا ہے۔ مذکورہ بالا اجازت کے بعد اگر کوئی شخص کسی کے مکان میں داخل ہو تو اس کو یہ ہدایت فرمائی گئی کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے اور اپنی شرم کی جگہوں کی حفاظت کرے۔ ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کے الفاظ سے یہ بات نکلتی ہے کہ غض بصر اور حفاظت فروج تقاضائے ایمان ہے اور ﴿مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ کے مِن سے یہ بات نکلتی ہے کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مقصود صرف اس حد تک نگاہوں کو نیچی رکھنا ہے کہ گھر کی عورتوں سے اپنی نظر کو بچائے رکھے۔ اس لئے کہ یہ ہدایت درحقیقت انہی کو پیش نظر رکھ کر دی گئی ہے۔ اس سے یہ بات بھی نکلی کہ اسلام نے یہ اجازت جو دی ہے وہ محض رفع حرج کے پہلو سے صاحب خانہ کے اعزہ واقرباء اور تعلق واعتماد کے لوگوں کے لئے دی ہے۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ ہر شخص کے گھر میں اس زمانے میں نہ مردانہ نشست گاہیں تھیں اور نہ آج ہو سکتی ہیں لیکن یہ ہدایات خود اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اگر مردوں کے الگ بیٹھنے کا گھر میں انتظام موجود ہو تو قریبی اعزہ واقرباء کے سوا دوسرے مردوں کا گھر کی عورتوں سے الگ ہی بیٹھنا اسلام میں مطلوب ہے۔ (تدبر قرآن)

(4) ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں غض بصر کا حکم دیا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: ایک تو ستر سے نظر ہٹانا اور دوسرے شہوت کے مقام سے نظر نیچی کر لینا ہے۔ جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ﴾ ''کوئی مرد کسی مرد کا ستر نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت، عورت کا ستر دیکھے'' اور انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے ستر کو ڈھانپے۔ غض بصر کی دوسری قسم اجنبی عورت کی چھپی ہوئی زینت سے نظر بچانا ہے اور یہ پہلی سے زیادہ سخت ہے۔ (مجموع الفتاوی: 15/414-436)

(5) مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے۔ (دار قطنی، بیہقی) مرد کا اپنے ستر کو بیوی کے سوا کسی کے سامنے ارادتاً کھولنا حرام ہے۔

(6) نگاہ نیچی رکھنے سے مراد ہر وقت نیچے دیکھنا نہیں ہے اس سے مراد: (i) نظر بچانا ہے یعنی (الف) نظروں کو دیکھنے کے لئے آزاد نہ چھوڑنا۔ (ب) پوری طرح نگاہ بھر کر نہ دیکھنا۔

(ii) اس سے مراد تمام نظروں کو بچانے کا نہیں بلکہ بعض نظروں کو بچانے کا حکم ہے۔ (iii) اسلام یہ نہیں چاہتا کہ کسی چیز کو بھی نظر بھر کر نہ دیکھا جائے۔ (الف) اسلام نے پابندی عورتوں کو نظر بھر کر دیکھنے پر عائد کی ہے۔ (ب) اسلام نے کسی کے ستر پر نگاہ ڈالنے پر پابندی عائد کی ہے۔ (ج) اسلام نے بے حیائی کے مناظر دیکھنے پر پابندی عائد کی ہے۔

(7) نظر نیچی کرنے سے مراد اس نظر سے پرہیز کرنا ہے جسے آنکھ کا زنا کہا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے، دل کا زنا خواہش اور شہوت ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کر دیتی ہے یا اسے جھٹلا دیتی ہے۔'' (بخاری: 6612) آنکھوں کا زنا یہ ہے کہ مرد اجنبی عورتوں کو شہوت کی نظر سے دیکھیں اور عورتیں اجنبی مردوں کو شہوت کی نگاہ سے دیکھیں یا اجنبی مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ستر کو دیکھیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ آنکھ کے زنا کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''یعنی اس چیز کی طرف دیکھنا جسے دیکھنا جائز نہیں۔'' (فتح الباری: 11/504)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) شیخ عبدالمحسن العباد کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ابتدائی چیز (یعنی نظر بازی) کو آخری چیز یعنی (زنا و بدکاری) کا نام اس لیے دیا کیونکہ دیکھنا اور پھر مسلسل نظر بازی میں مشغول رہنا ہی بعض اوقات زنا کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ (شرح سنن ابی داؤد: 130/12) نظریں نیچی رکھنے کے حکم کا یہی مقصد ہے ورنہ یہ تو ممکن نہیں کہ دنیا میں رہتے ہوئے مردوں اور عورتوں کی ایک پر نظر ہی نہ پڑے۔ اسی لیے شریعت اسلامی میں اچانک نظر پڑنے کو معاف کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (اجنبی عورت پر) اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنی نظر پھیر لو۔'' (ابوداؤد: 2148)

(9) ﴿وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ ''اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں'' (i) شرم گاہ کی حفاظت سے مراد ناجائز شہوت رانی سے پرہیز ہے۔ (ii) شرم گاہ کی حفاظت میں اپنے ستر کو دوسروں کے سامنے کھولنے سے بچنا بھی ہے۔

(10) یعنی عورتوں یا مردوں کے ساتھ بدکاری یا ان کے علاوہ دوسری صورتوں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اسی طرح ان کو چھونے اور ان کو دیکھنے سے بچیں۔ (تفسیر سعدی: 1814/2)

(11) رب العزت نے مومنوں کی صفات میں سے یہ اہم صفت بیان فرمائی ہے ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (المومنون: 5)

(12) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔'' (المعارج: 29)

(13) سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت پانچ نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔'' (مسند احمد: 191/1)

(14) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کیا چیز لوگوں کی کثرت کو جہنم میں داخل کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''منہ اور شرمگاہ۔'' (مسند احمد: 472/2)

(15) سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان یعنی (شرمگاہ) کی اور اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (یعنی زبان) کی ضمانت دے دی تو میں اسے جنت میں جانے کا بھروسہ دلاتا ہوں۔'' (بخاری: 6807)

(16) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص صرف ایک کپڑا جسم پر لپیٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر اور گھٹنے اوپر اٹھا کر اس طرح بیٹھ جائے کہ اس کی شرمگاہ پر آسمان وزمین کے درمیان کوئی چیز نہ ہو۔ اور اشتمال اور اصماء سے منع فرمایا۔'' (بخاری:5819)

(17) سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں (i) جب بات کرو تو سچ بولو، (ii) جب وعدہ کرو تو پورا کرو، (iii) جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو ادا کرو، (iv) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، (v) اپنی آنکھوں کو نیچا رکھو، (vi) اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔'' (صحیحہ:1470)

(18) ﴿ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ﴾ ''یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے'' یعنی نگاہوں اور شرم گاہوں کی حفاظت ان کے نفوس کے لیے زیادہ پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

(19) ان کے لیے زیادہ طہارت، پاکیزگی اور ان کے اعمال خیر میں زیادہ اضافے کا باعث ہے کیونکہ جو کوئی اپنی نظر اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے وہ اس گندگی سے پاک ہو جاتا ہے جس میں فواحش کے مرتکب لوگ ملوث ہوتے ہیں اور ان محرمات کو ترک کرنے سے، نفس جن کی خواہش کرتا اور ان کی طرف دعوت دیتا ہے، اعمال خیر میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عوض عطا کرتا ہے۔ جو کوئی اپنی آنکھوں کو حرام پر پڑنے سے بچائے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کو روشن کر دیتا ہے۔ نیز اگر بندہ اپنی شرمگاہ اور نظر کو حرام اور اس کے مقدمات میں پڑنے سے بچا سکتا ہے دراں حالیکہ شہوت کا داعیہ پوری طرح موجود ہو، تو وہ دوسرے حرام میں پڑنے سے اپنے آپ کو زیادہ بچا سکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں ''حفاظت'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ پس کسی محفوظ چیز کی حفاظت کے لیے نگرانی اور ان اسباب کو بروئے کار نہ لایا جائے جو اس کی حفاظت کے موجب بنیں تو وہ چیز محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح نظر اور شرم گاہ کا معاملہ ہے، اگر بندہ ان کی حفاظت کی کوشش نہیں کرتا تو وہ ان آزمائشوں اور مصیبتوں میں ڈال دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں غور کیجیے، اللہ تعالیٰ نے کیسے شرم گاہ کی حفاظت کا مطلق طور پر حکم دیا ہے، کیونکہ شرم گاہ (کا غلط استعمال) کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔ (تفسیر سعدی:1815,1814/2)

(20) اگر آدمی نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار وارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے۔ چونکہ پہلی مرتبہ دفعۃً جو بے ساختہ نظر پڑتی ہے از راہِ شہوات ونفسانیت نہیں ہوتی۔ (تفسیر عثمانی:190/2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(21)﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں'' یعنی (i) نظر کب اُٹھتی ہے اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔ (ii) نظر کب جھکتی ہے اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔ (iii) نظریں کب نظروں تک پیغامات پہنچاتی ہیں اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔ (iv) نظریں کب دِلوں کے اندر اُتر جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔ (v) نظر سے شرم گاہ تک کے فاصلے کیسے سمٹتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خبر سے نظریں بچانے سے شرم گاہوں کی حفاظت کرنے تک انسان کو مصروف کر دیا ہے۔

سوال 2: اسلام نظروں پر پہرے کیوں بٹھاتا ہے؟

جواب: (1) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـــُٔوْلًا﴾ ''اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں یقیناً کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا۔'' (بنی اسرائیل: 36)

(2) نظر کی وجہ سے انسان کا دل متاثر ہوتا ہے۔ اُس کے اخلاق، معاملات، زندگی سبھی کچھ متاثر ہو جاتا ہے۔ نظروں کو بچانے سے دل پاک رہتے ہیں اور نظروں کو بے مہار چھوڑ دینے سے دل اور زندگی ناپاک ہو جاتی ہے۔

ے نگاہ پاک ہے تیری تو دل بھی پاک ہے تیرا   کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو

(3) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''عورت جب بن سنور کر گھر سے نکلتی ہے تو اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔'' (ترمذی)

(4) اسلام نے زنا پر ابھارنے والے تمام محرکات پر بھی پابندی عائد کی ہے، جن میں نظر بازی بھی شامل ہے۔

(5) قرطبی نے کہا: نظر دل کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔ (تفسیر قرطبی: 148/2)

(6) نظر جب کبھی بھی کسی کے حسن پر اُٹھتی ہے تو اس کی وجہ سے دل بے چینی کا شکار ہو جاتا ہے۔ قصور نظر کرتی ہے اور شکار دل ہو جاتا ہے اور دل جب شکار ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے انسان پھر بچ نہیں پاتا۔ یہ اتنا مہلک فتنہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کس طرح سے آفت کا شکار ہوتا ہے۔ کسی عربی شاعر نے کہا:

ے ''تمام آفتیں نظر بازی سے شروع ہوتی ہیں''

''بڑی آگ چھوٹے چھوٹے شعلوں سے بھڑکتی ہے''

اسی طرح وہ کہتا ہے: ''بسا اوقات نظر بازی اس طرح سے دل میں کھب جاتی ہے جس طرح تیر کمان میں ہوتا ہے۔ اس کی آنکھ ایسی چیز میں خوش ہو رہی ہے جو اس کے لیے وبال جان ہے۔ ایسی وقتی خوشی میں سراسر نقصان ہے خدا کرے یہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مبارک نہ ہو۔" اسی طرح سے ایک اور شاعر کہتا ہے: "اے نظروں کی تیراندازی میں کوشش کرنے والے! تو اپنے ہی تیروں سے مقتول ہوگا۔ اے نظر باز! تو جس سے اپنی شفا اور حاجت روائی کا متلاشی ہے، اپنے قاصد کو روک لے (یعنی اپنی نظر کو روک لے) کہیں یہ تجھ کو ہلاک نہ کردے۔"

(7) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دین کی حفاظت چار چیزوں سے ہے (یعنی وہ دین جس کو تم اختیار کرنا چاہتے ہو) تو چار چیزوں سے پرہیز کرنا: (i) لحظات (یعنی نظر) (ii) خطرات (یعنی دل میں خیال آنا) (iii) لفظات (یعنی بات چیت) (iv) خطوات (یعنی قدموں سے چل کے جانا) انسان کو چاہیے کہ اپنے نفس کے ان چاروں دروازوں پر پہرے بٹھائے رکھے۔ اپنی نظر کا مضبوطی سے تحفظ رکھے کیونکہ نظر ہی کے ذریعے دشمن اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس کے جسم میں گھس کر اس کا نظامِ روحانی تہ و بالا کر دیتا ہے۔ (الجواب الکافی:179)

(8) نظر دل تک خواہشات پہنچانے کا آلہ ہے جو انتہائی سرعت سے کام کرتا ہے۔ کوئی خوبصورت چیز، دلکش منظر، اپنا محبوب رشتہ، غرض جو چیز بھی ہے نظر پہلے اسے دیکھتی ہے اور دیکھ کر رکتی نہیں بلکہ دل اسے اکساتا ہے یا یوں کہیے کہ وہ دل کو اکساتی ہے کہ اس من پسند منظر کو دوبارہ دیکھو، بار بار دیکھو۔ ایک عقل مند کا مقولہ ہے کہ: "نظر دیکھنے سے سیر نہیں ہوتی۔"

(9) مسلمان ماہرین نفسیات کا کہنا ہے: آنکھوں سے دل تک کا ایک ہی راستہ ہے۔ جب آنکھ فاسد اور خراب ہوجاتی ہے تو دل بھی خراب اور فاسد ہوجاتا ہے۔ پھر جس طرح کوڑا پھینکنے کی جگہ نجاست اور گندگی کا مقام بن جاتی ہے اس طرح آنکھ کے فاسد اور حرام مناظر کو دل تک پہنچانے کی وجہ سے دل گندگی کا مقام بن جاتا ہے اور جہاں گندگی ہو وہاں معرفتِ الٰہی، محبت الٰہی اور انابت الٰہی کا سُرور حاصل کرنے کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔ (تزکیۃ النفوس:28)

(10) نظر بازی دیکھنے میں بہت معمولی سا کام ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے بچنے کے لیے کوشش اور تدبیر بہت کم کی جاتی ہے، لیکن اس کا انجام زنا ہے۔

(11) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ایک نوجوان کا تذکرہ کیا ہے جو مصر میں رہتا تھا۔ وہ ایک مسجد کا مؤذن تھا۔ بہت خوبصورت عربی لڑکا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جواں سالی میں یہ نعمت دی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرسکے۔ مسجد کے جس مینار پر چڑھ کر وہ اذان دیا کرتا تھا، ایک روز اذان دیتے ہوئے اس کی نظر نیچے ایک لڑکی پر پڑ گئی۔ وہ لڑکی عیسائی [christian] تھی۔ وہ مینار سے اترا اور سیدھا اس کے گھر چلا گیا۔ لڑکی نے پوچھا: یہ بتاؤ! تم یہاں کیوں اور کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا: تمہاری محبت مجھے یہاں کھینچ لائی ہے۔ اس نے کہا: میں تمہاری آرزو کبھی پوری نہیں کرسکتی اس لیے کہ تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمان ہواور میں عیسائی ہوں۔اس نے کہا کہ میں تمہاری بات پر غور کرنے کے لیے تیار ہوں۔لڑکی نے کہا: غور کر کے دیکھ لو۔میں بھی عیسائی، میرے والد بھی عیسائی، میرے خاندان کے تمام افراد عیسائی۔میرے والد صرف اسی صورت میں نکاح پر آمادہ ہو سکتے ہیں جب تم اپنا دین چھوڑ دو گے۔لڑکے نے یوں کیا کہ عیسائیت اختیار کر لی اور اس طرح ایک رات وہ سونے کے لیے اپنے گھر کی چھت پہ گیا۔اس کا پاؤں پھسلا، نیچے آ گرا اور مر گیا۔ابھی نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔یوں اس نکاح پر اس کی قدرت بھی نہ ہوئی اور ایمان بھی چلا گیا۔اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ اذان دیتے ہوئے ایک نظر پڑ گئی۔کسی کی نظر کعبے کے پردے کو پکڑے ہوئے کسی لڑکی پر پڑی تو وہ نظر بھی اس کو بچا نہ سکی اور وہ چیخ اٹھا کہ خدارا دیکھو میری نگاہ نے کیا چیز میری مطلوب و مقصود بنا دی ہے۔یعنی میں آیا اللہ تعالیٰ کی محبت میں، اللہ تعالیٰ کی محبت تو مجھ سے گئی، میں کسی اور کی محبت میں دیوانہ ہو گیا۔(نظر اٹھائیں یا جھکائیں)

سوال 3: نظر کے مرض کا علاج کیا ہے؟

جواب: امام ابن قیم رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا: ''ایک آدمی کی کسی عورت پر نظر پڑ جاتی ہے وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس کا سبب میری نظر ہے، اگر اسے دوبارہ دیکھ لوں تو عشق کے تمام جذبات بہہ جائیں گے، کیا اس خیال سے دوسری بار دیکھنا درست ہے؟'' امام ابن قیم رحمہ اللہ نے جواب دیا: ایسا کرنا دس وجوہات کی بنا پر درست نہیں۔

(1) اللہ تعالیٰ نے غض بصر کا حکم دیا ہے اور انسان کے لیے حرام شدہ امور میں شفا نہیں رکھی گئی۔

(2) رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر کے بارے میں سوال کیا گیا، انہیں یہ علم تھا کہ یہ دل پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا علاج نظر ہٹا لینے سے کیا، دوبارہ دیکھنے سے نہیں۔

(3) حدیث میں وضاحت آ چکی ہے کہ پہلی اچانک نظر جائز ہے، اور دوسری بار ارادہ نظر ناجائز۔یہ ناممکن ہے کہ جائز چیز میں تو بیماری ہو اور ناجائز میں اس کی دوا۔

(4) یہ ظاہر ہے کہ پہلی نظر معاملے کو کم نہیں کرتی، اس پر تجربہ بھی شاہد ہے کہ جسے پہلی بار دیکھا اور وہ اچھا لگا تو دوسری بار دیکھنے سے وہ برا نہیں لگ سکتا۔(5) اگر نفس کی بات مانتے ہوئے دوبارہ دیکھا تو عشق کا عذاب مزید بڑھ جائے گا۔

(6) دوبارہ دیکھنے پر شیطان کے ہاتھ میں اس کی رکابیں ہوں گی اور وہ اس عورت کو اسے مزید خوبصورت کر کے دکھائے گا تا کہ آزمائش کا اتمام ہو جائے۔

(7) حرام شدہ امر کے ارتکاب سے اس کی آزمائش ختم کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں ہوگی۔وہ اس لائق ہوگا کہ اس کی اعانت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ کی جائے۔

(8) پہلی نظر شیطان کے مسموم تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ چنانچہ دوسری نظر پہلی نظر سے زیادہ مسموم ہوگی۔ پھر زہر کا علاج زہر سے کیسے ہوسکتا ہے؟ (9) اس مسئلے میں پڑنے والے شخص کا معاملہ ترکِ محبوب کے حوالے سے (جیسا کہ سائل کا سوال ہے) اللہ تعالیٰ سے ہے۔ سائل چاہتا ہے کہ وہ دوسری نظر ڈال کر دیکھے، اگر وہ اسے ناپسند کرے تو اسے ترک کردے۔ مگر وہ اسے کیسے ترک کرے گا، کیا اس کی یہ غرض اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے؟ بات تو تب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر معشوق کو ترک کردے۔

(10) اس کی مثال یہ ہے کہ آپ نئے گھوڑے پر سوار ہوں، وہ آپ کو ایک تنگ گلی میں لے جائے جس سے نکلنے کا راستہ نہ ہو، وہ سامنے سے بند ہو اور اس میں اتنی جگہ بھی نہ ہو کہ اس کے نکلنے کے لیے موڑ کاٹا جاسکے۔ چنانچہ جب وہ اس گلی میں داخل ہونے لگے گا تو آپ اس کی لگام کھینچیں گے تاکہ وہ اندر داخل نہ ہو، جب وہ ایک آدھا قدم اندر جائے گا، آپ چلائیں گے، اسے جلدی سے پیچھے کی طرف دھکیلیں گے، اگر آپ اسے لوٹانے میں کامیاب ہوگئے تو معاملہ آسان ہوگا اور اگر اس نے ذرا بھر بھی سستی کی، گھوڑا اندر داخل ہوگیا، آپ نے اسے اندر کی طرف ہانکا، اندر جا کر اس کی دم پکڑ کر پیچھے کھینچنا شروع کیا تو اسے باہر نکالنا مشکل ہوجائے گا۔ پس تیر دل میں کھب جاتا ہے اور اپنا مسموم عمل کرنے میں مصروف ہوجاتا ہے۔ اگر جلدی سے اسے نکال دیا جائے تو اس کے زہر سے ہلاکت کا امکان نہیں ہوتا۔ (غض بصر:72-75)

سوال 4: غض بصر کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: غض بصر ایک ایسی عبادت ہے جس کے مواقع دن میں کئی بار پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ان مواقع پر اپنی نظر کو قابو میں رکھنا مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن ہرگز نہیں۔ انسان موقع ملنے کے باوجود جتنی بار اپنی نظر پر جھک جانے کا حکم لگائے گا اتنی بار اسے اس عبادت پر اجر ملے گا۔ دس گنا اجر تو خود اللہ تعالیٰ نے کہہ کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ”جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا اور جو برائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ (الانعام:160) جو شخص اپنی نگاہ کو قابو میں رکھنے میں کامیاب ہوگیا، اسے اللہ کے رسول ﷺ نے مندرجہ ذیل خوشخبریوں سے نوازا ہے۔

(1) جنت کی ضمانت: سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ مجھے چھ چیزوں کی ضمانت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں (i) جب بات کرو تو سچ بولو، (ii) جب وعدہ کرو تو پورا کرو، (iii) جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو ادا کرو، (iv) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، (v) اپنی آنکھوں کو نیچا رکھو، (vi) اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔" (صحیحہ:1470)

(2) اللہ تعالیٰ کے دیدار کا باعث: اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حرام کام سے بچنا اللہ تعالیٰ کے دیدار کا باعث بنے گا۔

؎ تمہارے ایک جلوہ کی طلب کے ذوق وشوق نے بچا رکھا ہے دید کو خیانت نگاہ سے

(3) عرش الٰہی کا سایہ بننے کا سبب: رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم ہے: "قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہیں ہوگا، اس دن اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش تلے سایہ مہیا کرے گا، جن میں ایک شخص وہ بھی شامل ہے جسے کسی حسین اور مالدار عورت نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں" (بخاری کتاب الحدود)

(4) دعا کی قبولیت کا سبب: رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ دور میں گزرے ہوئے تین افراد کا واقعہ بیان کیا کہ وہ کہیں جنگل میں جا رہے تھے کہ بارش نے آلیا، وہ ایک غار میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ غار کے منہ پر ایک بڑا پتھر آگرا اور اس کا دروازہ بند ہو گیا۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ کوئی ایسا نیک عمل سوچو جو تم نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا ہو۔ چنانچہ ایک نے کہا: "یا اللہ! میرے والدین بوڑھے تھے، میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ شام کو گھر لوٹتا، دودھ دوہتا تو پہلے والدین کو پلاتا پھر اپنے بچوں کو۔ ایک رات میرے آنے تک وہ سو چکے تھے۔ میں نے انہیں بیدار کرنا پسند نہ کیا اور سرہانے کھڑا ہو گیا اور ان کو دودھ پلانے سے پہلے بچوں کو پلانا پسند نہ کیا حالانکہ بچے پینے کے لیے ضد کرتے رہے، حتیٰ کہ صبح ہو گئی، یا اللہ! تو جانتا ہے اگر یہ کام محض تیری رضا کے لیے میں نے کیا تھا تو اس پتھر کو ہٹا دے تا کہ ہم آسمان دیکھ سکیں"، اللہ تعالیٰ نے پتھر کا ایک حصہ ہٹا دیا۔ دوسرے نے کہا: "یا اللہ! میری ایک چچازاد تھی، مجھے اس سے اتنی محبت تھی جتنی کوئی بھی مرد ایک عورت سے کر سکتا ہے۔ میں نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا، اس نے اس وقت تک کے لیے انکار کر دیا جب تک کہ سو دینار نہ دوں۔ میں نے سو دینار جمع کر لیے اور اس کے پاس پہنچا، جب میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنے لگا، اس نے کہا: اے اللہ کے بندے، اللہ تعالیٰ سے ڈر اور لگی ہوئی مہر نہ توڑ، پس میں واپس چلا آیا۔ اے اللہ! اگر یہ کام میں نے محض تیری رضا کے لیے کیا تھا، تو تو ہماری مشکل آسان کر دے۔" چنانچہ پتھر کچھ اور ہٹ گیا۔ تیسرے نے کہا: "اے اللہ! میں نے ایک مزدور کو کام پہ لگایا اور طے کیا کہ تمہیں ایک فرق (آٹھ کلوگرام) چاول دوں گا، کام ختم ہوا، اس نے مزدوری مانگی، میں نے اسے دے دی، وہ مزدوری کم سمجھ کر لیے بغیر چلا گیا۔ میں ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاولوں سے کاشتکاری کرتا رہا اور اس کی آمدنی سے ایک گائے خریدلی اور ایک چرواہا رکھ لیا۔ مدتوں بعد وہ شخص آیا اور کہنے لگا: اللہ تعالیٰ سے ڈر اور ظلم نہ کر اور میری مزدوری ادا کر دے۔ میں نے کہا: یہ گائیں اور چرواہے سب تیرا مال ہیں، لے جا۔ اس نے کہا: ''مذاق نہ کر'' میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کرتا بلکہ یہ سب تیرا ہے چنانچہ وہ لے کر چلا گیا۔ اے اللہ! اگر میں نے محض تیری رضا کے لیے یہ کیا تھا تو رستہ کھول دے۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر ہٹا دیا اور وہ وہاں سے نکل آئے۔'' (بخاری)

(5) امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: غض بصر پر عمل کرنے سے اس کے صاحب کو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں: (i) الم وحسرت سے رہائی ملتی ہے جب کہ دیکھنے سے شدت طلب ہوتی ہے، نہ صبر آتا ہے، نہ مطلوبہ چیز ملتی ہے۔ (ii) قلب نورانی ہوجاتا ہے، چہرہ آنکھ اور جوارح سے نور ٹپکتا ہے۔ (iii) فراست پیدا ہوتی ہے۔ (iv) دل کو قوت، ثبات اور شجاعت ملتی ہے۔ (v) دل دائمی سرور، فرحت اور انشراح پاتا ہے جو نظر بازی سے حاصل ہونے والی حرام لذت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ (vi) دل کو شہوت کی قید سے رہائی ملتی ہے۔ (vii) جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ بند ہوجاتا ہے کیونکہ نفس اس دروازے پر کھڑا رہنے پر قناعت نہیں کرتا بلکہ ہرنئی سے نئی چیز میں لذت تلاش کرتا ہے۔ (viii) عقل کو تقویت اور تثبیت ملتی ہے، جب کہ نگاہ کو کھلا چھوڑ دینا عقل کو کم کرتا ہے۔ عواقب پر گرفتِ نگاہ کمزور ہوجاتی ہے، حالانکہ عقل کا اصل کام عواقب کو نگاہ میں رکھنا ہے۔ (ix) علم کے راستے اور عرفان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (احکام النظر ابن قیم:17)

سوال 5: نظر کی حفاظت کیسے کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے نظر کی حفاظت کا حکم دیا ہے کیونکہ نظر کی حفاظت سے ایمان کی حفاظت ہوتی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ انسان کی کمزوریوں سے واقف ہے اس نے جہاں کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے وہاں ان کا کافی اور شافی علاج بھی بتایا ہے تا کہ انسان محرکات کے آگے بند باندھ سکے۔

(3) مرد اور عورت میں منفی کشش موجود ہے اس سچائی پر ہمارا ایمان ہے اس کشش سے انسان اپنے جسم اور اپنے نفس کو آزاد نہیں کروا سکتا البتہ منفی کشش کو خاص حد کے اندر رکھ سکتا ہے۔

(4) اگر اجنبی مرد اور عورت کا آمنا سامنا ہوجائے، بات کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو انہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے جس سے دلوں میں بدنیتی پیدا نہ ہو اور پاکیزہ خیالات اپنے قدم جمائے رکھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) مومن مردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا تا کہ اتفاقاً اگر نظر پڑ جائے تو ہٹا سکیں۔ نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''پہلی بار کی نظر تجھے معاف ہے (یعنی اتفاقی نظر) لیکن بعد کی معاف نہیں۔'' (ترمذی، ابواب الادب: 2777)

(6) ایک بار نبی ﷺ نے فرمایا: ''نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے یا آنکھوں کا زنا نظر بازی ہے۔'' (بخاری کتاب الاستئذان)

(7) اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کریں؟ سیدنا جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: اچانک نگاہ پڑ جائے تو کیا کروں؟ فرمایا: ''فوراً نگاہ پھیر لو یا نیچی کر لو۔'' (مسلم: 5644)

(8) ایک بار کشش محسوس ہو تو وہاں دوبارہ نگاہ دوڑانا بدکاری ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے، دل کا زنا خواہش اور شہوت ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کر دیتی ہے یا اسے جھٹلا دیتی ہے۔'' (بخاری: 6612)

(9) اگر اجنبی خواتین سے کوئی چیز طلب کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو رب العزت نے اس کا ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب کہ تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر آ جاؤ پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو، یقیناً یہ بات نبی کو اذیت دیتی ہے پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو یقیناً یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے۔'' (الاحزاب: 53) پردے کے پیچھے سے طلب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دروازے پر دستک دے یا سلام کرے اور ایک طرف ہٹ کر مطلوبہ چیز کے بارے میں کہے۔ خواتین بلاضرورت سامنے نہ آئیں۔

(10) رسول اللہ ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو قربانی کے دن اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ وہ خوبصورت گورے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرد تھے۔ نبی ﷺ لوگوں کو مسائل بتانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران میں قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت بھی نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھنے آئی۔ فضل بھی اس عورت کو دیکھنے لگے۔ اس کا حسن و جمال ان کو بھلا معلوم ہوا۔ نبی ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو فضل اسے دیکھ رہے تھے۔ نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے لے جا کر فضل کی ٹھوڑی پکڑی اور ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا۔ پھر اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا جو اپنے بندوں پر فریضہ ہے وہ میرے والد پر لاگو ہوتا ہے، جو بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اور سواری پر سیدھے نہیں بیٹھ سکتے۔ کیا اگر میں ان کی طرف سے حج کر لوں تو ان کا حج ادا ہو جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں ہو جائے گا۔'' (بخاری:6228)

(11) نظر کی حفاظت کے لیے نبی ﷺ نے نکاح کرنے کا حکم دیا۔ سیدنا علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی استطاعت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے اور اگر کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ شہوت کو ختم کرتے ہیں۔'' (صحیح بخاری:1905)

(12) راستے کا حق ہے کہ نظریں نیچی رکھیں: صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، راستے کا حق کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نظر نیچی رکھنا، راہگیروں کو نہ ستانا، سلام کا جواب دینا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔'' (بخاری:6229)

(13) عورتوں کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے پرہیز کرنے سے نظر کی حفاظت ممکن ہے۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو۔'' ایک شخص نے عرض کیا: ''سسرالی مردوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ موت ہیں۔'' (ترمذی)

سوال 6: غض بصر کے حکم سے مستثنیٰ صورتیں کون سی ہیں؟

جواب: غض بصر کے حکم سے مستثنیٰ صرف وہ صورتیں ہیں جن میں کسی عورت کو دیکھنے کی حقیقی ضرورت ہو۔

(1) نکاح کے لیے کسی عورت کو دیکھنا: نکاح کے لیے کسی عورت کو دیکھنا مستحب ہے۔

(i) رسول اللہ ﷺ نے نکاح کے لیے عورت کو دیکھنے کی تعلیم دی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس حاضر تھا۔ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی نے آ کر آپ ﷺ کو خبر دی کہ اس نے ایک انصاری عورت سے نکاح (طے) کیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جا اور اسے دیکھ کیونکہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے۔'' (مسلم:3485) (ii) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کو دیکھ لو کیونکہ دیکھنے میں تم دونوں میں الفت پیدا ہونے کی امید ہے۔'' (ترمذی:1087)(2) تفتیش جرائم کے سلسلے میں کسی مشتبہ عورت کو دیکھنا۔

(3) عدالت میں گواہی کے موقع پر قاضی کا کسی گواہ عورت کو دیکھنا۔(4) علاج کے لیے کسی ڈاکٹر کا مریض عورت کو دیکھنا۔

سوال 7: نبی ﷺ نے فتنہ نظر اور فتنہ سماعت کے علاج کے لیے کون سی دعائیں سکھائیں؟

جواب: (1)﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِیْ وَمِنْ شَرِّ لِسَانِیْ وَمِنْ شَرِّ قَلْبِیْ﴾ ''اے اللہ! میں اپنے کان کے شر سے، اپنی آنکھ کے شر سے، اپنی زبان کے شر سے اور اپنے دل کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (ابوداؤد، نسائی، مسند احمد)

(2)﴿اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ، اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ، اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ﴾ ''اے اللہ! مجھے میرے جسم میں عافیت دے، اے اللہ! مجھے میرے کانوں میں عافیت دے، اے اللہ! مجھے میری آنکھوں میں عافیت دے، تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' (ابوداؤد، نسائی، مسند احمد)

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ

''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا

مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر

لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ

اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا

بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ

اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع

اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا

رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ

اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مومنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو

الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

تاکہ تم فلاح پاؤ'' (31)

سوال 1: قرآن میں پردے کے احکامات کتنی نوعیت کے ہیں؟

جواب: قرآن مجید میں پردے سے متعلق تین طرح کے احکامات ہیں:

(1) ایک وہ احکامات ہیں جو خاص نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو مخاطب کر کے یا ان سے متعلق عام مسلمانوں کو مخاطب کر کے دیئے گئے ہیں، لیکن مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ احکام نبی ﷺ کی بیویوں ہی کے لیے خاص نہیں بلکہ ان کا حکم امت کی تمام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے لیے عام ہے۔ خطاب میں نبی ﷺ کی بیویوں کو خاص طور پر پیش نظر رکھنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ شروع شروع میں معاشرتی اصلاح کا یہ مشکل قدم رسول اللہ ﷺ کے گھروں سے اٹھایا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تمام امت کی خواتین کے لیے نمونہ ہونے کی وجہ سے نبی ﷺ کی ازواج اور آپ ﷺ کے اہل بیت پر ان ہدایات و احکام کی ذمہ داری زیادہ قوت اور شدت کے ساتھ عائد ہوتی تھی۔ یہ احکام سورۃ احزاب کی آیات 32-33 اور 53-55 میں بیان ہوئے ہیں۔

(2) دوسرے وہ احکام ہیں جن میں پیغمبر ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ دوسری عام خواتین بھی شامل ہیں اور جن میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ کسی مسلمان عورت کو جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر نکلنے کی کوئی ضرورت پیش آ جائے تو اس حالت میں اس کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ یہ احکام سورہ الاحزاب کی آیت 59 میں بیان ہوئے ہیں۔

(3) تیسرے وہ احکام ہیں جو عام مردوں اور عورتوں کو مخاطب کر کے گھروں کے اندر آنے جانے سے متعلق دیئے گئے ہیں، جن میں تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان جب اپنے کسی بھائی کے گھر میں داخل ہو تو اس کو کن آداب و قواعد کی پابندی کرنی چاہیے اور گھر کی عورتوں پر ایسی حالت میں کیا پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ احکام سورہ نور کی آیت 27-31، 58-60 اور 61 میں بیان ہوئے ہیں۔ (قرآن میں پردے کے احکام، مولانا امین احسن اصلاحی، ص: 8، 9)

سوال 2: سورہ النور آیت 31 میں خواتین کو کیا احکامات دیے گئے ہیں، مختصراً بیان کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اس آیت میں گھروں کے اندر پردے کے احکامات دیے گئے ہیں۔عورتوں کو یہ ہدایت کی جارہی ہے کہ اگر گھر کے اندر کوئی غیر محرم داخل ہو تو وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اپنی شرم کی جگہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کی چیزیں اس کے سامنے ظاہر نہ ہونے دیں۔صرف وہ زینت اس سے مستثنیٰ ہے جس کا ظاہر ہونا ناگزیر ہے۔زینت کی چیزوں کا اظہار شوہر کے سامنے جائز ہے یا محرموں کے سامنے یا اپنے میل جول اور تعلق و خدمت کی عورتوں کے سامنے یا اپنے کلرکوں کے سامنے یا ایسے مردوں کے سامنے جو بوڑھے ہو چکے ہیں اور ان کی کفالت و پرورش کا بار گھر والوں نے اپنے ذمے لے رکھا ہے یا ایسے بچوں کے سامنے جو ابھی جنس معاملات سے نا آشنا ہوں اور مزید یہ کہ اگر کسی غیر محرم کی موجودگی میں عورتوں کو گھر کے اندر نقل و حرکت کی ضرورت پیش آئے تو زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں کہ زیوروں کی جھنکار سنائی دے۔یہ اس آیت کا سادہ مطلب ہوا۔(تدبر قرآن)

(2)سورہ النور کی پردے کی آیات گھر کے اندر کے پردے کے متعلق ہیں نہ کہ گھر کے باہر کے پردے کے، جب کہ گھر سے باہر پردے کا ذکر ''سورۃ الاحزاب'' کی آیات میں ہے۔ان احکامات کا آغاز ہی گھر میں داخل ہونے کے آداب بیان کرتے ہوئے ہو رہا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم انس معلوم کر لو اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو۔''(النور:27)قرآن کی آیات:﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ... لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾کو ان کے اس سیاق و سباق میں سمجھیں تو یہ آیت اس مسئلے میں بالکل واضح ہے کہ یہاں مومنین کو کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے کے آداب سکھائے جا رہے ہیں۔۔۔یعنی اس آیت مبارکہ میں گھر میں کثرت سے داخل ہونے والے نا محرم رشتہ دار مثلاً بہنوئی، داماد، خالو، پھوپھا وغیرہ کے بارے میں گھر کی خواتین کو کچھ اخلاقی ہدایات دی گئی ہیں۔چونکہ گھر میں رہتے ہوئے ان قریبی رشتہ داروں کے سامنے زینت کے اظہار کا زیادہ امکان تھا اس لیے خواتین کو ان کے سامنے زینت کے اظہار سے روک دیا گیا اور مردوں کو کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت غض بصر کا حکم دیا گیا۔کیونکہ گھر میں کام کاج کے دوران عورت کی زینت کے اظہار اور ستر کے کھل جانے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں لہٰذا مردوں کو غض بصر کا حکم دیا گیا۔اس سے یہ اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے کہ عورت کو چہرہ چھپانے کا حکم ہے تو مردوں کو غض بصر کا حکم جاری کرنے کا کیا معنی ہے۔مردوں کو درحقیقت انہی مخصوص مقامات کے حوالے سے غض بصر کا حکم جاری کیا گیا جن کا تذکرہ ہم نے اوپر کیا ہے۔اس طرح اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ گھر کے دوسرے محرم رشتہ داروں کی فہرست بھی بیان کی گئی کہ جن کے سامنے زینت کا اظہار اور کسی حد تک ستر کا کھلا رکھنا مثلاً بال، گردن اور بازو وغیرہ جائز ہے۔ (چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟ ص:51,50)

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک بھی اس آیت کا موقع محل گھر ہی ہے اور عورت کو گھر میں داخل ہونے والے غیر محرم مردوں کے سامنے اپنی زینت کو ظاہر کرنے سے روکا گیا ہے۔ (تفسیر طبری: 305/9)

سوال 3: نظر اور شرم گاہ کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے خواتین کو جو حکم دیا، اس کی وضاحت ﴿وَقُلْ ... فُرُوْجَهُنَّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ ''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں'' عورتوں کے لیے غض بصر کے لیے وہی احکامات ہیں جو مردوں کے لیے ہیں لیکن دونوں کا معاملہ کسی حد تک مختلف بھی ہے۔

(2) اہل علم کا کہنا ہے کہ نظر کے حوالے سے مرد و عورت کے احکام میں کچھ فرق ہے اور وہ یہ کہ مرد کے لیے تو (چند استثنائی صورتوں میں مثلاً منگیتر کو دیکھنا وغیرہ کے علاوہ) کسی صورت میں بھی اجنبی عورت کو دیکھنا جائز نہیں جبکہ شہوت کی نظر کے بغیر (جب کسی فتنہ کا بھی خدشہ نہ ہو تو) اجنبی مرد کو دیکھ سکتی ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ عید کا دن تھا اور مسجد میں کچھ حبشی صحابہ اپنے نیزوں اور برچھوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''کیا تم انہیں دیکھنا چاہتی ہو؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں'' تو پھر آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میں ان کو دیکھ رہی تھی اور آپ میرے لیے ان سے اوٹ بنے ہوئے تھے پھر جب میں تھک گئی تو واپس چلی گئی۔ (ماخوذ از بخاری: 950) اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ''باب عورت حبشیوں اور دیگر مردوں کو دیکھ سکتی ہے اگر کسی فتنے کا ڈر نہ ہو۔'' (بخاری، قبل الحدیث: 5236) امام ابن بطال رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے اجنبی مرد کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ (شرح صحیح بخاری، لابن بطال: 363/7)

(3) مولانا داؤد راز رحمہ اللہ امام بخاری کے مذکورہ بالا عنوان کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عورت اجنبی مردوں کو دیکھ سکتی ہے بشرطیکہ نظر بد نہ ہو۔ اگرچہ بعض نے سیدہ ام سلمی رضی اللہ عنہا کی روایت کی وجہ سے اس سے منع کیا ہے لیکن صحیح جواز ہی ہے کیونکہ عورتیں مسجدوں اور بازاروں میں جاتی ہیں، وہ اپنے منہ پر نقاب رکھتی ہیں مگر مرد کو نقاب نہیں کراتے، اس لیے یقیناً ان پر نظر پڑ سکتی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اسی حدیث سے ہم یہ کہتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مردوں کا چہرہ عورت کے حق میں ایسا نہیں ہے جیسا عورتوں کا چہرہ مردوں کے حق میں ہے تو غیر مرد کو دیکھنا اس وقت حرام ہوگا جب فتنہ کا ڈر ہو، اگر یہ نہ ہو تو حرام نہیں اور ہمیشہ ہر زمانہ میں مرد کھلے منہ اور عورتیں نقاب ڈالے پھرتی ہیں۔ اگر عورتوں کا مردوں کو دیکھنا مطلقاً حرام ہوتا تو مردوں کو بھی نقاب ڈال کر نکلنے کا حکم دیا جاتا یا باہر نکلنے سے ان کو منع کر دیا جاتا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ منہ اور دونوں ہتھیلیاں نہ مرد کی ستر ہیں نہ عورت کی اور یہ اعضاء ہر کوئی ایک دوسرے کے دیکھ سکتا ہے گو مکروہ ہے۔ کتنی ہی حدیث سے عورتوں کا کام کاج وغیرہ اور جہاد میں نکلنا ثابت ہوتا ہے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا، مجاہدین کا کھانا وغیرہ پکانا اور یہ امور ممکن نہیں ہیں جب تک عورتوں کی نظر مردوں پر نہ پڑے لیکن یہ جواز صرف اسی صورت میں ہے جب فتنہ کا ڈر نہ ہو، اگر فتنے کا ڈر ہو تب عورت کا غیر مرد کو دیکھنا سب کے نزدیک ناجائز ہے۔ (ماخوذ از: شرح صحیح بخاری۔ از مولانا داؤد راز: 6/678)

(4) علاوہ ازیں عورت شہوت کی نظر کے بغیر غیر مرد کو دیکھ سکتی ہے اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں ہے کہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو جب ان کے شوہر نے تیسری طلاق دی تو نبی ﷺ نے انہیں ام شریک رضی اللہ عنہا کے گھر عدت گزارنے کی بجائے سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت پوری کرنے کا حکم دیا اور یہ وضاحت فرمائی کہ ام شریک ایسی عورت ہے کہ اس کے پاس میرے صحابہ کا آنا جانا لگا رہتا ہے (لہٰذا) تم ابن مکتوم کے ہاں عدت گزارو کیونکہ وہ نابینا انسان ہے، تم وہاں اپنے (حجاب کے) کپڑے بھی اتار سکتی ہو۔ (مسلم: 1480)

(5) نیز سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جس روایت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ عورتوں کے لیے بھی اسی طرح مردوں کو دیکھنا ناجائز ہے جیسے مردوں کے لیے انہیں دیکھنا ناجائز ہے وہ ضعیف ہے چنانچہ اس روایت میں ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں موجود تھی جبکہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بھی وہیں تھیں کہ (نابینا صحابی) سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے اور یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جبکہ ہمیں پردے کے احکام دے دیئے گئے تھے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس سے پردہ کرو۔'' ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ نابینا نہیں، ہمیں دیکھتا نہیں اور پہچانتا بھی نہیں؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم بھی اندھی ہو تم اسے نہیں دیکھتی ہو؟'' (ضعیف، ابوداؤد: 887، سلسلۃ الضعیفہ: 5958) (لباس اور حجاب کی کتاب از حافظ عمران ایوب لاہوری، ص: 153,152)

(6) اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو نظر جھکانے کا حکم دیا ہے جس کا مطلب ہے: (i) ارادے سے غیر مردوں کو نہ دیکھنا۔ (ii) نظر پڑ جائے تو ہٹا لینا۔ (iii) دوسروں کے ستر دیکھنے سے پرہیز کرنا۔ (iv) مجلس میں آمنے سامنے بیٹھ کر دیکھنا ممنوع ہے۔ (v) راستہ چلتے ہوئے یا دُور سے کوئی جائز کھیل دیکھتے ہوئے مردوں پر نظر پڑنا گناہ نہیں ہے۔ (vi) حقیقی ضرورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑنے پر ایک گھر میں رہتے ہوئے دیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(7) کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مردوں کے سامنے دوسری عورتوں کے تذکرے اس طرح کرے کہ جیسے وہ اسے دیکھ رہا ہو۔ اسی وجہ سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں غیر مسلم عورتوں کے ساتھ حمام میں جایا کرتی ہیں یہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ (تفسیر کمالین جلالین:272/4)

(8) ﴿وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ ''اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں'' یعنی اپنے ستر کو کھولنے سے پرہیز کرنا ہے۔ عورتوں نے اپنا ستر دوسرے کے سامنے کھولنے سے پرہیز کرنا ہے۔ اس معاملے میں عورتوں کے لیے بھی وہی احکامات ہیں جو مردوں کے لیے ہیں۔ (9) حرام جماع سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، نیز شرم گاہوں کو چھونے اور ان کی طرف حرام نظر سے ان کی حفاظت کریں۔ (تفسیر سعدی:1816/2)

(10) اس آیت مبارکہ (النور:31) میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومن عورتوں کو شرم گاہ کی حفاظت کا حکم دیا ہے جس کا مقصد نسل ونسب انسانی کی حفاظت ہے۔ نسل انسانی حفاظت ضروریات کی قبیل سے ہے جس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ﴿يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ میں حفظ فروج کا حکم دیا ہے جبکہ اس حکم کی تکمیل کے لیے ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ میں عورت کو اپنے چہرے کی زینت کے لیے استعمال ہونے والی اشیاء کے چھپانے کا حکم دیا جس کا لازمی نتیجہ چہرے کو چھپانے کی صورت میں نکلتا ہے کیونکہ زنا کے اسباب میں ایک بہت بڑا سبب چہرے کا کھلا رکھنا بھی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے زنا سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اسباب اور ذرائع سے بھی منع کر دیا ہے۔ ایسے احکامات کو اصولیین کی اصطلاح میں ''مکملات مصالح شریعت'' کہتے ہیں۔ اصولیین نے مقاصد شریعہ کی بحث کرتے وقت ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کے ساتھ ان کے ''مکملات'' کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ ''مکملات'' کی تعریف کرتے ہوئے امام شاطبی لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے سابقہ مقاصد شریعہ، ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کی تکمیل کے کچھ اور احکامات جاری کیے ہیں جو کہ ان مقاصد کے تتمے اور تکملے کا درجہ رکھتے ہیں۔'' (الموافقات:12/2، امام شاطبی) لہٰذا حفظ فروج کے حکم کی تکمیل کے لیے اس آیت مبارکہ کے الفاظ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ میں عورت کے چہرے کو کھلا رکھنے سے منع فرمایا۔ عورت کا چہرہ زنا کا داعیہ ہے اس کی دلیل اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے بھائی فضل بن عباس رضی اللہ عنہما حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سواری پر بیٹھے تھے تو خشعم قبیلے کی ایک عورت آئی اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا چہرہ پکڑ کر اس کا رخ دوسری طرف پھیر دیا۔'' (بخاری، کتاب الحج) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ فتنے کا محل ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے پیدا ہونے والے فتنے کا فوری سد باب کیا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس عورت کے چہرے کو پردے کا حکم کیوں نہ دیا تو اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ عورت حالت احرام میں تھی اور حالت احرام میں اس کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا مشروع ہے۔ (چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟، ص: 40، 41)

سوال 4: عورت کے ستر کی حدود کیا ہیں؟

جواب: (1) ستر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی چھپانا یا ڈھانپنا ہیں۔ اس سے مراد انسانی جسم کے وہ مقامات ہیں جنہیں چھپانا ضروری ہے۔ عورت کا ستر مردوں کے لیے الگ ہے اور عورتوں کے لیے الگ ہے۔

(i) عورت کا مردوں سے ستر: مردوں کے لیے عورت کا ستر ہاتھ اور منہ کے سوا اُس کا پورا جسم ہے جسے شوہر کے سوا باپ اور بھائی کے سامنے بھی نہیں کھلنا چاہیے۔ (ii) عورت کا عورتوں سے ستر: عورت کا عورت سے ستر وہی ہے جو مرد کے مرد سے ستر کی حدود ہیں یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ جو ہمیشہ ڈھانکنا فرض ہے۔ جب کہ دوسرے حصوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔

(2) عورت کے ستر کے دلائل یہ ہیں: (i) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو'' (النور: 31) ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ آیت نص ہے کہ عورت کی ٹانگیں اور پنڈلیاں ستر ہیں۔ (المحلی: 3/234)

(ii) سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے تہبند کا ذکر کیا تو انہوں نے عورت کے متعلق پوچھا کہ وہ اسے کس قدر لمبا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک بالشت لٹکا لے'' سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس سے تو اس کے پاؤں ننگے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک ہاتھ لٹکا لے اور اس سے زیادہ نہ کرے۔'' (ابوداؤد: 4117) البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ عورتوں کے پاؤں بھی ستر میں شامل ہیں اور یہ بات عہد نبوی میں عورتوں میں معروف تھی۔ قرآن کریم کے اس ارشاد ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ﴾ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ موجود ہے۔ (الصحیحہ: 460)

(iii) ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عورت مکمل ستر ہے۔'' (صحیح الترغیب: 346)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(iv)عورت کو باریک لباس نہیں پہننا چاہیے جس سے جسم جھلکے یا ایسا لباس جس کی وجہ سے جسم نمایاں ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (ان کی بہن) سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئیں اور انہوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنا منہ موڑ لیا اور فرمایا: ''اے اسماء! جب لڑکی بالغ ہو جائے تو جائز نہیں کہ اس سے کچھ نظر آئے سوائے اس کے اور اس کے'' اور (یہ کہتے ہوئے) آپ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔ (ابوداؤد:4104)

(v) شیخ وہبہ زحیلی رقمطراز ہیں کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے۔ (تفسیر منیر:182/8)

(3) اگر کسی ضرورت (مثلاً گھر کے کام میں مصروفیت وغیرہ) کی وجہ سے عورت کا سر، پاؤں یا بازو وغیرہ محرم رشتہ داروں (یا خادم) کے سامنے کھل جائیں تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ایک غلام لائے جو آپ نے ان کو ہبہ کیا تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ایسا کپڑا تھا کہ وہ اگر اسے سر پر لپیٹتیں تو ان کے پاؤں تک نہ پہنچتا تھا اور اگر پاؤں کو چھپاتیں تو سر پر نہ رہتا تھا۔ پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس اُلجھن کو دیکھا تو فرمایا: ''تمہارے لئے کوئی حرج کی بات نہیں، تمہارے سامنے صرف تمہارے والد ہیں اور غلام ہے۔'' (صحیحہ:2868) البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ لڑکی اپنا سر اور اپنے پاؤں اپنے والد کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے بلکہ اپنے غلام کے سامنے بھی۔ (صحیحہ تحت الحدیث:2868)

سوال 5: ستر اور حجاب میں کیا فرق ہے؟

جواب: ستر اور حجاب ایک چیز نہیں بلکہ ان میں فرق ہے اور وہ یہ کہ (i) ستر ان جسمانی اعضاء کو چھپانے کا نام ہے جنہیں چھپانا ہر حال میں ضروری ہے خواہ کوئی دیکھنے والا ہو یا نہ ہو جب کہ حجاب ہر حال میں ضروری نہیں بلکہ صرف اس وقت ضروری ہے جب پاس کوئی غیر محرم موجود ہو یا جب عورت گھر سے باہر نکلنے کا ارادہ کرے۔ (ii) دوسرا فرق یہ ہے کہ ستر پوشی کا حکم جیسے عورتوں کے لیے ہے ویسے ہی مردوں کے لیے بھی ہے جب کہ حجاب کا حکم صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ (iii) تیسرا فرق یہ ہے کہ عورت کے لیے ستر کی حد یہ ہے کہ وہ چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ سارا جسم ڈھانپے جب کہ حجاب کی صورت میں عورت چہرے اور ہاتھوں کو بھی ڈھانپے گی۔ (لباس اور حجاب کی کتاب، حافظ عمران ایوب لاہوری، ص: 23، 24)

سوال 6: اپنی زینت ظاہر نہ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ ... مِنْهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ ''اوراپنی زینت کو ظاہر نہ کریں'' آرائش، بناؤسنگھار، خوب صورت لباس، زیورات، خوب صورت جوتے، خوب صورت نظر آنے کے لیے جو چیزیں استعمال کی جاتی ہیں وہ اور تمام بدن زینت میں شمار ہوتے ہیں۔

(2) ظاہری لباس جس کو عادت کے مطابق پہنا جاتا ہے اور اس کی نمائش کو نہیں روکا جاسکتا ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ''مگر جو اس میں سے ازخود ظاہر ہو جائے'' میں آتا ہے۔ اس لباس میں ایسی کوئی چیز نہیں ہونی چاہیے جو فتنے کو دعوت دے۔

(3) اسلام اس زینت کو مستثنیٰ قرار دیتا ہے جس کا چھپانا ممکن نہ ہو مثلاً چادر، عبایا اور سکارف جو عورت کے جسم پر ہونے کی وجہ سے خوب صورت دکھائی دیتا ہے۔

(4) ابن زید نے کہا: ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ''مگر جو اس میں سے ازخود ظاہر ہو جائے'' اس سے مراد سرمہ، خضاب اور انگوٹھی ہے۔ (جامع البیان: 126/8)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ''اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ازخود ظاہر ہو جائے'' کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔ (جامع البیان)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے زینت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے پازیب، بالیاں اور ہار وغیرہ مراد ہیں اور ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ''مگر جو اس میں سے ازخود ظاہر ہو جائے'' سے مراد کپڑے ہیں۔ (مستدرک حاکم: 397/2)

(6) (i) ظاہر اپنی مرضی اور اختیار سے کیا جاتا ہے۔ اسلام نے اس سے روک دیا۔ (ii) ظاہر ہونے میں انسان کا اختیار اور مرضی شامل نہیں ہوتی اسلام نے اس کی رخصت دی ہے۔ (iii) اسلام رخصت کو ظاہر کرنے کی حد تک لے جانے کی اجازت نہیں دیتا۔

(7) زینت کو چھپانے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مقامات زینت بھی چھپ جائیں کیونکہ جب کوئی عورت اپنی زینت کو چھپائے گی تو مقامات زینت ازخود چھپ جائیں گے کہ جن کا چھپانا شریعت کا اصل مقصود ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب شریعت کا اصل مقصود زینت کا چھپانا ہے تو مقامات زینت کی جگہ لفظ زینت استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مقامات زینت کی جگہ لفظ زینت کو استعمال کرنے میں مبالغہ ہے جیسا کہ علامہ زمخشری نے اس کی وضاحت کی ہے: مقامات زینت کی بجائے زینت کے الفاظ اس لیے استعمال کیے گئے ہیں تاکہ ان مقامات کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے حوالے سے حکم میں مبالغہ کیا جا سکے۔ یعنی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ مقامات زینت تو کیا اس زینت کو بھی چھپاؤ جس کو تم نے پہن رکھا ہے باوجود یکہ اشیائے زینت کو چھپانا اصلاً مقصود نہیں ہے۔ (چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟ ص:40،39)

(8) ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ ''اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں'' میں مطلقاً زینت کے اظہار سے منع کیا گیا ہے اور ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ''مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے'' یعنی سوائے اس کے جو اس زینت میں سے خود بخود ظاہر ہو جائے میں فعل لازم استعمال ہوا ہے جس سے مراد ایسی زینت ہے کہ جس کا چھپانا ممکن نہ ہو، جیسے کپڑے، گاؤن یا برقعے وغیرہ کی زینت۔ البتہ اگر نص میں فعل متعدی کے ساتھ ﴿اِلَّا مَا اَظْهَرْنَ مِنْهَا﴾ یعنی سوائے اس کے جو وہ اس زینت میں سے ظاہر کریں کے الفاظ ہوتے تو ایسی صورت میں چہرے کو مستثنیٰ سمجھا جا سکتا تھا کیونکہ چہرے کی زینت ظاہر کی جاتی ہے نہ کہ خود بخود ظاہر ہوتی ہے۔ (چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟ ص:42،41)

(9) بعض علماء نے قرآن کریم کے الفاظ ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے یہ مراد لی ہے کہ حجاب سے چہرہ اور ہاتھ مستثنیٰ ہیں۔ یعنی عورتوں کو غیر مردوں سے بھی چہرہ اور ہاتھ چھپانے کی ضرورت نہیں۔ یہ توجیہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر غلط ہے:

(i) اس آیت میں احکام حجاب کی رخصتوں کا ذکر ہے نہ کہ احکام حجاب کی پابندیوں کا۔ یعنی ذکر تو یہ چل رہا ہے کہ فلاں فلاں ابدی محرم رشتہ داروں سے بھی حجاب کی ضرورت نہیں، اپنی عورتوں سے بھی، لونڈیوں سے بھی، خدام اور نابالغ بچوں سے بھی اظہار زینت اور حجاب پر کوئی پابندی نہیں۔ اب دیکھئے اس آیت میں کہیں عام لوگوں یا غیر مردوں کا ذکر آیا ہے کہ ان سے اظہار زینت پر کوئی پابندی نہیں؟ لہٰذا اگر ان حضرات کے مصداق ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہی لے لیے جائیں تو بھی چنداں فرق نہیں پڑتا کیونکہ اس آیت میں مذکور اشخاص کے سامنے ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہی کا تو ذکر ہے۔

(ii) اس بات کے باوجود بھی یہ توجیہ غلط ہے کیونکہ ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی ضمیر زینتهن کی طرف راجع ہے جو کہ قریب ہی مذکور ہے، نہ کہ اعضائے بدن کی طرف جن کا یہاں ذکر ہی موجود نہیں۔ اور اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس زینت سے از خود ظاہر ہو جائے گویا اللہ تعالیٰ عورتوں کو تکلیف مالا یطاق نہیں دینا چاہتے یعنی اگر جلباب یا بڑی چادر یا برقعہ کسی وقت ہوا سے اٹھ جائے یا غفلت یا کسی دوسرے اتفاق کی بنا پر عورت کا زیور یا زینت یا اس کا کچھ حصہ ظاہر ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اکثر صحابہ اور تابعین نے ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے یہی مراد لیا ہے۔

(iii) پیچھے واقعہ افک میں ایک طویل حدیث، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، گزر چکی ہے، اس میں وہ خود فرماتی ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ میں نے صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ کو جب بیدار ہو کر اپنے پاس کھڑا دیکھا تو میں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ کیونکہ اس سے پہلے (سورہ احزاب میں) پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ پھر بعد میں کیا یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا؟ کیا کچھ شواہد و آثار ایسے ملتے ہیں جن سے یہ ثابت ہو سکے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا؟ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہو اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر اس جملہ کا یہ مطلب کیسے لیا جا سکتا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ پردہ کے حکم سے مستثنیٰ ہیں؟

(iv) تمام بدن میں چہرہ ہی ایسا عضو ہے جس میں غیروں کے لیے دلکشی کا سب سے زیادہ سامان ہوتا ہے۔ پھر اگر اسے ہی پردہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے تو باقی احکام حجاب کی کیا اہمیت باقی رہ جاتی ہے؟

اب اس مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ تمام تر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے، پھر ان کے شاگردوں نے بعض فقہائے حنفیہ نے ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ (النور:31) سے مراد لیا ہے کہ ہاتھ اور چہرہ حکم حجاب سے خارج ہیں اور یہی وہ اصل بنیاد ہے جس پر منکرین حجاب اپنی عمارت کھڑی کرتے ہیں۔ حالانکہ ان اصحاب کا یہ مؤقف بھی منکرین حجاب کے کام کی چیز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ﴾ (الاحزاب:59) کا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں: مومنوں کی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ چادروں سے اپنے سر اور چہروں کو ڈھانپ کر رکھیں مگر ایک آنکھ کھلی رکھ سکتی ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔ (معالم التنزیل) اسی طرح کی ایک دوسری روایت یہ ہے کہ علی بن ابی طلحہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ اپنے گھروں سے کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو چادروں سے اپنے سروں کے اوپر سے چہروں کو ڈھانپ لیں اور (صرف) ایک آنکھ ظاہر کریں۔ (تفسیر ابن کثیر:318/3) اور یہ ظاہر ہے کہ جلباب کا تعلق گھر کے باہر کی دنیا سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما گھر سے باہر مکمل پردہ (یعنی چہرہ سمیت کے قائل تھے) ان کے مؤقف میں اگر کچھ لچک ہے تو گھر کے اندر کی دنیا سے ہے یعنی اگر گھر کے اندر ایسے رشتہ دار آ جائیں جو محرم نہیں تو ان سے ہاتھ اور چہرہ چھپانے کی ضرورت نہیں لہٰذا آج کے مذہب اور پردہ کے مخالف طبقہ کے لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مؤقف کچھ زیادہ سودمند نہیں۔ (تیسیر القرآن)

(10) اگر اس تفسیر کو صحیح مان بھی لیا جائے کہ ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں چہرہ بھی داخل ہے تب بھی اس سے وہ معنی نہیں نکلتا جو منکرین حجاب نکالنا چاہتے ہیں کیونکہ ﴿ظَهَرَ﴾ فعل لازم ہے۔ چنانچہ زیادہ سے زیادہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ اگر ہوا یا کسی حرکت کی وجہ سے کپڑوں کو سنبھالتے ہوئے کبھی چہرہ کھل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ بعض مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ مشہور مفسر ابن عطیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: آیت کے الفاظ سے مجھے یہ لگتا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور ہر طرح کی زینت کو اچھی طرح چھپانے کی کوشش کرے اور استثناء سے مراد ہر وہ چیز جو عورت پر غالب آجائے مثلاً عورت کوئی ضروری حرکت کرے یا اپنا حلیہ ٹھیک کرنے کی وجہ سے اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہو جائے تو وہ معاف ہے۔ (المحرر الوجیز:10/489,488)(چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟، ص:50)

سوال 7: اسلام کا زینت کے بارے میں کیا نقطہ نظر ہے؟

جواب: (1) اسلام عورت کے فطری حق کو تسلیم کرتا ہے۔ زینت عورت کا حق ہے۔ ہر عورت کے اندر فطری طور پر یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ خوب صورت نظر آئے۔ اسلام اس کی فطرت کو جڑ سے اکھاڑنا نہیں چاہتا۔ اسلام زینت کی ضابطہ بندی کرنا چاہتا ہے۔

(2) اسلام چاہتا ہے کہ عورت کی زیب و زینت ایک مرد کے لیے مخصوص ہو جس میں محرم رشتے داروں کے سوا دوسرے مرد شریک نہ ہوں۔

(3) اسلام نامحرم رشتہ داروں اور اجنبیوں کے سامنے زینت کے اظہار کی اجازت نہیں دیتا۔

سوال 8: اوڑھنیاں گریبانوں پر ڈالنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں'' یہ حکم مکمل ستر پوشی کے لیے ہے۔

(2) یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زینت جس کا اظہار نہیں کیا جا سکتا جس کی نمائش حرام ہے اس میں پورا بدن داخل ہے۔

(3) جیب اس شگاف کو کہتے ہیں جو قمیض میں سینے پر ہوتا ہے۔ خمار اس چادر کو کہتے ہیں جو سینے پر اوڑھی جاتی ہے۔ سینے پر چادریں ڈالنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ یہ اُن مقامات میں سے ہے جن کا جنسی میلان سے تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو فتنے میں ڈالنا نہیں چاہتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا۔

(4) رب العزت نے وضاحت کے ساتھ حکم دیا ہے: ''اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں'' تاکہ زینت کا اظہار نہ ہو، تاکہ ہر ایک کو ناپاکی سے بچایا جا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ رب العزت نے نظر اور دلی خیالات کی ناپاکی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بچانے کے لیے یہ حکم دیا کہ عورتیں اپنے سینے پر اپنی چادریں ڈالے رکھیں۔

(5) سیدہ صفیہ بنت شیبہ سے روایت ہے کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھی تو اُنہوں نے قریش کی عورتوں کا ذکر کیا اور ان کے فضائل بیان کیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قریش کی عورتوں کو فضیلت حاصل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے انصار کی عورتوں سے زیادہ تصدیق کرنے والی عورتیں نہیں دیکھیں نہ ان سے زیادہ عقل مند عورتیں دیکھی ہیں۔ جب سورہ النور کی یہ آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ نازل ہوئی تو ان عورتوں نے اپنے تہبندوں کو دونوں کنارے سے پھاڑ کر اوڑھنیاں بنالیں۔(بخاری: 4759) اُنہوں نے ایمان اور تصدیق کے جذبے سے اس حکم پر عمل کیا۔ وہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صفوں میں یوں نظر آتی تھیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔(فتح الباری) مدینہ کی عورت کتنے مضبوط ایمان والی تھی۔ ان ساری عورتوں کا ایمان اتنا مضبوط تھا کہ اُدھر حکم نازل ہوا تو راتوں رات چادریں بن گئیں۔ وہ کسی سے متاثر نہیں تھیں۔ وہ کسی کی پابند بھی نہیں تھیں۔ انہوں نے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے کسی اور سے اجازت بھی نہیں لی کیونکہ وہ آزاد عورتیں تھیں۔ انہوں نے اس طرح سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو مانا جس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا۔ اگر کوئی سیکھنا چاہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر کیسے عمل کرنا ہے تو ان آزاد عورتوں سے سیکھے۔

(6) اللہ رب العزت نے جاہلی رواج کی مخالفت کا حکم دیا۔ جاہلیت میں عورتیں اپنے سینوں پر کچھ بھی نہیں ڈالتی تھیں۔ ان کی گردنیں، سر کے بال اور کانوں کی بالیاں کھلی رہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان خواتین کو حکم فرمایا کہ ان کی مخالفت کریں اور اپنی تمام حالتوں میں پردے کی احتیاط رکھیں۔

(7) ''خمار'' دوپٹہ اور اوڑھنی کو کہتے ہیں۔ اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ اوڑھنی مسلمان خواتین کے لباس کا ایک ضروری جزو ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی غیر محرم کی موجودگی میں عورتوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس اوڑھنی سے اپنے سر اور کمر کے ساتھ اپنے گریبانوں کو بھی چھپائیں۔(تدبر قرآن)

سوال 9: کیا اس آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں'' سے چہرے کا پردہ ثابت ہوتا ہے؟

جواب: ''دلالت اولیٰ'' استنباط احکام کے طریق میں سے ایک طریقہ ہے جس کو اصولیین کی اصطلاح میں دلالت نص یا فحوی خطاب یا مفہوم موافقت یا قیاس جلی بھی کہتے ہیں۔ آیت کا حصہ ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ کی دلالت اولیٰ سے چہرے کا پردہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت کے اس حصے میں مومن عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے سینوں کو خوب اچھی طرح ڈھانپیں اور اپنی قمیصوں پر اضافی چادر ڈال لیا کریں تاکہ ان کی گردن اور ان کے سینے کے ابھار وغیرہ ظاہر نہ ہوں اور اس طرح فتنے کے ادنیٰ سے اندیشے کو بھی ختم کیا جا سکے۔ چونکہ چہرے کو کھلا رکھنے میں سینوں پر بکل نہ مارنے کی نسبت فتنے کا زیادہ اندیشہ ہے اس لیے چہرے کو ڈھانپنے کا حکم اس نص سے بطریق اولیٰ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ﴿وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ﴾ میں بظاہر تو والدین کو اف کہنے سے منع کیا گیا ہے لیکن دلالت اولیٰ کے طریق سے والدین کو برا بھلا کہنا، گالیاں دینا اور مارنا بھی اسی نص کے تحت منع ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسی آیت مبارکہ کے نزول کے بارے میں بیان فرماتی ہیں: ﴿يَرْحَمُ اللهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ لَمَّا أَنْزَلَ اللهُ: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوْبِهِنَّ (سورۃ النور آیۃ 31) شَقَّقْنَ مُرُوْطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا﴾ اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے! جب اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر اوڑھنیاں بنا لیا۔'' (بخاری، کتاب التفسیر) اس بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ہے: ﴿فَاخْتَمَرْنَ أي غطين وجوههن﴾ ''فَاخْتَمَرْنَ'' سے مراد ہے کہ انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔'' (فتح الباری: 490/8)

(چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟ ص: 41)

بعض منکرین حجاب نے لغت عربی سے ناواقفیت کی وجہ سے یہ لکھا ہے کہ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ ترجمہ ان کی منفرد رائے ہے اور لغت عربی میں خمار لفظ چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ ہم ان منکرین حجاب کے جواب میں کہتے ہیں کہ ''خمار'' کا لفظ عربی زبان میں چہرہ ڈھانپنے کے لیے مستعمل ہے اور اس کے درج ذیل دلائل ہیں: سیدہ فاطمہ بنت منذر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''ہم اپنے چہروں کو خمار (چادر) سے ڈھانپتی تھیں اس حال میں کہ ہم حالت احرام میں ہوتیں اور سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہمارے ساتھ ہوتیں۔'' اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم ۸ ذوالحجہ کو ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں تو میں نے کہا: اے ام المومنین! یہاں ایک عورت ایسی ہے جو حالت احرام میں اپنے چہرے کو چھپانے سے انکار کرتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا خمار (چادر) اس کے سینے سے اٹھایا اور اس سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔'' وہ عورت حالت احرام میں چہرہ ڈھانپنے کو اللہ کے رسول کے بعض فرامین کی وجہ سے ناجائز سمجھ رہی تھی جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا چہرہ ڈھانپ کر اسے بتلایا کہ حالت احرام میں چہرہ ڈھانپا جا سکتا ہے۔۔۔ پس ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اپنی لغت میں خمار کا لفظ چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ (چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟ ص: 80-82)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 10: کس حلقے میں عورت اپنی زینت کے ساتھ پوری آزادی سے رہ سکتی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ ---عَوْرٰتِ النِّسَآءِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ "اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں" جس حلقے میں عورت اپنی زینت کے ساتھ پوری آزادی سے رہ سکتی ہے: (i) شوہر (ii) باپ (iii) شوہروں کے باپ (iv) اپنے بیٹے (v) شوہروں کے بیٹے (vi) بھائی (vii) بھائیوں کے بیٹے (viii) بہنوں کے بیٹے (ix) اپنے میل جول کی عورتیں (x) اپنے غلام (xi) ایسے نوکر چاکر جو شہوت والے نہ ہوں (xii) ایسے بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہیں۔

(2) (i) شریعت نے ان رشتوں کے سامنے زینت کا اظہار کرنے کی اجازت دی ہے جن کا ہر وقت گھر میں آنا جانا رہتا ہے۔ (ii) دوسری مصلحت یہ ہے کہ قربت اور رشتے داری کی وجہ سے ان رشتوں کی طرف فطری طور پر جنسی میلان نہیں ہوتا جس کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہونے کا ڈر نہیں ہوتا ہے۔ (iii) شریعت ان رشتوں کے سامنے زینت کا اظہار کرنے کی اجازت دیتی ہے جن سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔

(3) ﴿اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ "مگر اپنے شوہروں کے لیے" یعنی شوہروں کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے۔

(4) زینت کا مرکزی نقطہ تو شوہر ہی ہیں۔ اپنی بیویوں کے سارے بدن کو دیکھنا جائز ہے یہاں تک کہ شرمگاہوں کو بھی۔ مگر شرم گاہوں کو دیکھنا مکروہ ہے۔ ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ کبھی نہیں دیکھی۔ (تفسیر مظہری: 8/223,222)

(5) ﴿اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ﴾ "یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے" یعنی اپنے باپ دادا، پردادا، نانا، پرنانا کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے۔

(6) ﴿اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ﴾ "یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے" اس میں اپنے بیٹے، پوتے، پرپوتے، شوہروں کے بیٹے، پوتے اور پرپوتے نیچے تک کے شامل ہیں۔

(7) ﴿اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ﴾ "یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے" اس میں بھائی، بھتیجے، ان کے بچے، خواہ وہ حقیقی ہوں، علاتی یعنی (باپ شریک) ہوں یا اخیافی (ماں شریک) ہوں سب شامل ہیں۔

(8) ﴿اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ﴾ "یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے" اس میں بھانجے اور بھانجوں کے بچے سب شامل ہیں۔

(9) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے بارے میں فرمایا کہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے لیے حلال نہیں ہوسکتیں، جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوجاتے ہیں وہی دودھ کی وجہ سے بھی حرام ہوجاتے ہیں۔ یہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہیں۔(بخاری:2645)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد) افلح رضی اللہ عنہ نے مجھ سے (گھر میں آنے کی) اجازت چاہی تو میں نے ان کو اجازت نہیں دی۔ وہ بولے کہ آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کا (دودھ کا) چچا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ کیسے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میرے بھائی (وائل) کی عورت نے آپ کو میرے بھائی ہی کا دودھ پلایا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''افلح رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔ انہیں (اندر آنے کی) اجازت دے دیا کرو (ان سے پردہ نہیں ہے)۔''(بخاری:2644) اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پردے کا کس قدر لحاظ کرتی تھیں کہ اپنے رضاعی چچا سے بھی اس وقت تک نہیں ملیں جب تک رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں تسلی نہ کرلی۔

(11) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول کریم ﷺ ان کے یہاں تشریف فرما تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک صحابی کی آواز سنی جو (ام المؤمنین) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آنے کی اجازت چاہتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! یہ صحابی آپ کے گھر میں (جس میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا رہتی ہیں) آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا خیال ہے یہ فلاں صاحب، حفصہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا ہیں۔'' پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے ایک رضاعی چچا کے متعلق پوچھا کہ اگر فلاں زندہ ہوتے تو کیا وہ بے حجاب میرے پاس آسکتے تھے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! دودھ سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔''(بخاری:2646)

(12) ﴿اَوْ نِسَآئِهِنَّ﴾ ''یا اپنی عورتوں کے'' (i) اس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں۔ (ii) اس سے مراد خدمت گار عورتیں، باندیاں، لونڈیاں وغیرہ بھی ہیں۔

(13) یعنی مسلمان عورتوں کے لئے ایک دوسری پر نظر ڈالنا مطلقاً جائز ہے۔ اس میں اس امر کا احتمال بھی ہے کہ اضافت جنسیت کی مقتضی ہو، یعنی اپنی ''عورتوں'' سے مراد مسلمان عورتیں ہیں جو تمہاری جنس سے تعلق رکھتی ہیں تب اس میں ان لوگوں کے لئے دلیل ہے جن کا موقف ہے کہ مسلمان عورت کی طرف ذمی عورت کا دیکھنا جائز نہیں۔(تفسیر سعدی:1816/2)

(14) امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں حمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جاتی ہیں، ان کے ساتھ مشرکہ عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ سنو! کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں کہ وہ اپنا جسم کسی غیر مسلمہ عورت کو دکھائے۔ (جامع البیان:129/18) (15) مسلمان عورتوں کے سامنے زینت کے اظہار کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ انہیں کسی عورت کی زینت اور اس کے جسمانی اعضاء کی حالت کو شوہروں کے سامنے بیان کرنے سے روک دیا گیا۔

(16) ﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ﴾ "یا اپنے غلاموں کے" یعنی اس غلام کے لیے جو گھر میں صرف خواتین کی خدمت کے لیے مامور ہے، اپنی مالکہ کو اس وقت تک دیکھنا جائز ہے جب تک کہ مکمل طور پر اس کی ملکیت میں ہے۔ جب ملکیت مکمل طور پر یا جزوی طور پر زائل ہو جائے تو مالکہ پر نظر ڈالنا جائز نہیں۔ (تفسیر سعدی:1816/2)

(17) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جس کسی کا مکاتب غلام ہو جس سے یہ شرط ہو گئی ہو کہ اتنا روپیہ دے دے تو تو آزاد، پھر اس کے پاس اتنی رقم بھی جمع ہو گئی ہو تو چاہیے کہ اس سے پردہ کرے۔" (مسند احمد، ابن کثیر:542)

(18) ﴿اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ﴾ "یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں" یعنی وہ مرد جو تمہارے زیر دست ہیں اور تمھارے ساتھ ان کا تعلق ہے جو کسی قسم کی شہوانی اغراض نہ رکھتے ہوں، مثلاً ناقص العقل لوگ، جو شہوانی شعور نہیں رکھتے اور وہ لوگ جن میں عورتوں کے پاس جانے کی خواہش باقی نہ رہے، ان کی شرم گاہ میں شہوت ہو نہ ان کے دل میں خواہش۔ ایسے شخص کے لیے نظر ڈالنا جائز ہے۔ (تفسیر سعدی:1816/2)

(19) (i) اس سے وہ مرد مراد لیے گئے ہیں جن کا کھانے پینے کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا۔ (ii) بعض نے نامرد مراد لیے ہیں۔ (iii) بعض نے احمق مراد لیے ہیں۔ (iv) بعض نے خصّی مراد لیے ہیں۔ (v) بعض نے بالکل بوڑھے مراد لیے ہیں۔ (vi) امام شوکانی کے نزدیک جن کے اندر قرآن کی بتائی ہوئی صفت شہوت والا نہ ہونا پایا جائے وہ اس کے مصداق ہوں گئے اور باقی شامل نہیں ہوں گے۔

(20) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ان کے یہاں تشریف رکھتے تھے، گھر میں ایک مغیث نامی مخنث بھی تھا۔ اس مخنث (ہیجڑے) نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی سیدنا عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر کل اللہ تعالیٰ نے تمہیں طائف پر فتح عنایت فرمائی تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی کو دکھلاؤں گا کیونکہ وہ سامنے آتی ہے تو (موٹاپے کی وجہ سے) اس کے چار شکنیں پڑ جاتی ہیں اور جب پیچھے پھرتی ہے تو آٹھ ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے (سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: "یہ (مخنث) تمہارے پاس اب نہ آیا کرے۔" (بخاری:5235)

(21) ﴿اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ﴾ "یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقف نہ ہوں'' اس سے مراد وہ بچے ہیں جو نابالغ ہوں یا بلوغت کے قریب نہ پہنچے ہوں کیونکہ وہی عورتوں کی چھپی ہوئی باتوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔

(22) یعنی وہ بچے جو اس قسم کی تمیز نہیں رکھتے ان کے لئے غیر عورتوں کو دیکھنا جائز ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ وہ عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہیں نہ اس کا علم رکھتے ہیں اور نہ ان میں شہوت پائی جاتی ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ایسے بچوں سے پردہ کرنا فرض ہے جو سن تمیز کو پہنچ چکے ہوں، کیونکہ اب وہ عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1817/2)

(23) جن لوگوں کے سامنے زینت کا اظہار کیا جاسکتا ہے ان میں غیر محرم سسرالی رشتہ دار مثلاً دیور، جیٹھ شامل نہیں ہیں۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں میں جانے سے بچتے رہو۔'' اس پر قبیلہ انصار کے ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! دیور کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ (وہ اپنی بھاوج کے ساتھ جاسکتا ہے یا نہیں؟) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دیور یا (جیٹھ) کا جانا ہی تو ہلاکت ہے۔'' (بخاری: 5232، مسلم: 2172)

سوال 11: عورتوں کے لیے راستے میں چلنے کے آداب کی وضاحت ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ ... زِيْنَتِهِنَّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو'' بغوی نے لکھا ہے کہ عورت جب چلتی تھی تو پاؤں زمین پر مارتی تھی تا کہ اس کی پازیب کی آواز لوگ سن لیں۔ اس کی ممانعت کر دی گئی کیونکہ یہ حرکت مردوں کے دلوں میں اس عورت کی طرف میلان پیدا کرتی ہے۔ (جامع البیان: 132/18)

(2) (i) پازیبوں کی جھنکار پاؤں مارنے سے سنائی دیتی ہے۔ (ii) اونچی ہیل (ایڑی) کے جوتے جن کی ٹک ٹک کی آواز زیوروں کی جھنکار سے کم نہیں ہوتی۔

(3) یعنی وہ زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں تا کہ ان کے پہنے ہوئے زیورات مثلاً پازیب وغیرہ کی آواز نہ آئے اور اس سبب سے اس کی زینت ظاہر نہ ہو جو فتنے کا وسیلہ بن سکے۔ اس آیت کریمہ اور اس قسم کی دیگر آیات سے ''سد ذرائع'' کے فقہی قاعدے کا استنباط کیا جاتا ہے، یعنی کوئی امر، اگرچہ وہ فی نفسہ مباح ہے مگر اس پر عمل کرنے سے کسی حرام امر کا ارتکاب ہوتا ہے یا اس کا خدشہ ہے، تو سد ذریعہ کے طور پر یہ مباح امر ممنوع ہو جائے گا۔ زمین پر پاؤں مارنا فی نفسہ مباح ہے لیکن چونکہ یہ اظہار زینت کا ذریعہ ہے، اس لئے پاؤں مار کر چلنے سے روک دیا گیا۔ (تفسیر سعدی: 1817/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر آنکھ زنا کار ہے اور عورت جب خوشبو لگا کر مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ بھی ایسی ایسی ہے یعنی وہ بھی زانیہ ہے۔'' (ترمذی:2786)

(5) عورتوں کے لیے راستوں کے درمیان چلنا منع ہے۔ سیدنا ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت فرماتے ہوئے سنا جب آپ مسجد سے باہر نکل رہے تھے اور لوگ راستے میں عورتوں میں مل جل گئے تھے، تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا: ''تم پیچھے ہٹ جاؤ، تمہارے لیے راستے کے درمیان سے چلنا ٹھیک نہیں، تمہارے لیے راستے کے کنارے کنارے چلنا مناسب ہے'' پھر تو ایسا ہو گیا کہ عورتیں دیوار سے چپک کر چلنے لگیں، یہاں تک کہ ان کے کپڑے (دوپٹے وغیرہ) دیوار میں پھنس جاتے تھے۔ (ابوداؤد:5272)

(6) آیت کے اس حصے ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو'' میں مومن عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ چلتے وقت اپنے پاؤں زمین پر مار کر نہ چلیں تاکہ ان کے پاؤں یا چال کی زینت یا پازیب وغیرہ کی جھنکار سن کر مردان کی طرف متوجہ نہ ہوں کیونکہ اس طرح عورت کی یہ مخفی زینت ظاہر ہو کر مردوں کے لیے فتنے کا باعث بن جاتی ہے۔ جو شریعت مطہرہ فتنے کے اندیشے کو بھی ختم کرنے کے لیے عورتوں کو پاؤں زمین پر مار کر چلنے سے روک رہی ہے اس شریعت کے بارے میں یہ گمان رکھنا کہ وہ اسی آیت میں عورتوں کو چہرہ کھلا رکھنے کا حکم دے رہی ہے ایک عام انسان کی سمجھ سے بالاتر بات ہے۔ چہرے کی زینت بہر حال قدموں کی چاپ اور انداز کی زینت سے بہت بڑھ کر ہے اس لیے ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کے ذریعے چہرے کا استثنیٰ کرنا قرآن کے سیاق وسباق کے خلاف ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس نے تکبر کے ساتھ اپنے کپڑے کو لٹکایا اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کی طرف نظر نہیں فرمائیں گے۔'' تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! عورتیں اپنے پلو (کپڑے کا نچلا کنارا جس کو اردو زبان میں دامن بھی کہتے ہیں) کا کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم عورتیں ایک بالشت لٹکا لیا کرو۔'' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: تب تو ان کے پاؤں کھل جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم عورتیں اپنے پلو کو ایک ہاتھ لٹکا لیا کرو اور اس سے زیادہ نہ لٹکاؤ۔'' (ابوداؤد:4117) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا پاؤں کھلے رہ جانے کے بارے میں سوال کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو جواب دینا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ پاؤں کا ڈھانپنا بھی واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے پاؤں کے ڈھانپنے کو واجب قرار دیا ہے اور عورت کے پاؤں کو اس کے ستر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں شمار کیا ہے۔ جب پاؤں ڈھانپنے کی اس قدر تاکید قرآن وسنت میں ہے تو چہرہ ڈھانپنے کے بارے میں قرآن وسنت کیسے خاموش رہ سکتے ہیں! (چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟ ص:47,46)

(7) قرآن مجید میں پردے کے واضح احکامات دیئے گئے ہیں۔ ان روشن احکام کے بعد بھی جن لوگوں کو قرآن میں پردے کا حکم کہیں نظر نہیں آتا ان کے بارے میں اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ قرآن نے ان کو غیر محرم عورتوں سے جس غض بصر کی ہدایت فرمائی تھی وہ غض بصر ان حضرات نے قرآن سے کرلیا ہے۔ یہ لوگ قرآن کو چومتے تو بڑی عقیدت سے ہیں لیکن آنکھیں بند کرکے اور پھر چومنے کے بعد اس کو شاید بھاری پتھر سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں! (تدبر قرآن)

سوال 12: عورت کے خوشبو لگانے کے بارے میں اسلام کا کیا مؤقف ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حواس کو مشتعل کرنے والی چیزوں پر پابندی لگائی ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو حکم دیا کہ خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے جو میرے محبوب تھے: ''جو خاتون خوشبو لگائے ہوئے مسجد میں داخل ہو اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ گھر پہنچ کر غسل جنابت جیسا غسل نہ کرلے۔'' (ابوداود:4174)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو خاتون خوشبو کی دھونی حاصل کرے تو وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں شامل نہ ہو (بلکہ گھر ہی میں پڑھے)۔'' (ابوداود:4175)

سوال 13: اسلام نے مسلمانوں کے جمالیاتی ذوق میں کیا تبدیلی پیدا کی ہے؟

جواب: (1) اسلام نے جو تبدیلی انسانی شعور میں پیدا کی اس کی وجہ سے مسلمانوں کے جمالیاتی ذوق میں تبدیلی آگئی۔

(2) مسلمانوں کو حسن اور جمال کا انسانی اور مہذب رنگ پسند آگیا۔

(3) مسلمانوں کے لیے حسن کی ادائیں پسندیدہ نہ رہیں۔ (4) مسلمانوں کو عریانیت مطلوب نہ رہی۔

(5) مسلمانوں کے لیے ایک معیار قائم ہوگیا، سنجیدگی اور وقار کا جمال ہی تو پاکیزہ جمال ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔

(6) اسلام نے حسن وجمال کے حیوانی معیار عریانیت سے کراہت پیدا کردی۔ عریانیت کی طرف تو انسان اسی وقت مائل ہوتا ہے جب اس کے احساسات حیوانی بن جاتے ہیں۔

(7) اسلام کے مقابلے میں جدید تہذیب نے حیوانی معیار جمال کا ذوق پیدا کیا ہے۔ یہ عریانیت کا ذوق ہے جو مقامات کشش اور مقامات فتنہ کو نمایاں کرتا ہے۔ اس ذوق کی وجہ سے عورتوں کی یہ حالت ہے کہ وہ مردوں کو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح ذوق نظارہ کی دعوت دے رہی ہیں جیسے جانور جانور کو پکارتا ہے۔ یہ ذوق جمالیات نہیں ذوق عریانیت ہے جس میں حیوانی رنگ غالب ہے۔ آج جدید تہذیب نے انسانی ذوق کو کتنا گرادیا ہے۔

سوال 14: توبہ کی ترغیب کی وضاحت ﴿وَتُوْبُوْٓا ۔۔۔ تُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے ایمان والوں کو خالص توبہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ”اورتم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو“ یعنی دنیا کی آفتوں سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے سب مل کر توبہ کرلو۔

(2) توبہ کیا ہے؟ ان کاموں کو چھوڑ دینا جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اوران کاموں کو کرنا جو اس کو پسند ہیں۔ مومن توبہ کا محتاج ہے۔

(3) پردے کے احکامات آنے سے پہلے جو خلاف ورزیاں ہوتی رہیں اس کے انسان کے نفس پر اثرات کو توبہ ہی دور کرسکتی ہے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ”اللہ کی قسم! میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔“ (بخاری:6307)

(5) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ ہم گنتے تھے رسول اللہ ﷺ ہر مجلس میں اٹھنے سے پہلے سوبار ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ﴾ پڑھتے یعنی ”اے میرے رب! مجھ کو بخش دے یقیناً آپ توبہ قبول کرنے والے اور بخشنے والے ہیں۔“ (ترمذی:3434)

(6) ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ انسان توبہ کر کے اپنی غلطیوں سے منہ موڑ کر رب کی طرف رُخ کرتا ہے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور اُجاگر ہوتا ہے۔ ایمان والے شیطانی کشمکش کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کو اپنا مددگار پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ حوصلہ دلاتے ہیں کہ یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

سوال 15: سورہ النور آیات 27 سے 31 میں گھروں کے اندر پردے سے متعلق جو اصولی احکامات دیے گئے ہیں، ان کی مختصراً وضاحت کریں؟

جواب: مذکورہ آیات میں گھروں کے اندر داخل ہونے سے متعلق مندرجہ ذیل ہدایت دی گئی ہیں

(1)(i) کوئی مسلمان کسی کے زنانہ مکان کے اندر داخل نہیں ہوسکتا، مگر دو شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ گھر والوں کے لیے وہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اجنبی نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ اس کا انس اور ربط وضبط ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ داخل ہونے سے پہلے سلام کر کے داخل ہونے کی اجازت حاصل کرے۔

(ii) انس کی صورتیں کئی ایک ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ کہ گھر والوں کے ساتھ قرابت اور رشتہ داری کا تعلق رکھتا ہو، یا صاحب خانہ کا قابل اعتماد دوست ہو، یا گھر والوں کے ساتھ خدمت اور غلامی کا تعلق رکھتا ہو۔

(iii) سلام اجازت حاصل کرنے کا ایک مہذب اور بابرکت طریقہ ہے اور اس کی صورت نبی ﷺ نے یہ بتائی ہے کہ دروازے پر تین مرتبہ سلام کرے، اگر کوئی جواب اور اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جائے۔

(2) اگر گھر پر صاحب خانہ موجود نہ ہوں تو جب تک اجازت نہ ملے داخل نہ ہو اور اگر لوٹ جانے کو کہا جائے تو بلا تکلف لوٹ جائے، اس میں توہین محسوس نہ کرے۔

(3) جو مکانات زنانہ نہ ہوں مذکورہ بالا اجازت کی شرط سے مستثنیٰ ہیں مثلاً مردانہ بیٹھکوں میں ہر شخص آ جا سکتا ہے۔ اس کے لیے اجازت کی قید نہیں ہے۔

(4) داخل ہونے والے مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے اور شرم کی جگہوں کے معاملے میں پوری احتیاط برتے۔

(5) اس حالت میں گھر کی بیبیاں مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کریں

(i) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

(ii) اپنی شرم واحتیاط کی جگہوں کو پوری طرح محفوظ کر لیں۔

(iii) اس طرح سمٹ سمٹا کر رہیں اور کپڑوں کو اس طرح سنبھالیں کہ ان کی زینت کی چیزیں ظاہر نہ ہوں۔ صرف وہ زینت اس سے مستثنیٰ ہے جس کا ظاہر ہونا ناگزیر ہو، مثلاً لباس کا ظاہری حصہ۔

(iv) اپنی اوڑھنیوں کے بکل مار لیں تاکہ سینہ چھپ جائے۔

(v) چلتے پھرتے زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں کہ پازیب کی جھنکار سنائی دے۔

(6) تمام محرم اور نہ محرم عزیزوں اور متعلقین کے لیے گھروں کے اندر آنے جانے میں مذکورہ بالا قوانین کی پابندی لازمی ہے۔ البتہ عورت کے لیے زینت کی چیزوں کے اظہار کی جو ممانعت ہے، اس سے شوہر اور محرم اعزہ یعنی باپ، بھائی، بھتیجے، بھانجے وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔ اس طرح ملازم کے ساتھ غیر اولی الاربۃ (عورت کی ضرورت سے مستثنیٰ) کی قید لگا کر یہ واضح کر دیا کہ جوان ملازم کے سامنے اظہار زینت جائز نہیں اور ملازم اور غلام دونوں کا ذکر چونکہ آیت میں الگ الگ موجود ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس وجہ سے ملازم کو غلام پر قیاس کرنا بالکل غلط ہوگا۔ ایک عام خادم اور غلام میں معاشرتی اور نفسیاتی اعتبارات سے آسمان وزمین کا فرق ہے۔ نابالغ بچوں کو بھی اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں دینی بہنوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ قطامہ عورتوں کے سامنے شریف زادیوں کو اظہار زینت سے بچنا چاہیے مبادا وہ کسی فتنے میں مبتلا کر دیں۔

(قرآن میں پردے کے احکام، از مولانا امین احسن اصلاحی، ص:14،13)

سوال 16: گھروں کے اندر پردے کے مندرجہ بالا اصولی احکامات کے بعد سورہ النور میں کون سی رخصتیں دی گئی ہیں، مختصراً واضح کریں؟

جواب: گھروں کے اندر پردے کے متعلق اصولی قوانین کے بعد لوگوں کے سوال پر اس سے متعلق بعض مزید تشریحات اور ہدایات نازل ہوئیں، جو یہ ہیں۔

(1) سورہ النور آیت: 58-60، ان آیات میں تین ہدایات بیان ہوئیں

(i) غلاموں اور نابالغ بچوں کو گھر کے اندر آنے جانے کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف نماز فجر سے پہلے، دوپہر کے وقت اور عشاء کے بعد اجازت لینی ضروری ہے۔ ان اوقات میں بلا اجازت آنے میں اندیشہ ہے کہ وہ گھر والوں کو کسی ایسی حالت میں دیکھ لیں جس حالت میں دیکھنا نا مناسب ہو۔ یہ ضرورت کے لحاظ سے اوپر والے احکام میں گویا تخفیف کی گئی ہے۔

(ii) نابالغ بچوں کے لیے یہ رخصت صرف اس وقت تک ہے جب تک وہ نابالغ ہیں، بلوغ کے بعد ان کو بھی اجازت کے اسی قاعدے پر عمل کرنا پڑے گا جو سب کے لیے بیان ہوا ہے۔

(iii) بوڑھی عورتوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ پردے کے تمام ضوابط کی پابندی کریں لیکن اگر اظہار زینت مقصود نہ ہو تو وہ گھروں کے اندر بھی اور باہر بھی پردے کے اس خاص اہتمام سے آزاد رہ سکتی ہیں جو اوپر بیان ہوا ہے مثلاً بکل مارنے اور گھونگھٹ لٹکانے کی ان کو ضرورت نہیں۔

(2) اس کے بعد ایک اور شبہ کی طرف توجہ فرمائی جو اوپر کے احکام کی وجہ سے اس وقت بہت سے ذہنوں میں پیدا ہو چلا تھا۔ وہ یہ کہ جب لوگوں نے دیکھا کہ اسلام نے گھروں کے اندر آنے جانے پر بہت سی پابندیاں عائد کر دی ہیں، یہاں تک قریبی اعزہ بھی ان قیود سے بچ نہیں سکے ہیں، تو ایک طرف لوگوں نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا کہ شاید اسلام سوشل زندگی کی آزادیوں اور دلچسپیوں کو ختم کرنا چاہتا ہے، اور اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اعزہ واحباب ایک دوسرے سے بے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکلفانہ ملیں جلیں اور ایک دوسرے کے یہاں کھائیں پئیں۔ دوسری طرف بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ بہتوں کے مریض اور معذور اور اعزہ جوان پابندیوں سے پہلے اپنے رشتہ داروں کے گھروں میں پڑے رہتے تھے ان پابندیوں کے بعد وہ ایک نہایت راحت بخش آزادی سے محروم ہو گئے!

قرآن مجید نے ان دونوں شبہوں کو صاف کر دیا کہ ان پابندیوں کو عائد کرنے سے مقصود نہ سوشل زندگی کی دلچسپیوں کو ختم کرنا ہے اور نہ معذوروں اور عاجزوں کو کسی زحمت میں ڈالنا ہے۔

نہایت شوق کے ساتھ اپنے اقرباء اور اپنے دوستوں کے گھروں میں آؤ جاؤ اور ایک دوسرے کے یہاں جماعتی اور انفرادی شکل میں جس طرح چاہو کھاؤ پیو۔ البتہ اجازت حاصل کرنے کے لیے سلام ضرور کر لیا کرو۔ اگرچہ یہ چیز پابندی ہے تو یہ ایسی پابندی ہے جو تمہارے لیے بھی اور گھر والوں کے لیے بھی بہت سی برکتوں کا باعث ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۭ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور لنگڑے پر کوئی تنگی نہیں اور بیمار پر کوئی تنگی نہیں اور نہ ہی تمہارے اپنے اوپر ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا (اس گھر سے) جس کی چابیوں کے تم مالک بنے یا اپنے دوست کے گھر سے کھاؤ۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔'' (النور:61) (قرآن میں پردے کے احکامات، از مولانا امین احسن اصلاحی، ص:16-18)

سوال 17: ستر اور حجاب کے احکامات کس ترتیب سے نازل ہوئے؟

جواب: (1) سورہ الاحزاب 5ہجری کے آخر میں نازل ہوئی اور سورہ النور 6ہجری کے آخر میں نازل ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) ترتیب نزولی کے اعتبار سے سورہ الاحزاب 90 نمبر پر ہے اور سورہ النور 102 نمبر پر ہے۔

(3) غزوہ احزاب سے پہلے صورت حال یہ تھی کہ مسلمان خواتین زیب وزینت کے ساتھ بے حجاب گھروں سے باہر نکلتی تھیں۔ازواج مطہرات بھی ایسے ہی گھروں سے باہر جاتی تھیں۔مسلمانوں کے گھروں میں غیر مردوں کے داخلے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔یہ صورت حال سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر نہایت گراں گزرتی تھی۔اس صورت حال کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں رات میں مناصع کی طرف قضاء حاجت کے لیے جاتیں اور مناصع ایک کھلا میدان ہے۔تو عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں کو پردہ کرائیے۔مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ایک روز رات کو عشاء کے وقت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ جو دراز قد عورت تھیں، (باہر) گئیں۔عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں آواز دی (اور کہا) ہم نے تمہیں پہچان لیا اور ان کی خواہش یہ تھی کہ پردہ (کا حکم) نازل ہو جائے۔چنانچہ (اس کے بعد) اللہ تعالیٰ نے پردہ (کا حکم) نازل فرما دیا۔(بخاری:146، 6240) ایک اور روایت میں ہے: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے پاس اچھے برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، کاش آپ ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم دے دیں۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پردہ کا حکم اتارا۔(بخاری:4790)

(4) اس بارے میں جو آیات نازل ہوئیں ان میں سے پہلی الاحزاب:33,32 ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (٣٢) وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (٣٣) ﴾ ”اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو تو بات میں نرمی اختیار نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔اے اہلِ بیت! درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پاک کردے، پوری طرح پاک کرنا۔“ (الاحزاب:33,32) ان آیات میں جو احکام نازل ہوئے وہ تین اقسام پر مشتمل ہیں: (i) آواز میں نرمی اختیار کرنے پر پابندی عائد کی گئی۔(ii) یہ متعین کردیا گیا کہ عورت کا اصل مقام گھر ہے تاہم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ضرورت کی بنا پر عورتوں کو گھروں سے نکلنے کی اجازت ہے۔(iii) حسن و جمال کی نمائش سے منع کر دیا گیا۔

(5) اس کے بعد سورہ الاحزاب آیت نمبر 53 نازل ہوئی ۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر آجاؤ، پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو، یقیناً یہ بات نبی کو اذیت دیتی ہے پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، یقیناً یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے۔“ (الاحزاب:53) اس آیت کو آیت حجاب کہتے ہیں۔

(i) شانِ نزول: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت یعنی آیت حجاب (کے شانِ نزول) کے متعلق میں سب سے زیادہ جانتا ہوں، جب زینب رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور وہ آپ کے ساتھ آپ کے گھر ہی میں تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تیار کروایا اور قوم کو بلایا (کھانے سے فارغ ہونے کے بعد) لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر جاتے اور پھر اندر آتے (تاکہ لوگ اٹھ جائیں) لیکن لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ﴾ ”اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو۔ سوائے اس وقت کے جب تمہیں (کھانے کے لیے) آنے کی اجازت دی جائے۔ ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔“ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ تک۔ اس کے بعد پردہ ڈال دیا گیا اور لوگ کھڑے ہو گئے۔ (بخاری:4792) (ii) اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں داخلے پر پابندی لگا دی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آنے والے لوگوں کو یہ تنبیہ کر دی گئی کہ وہ بلا اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں داخل نہیں ہو سکتے۔(iii)اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم بھی دیا گیا کہ اگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج سے کوئی چیز لینی ہو یا ان سے کچھ پوچھنا ہو تو حجاب سے باہر کھڑے ہو کر مانگیں یا پوچھیں۔

(iv)اس آیت کی وضاحت میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: ''اگر تم ان سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو'' یعنی جس طرح تمہیں ان کے پاس جانے سے منع کر دیا ہے اس طرح ان کی طرف دیکھنے کی بھی ممانعت ہے خواہ تمہیں ان سے کوئی چیز لینے کی بھی ضرورت ہو تو پھر بھی ان کی طرف نہ دیکھو اور اپنی ضرورت کی چیز پس پردہ مانگ لیا کرو۔(ابن کثیر:4/769)

(6) کیا یہ حکم صرف ازواج مطہرات کے لیے تھا؟ اگرچہ اس آیت کا حکم ازواج مطہرات کے لیے ہے لیکن انہیں مخاطب کر کے تمام مسلمان خواتین کو حجاب کا حکم دیا گیا ہے۔

اس کے دلائل یہ ہیں:(i)اصولی قاعدہ یہ ہے کہ (قرآن مجید کی تفسیر میں) الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ سبب نزول کا۔ (مباحث فی علوم القرآن،ص:82،مناھل العرفان فی علوم القرآن:1/131)

(ii) آیت میں حجاب کی علت یہ بیان کی گئی ہے ''یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے''اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکم تمام خواتین کے لیے ہے کیونکہ دلوں کی پاکیزگی کی جتنی ضرورت ازواج مطہرات کو تھی اتنی ہی عام مسلمان خواتین کو بھی ہے۔

(iii)اس کی دلیل صحابیات کا عمل بھی ہے۔جب حجاب کا حکم نازل ہوا تو وہ اجنبی مردوں سے اپنے چہرے چھپانے لگیں۔

(iv)اس کی تائید اس آیت کے بارے میں ائمہ مفسرین کے اقوال بھی کرتے ہیں،جن میں سے چند یہ ہیں:

(الف) طبری رحمۃ اللہ علیہ: ''اور جب تم ان سے مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو'' یعنی جب تم رسول اللہ ﷺ کی بیویوں اور ان مسلمان عورتوں سے جو تمہاری بیویاں نہیں ہیں،کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔(تفسیر ابن جریر طبری:20/313)

(ب) قرطبی رحمۃ اللہ علیہ: یہ آیت دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف بوقت ضرورت یا استفتاء کی غرض سے ازواج مطہرات سے پردے کے پیچھے سے بات کرنے کی اجازت دی ہے اور اس حکم میں تمام عورتیں شامل ہیں کیونکہ شریعت کے اصول اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ عورت تمام کی تمام پردہ ہے،اس کا جسم بھی اور آواز بھی جیسا کہ پیچھے یہ بحث گزر چکی ہے۔لہٰذا ضرورت کے بغیر عورت کا اپنے جسم کے کسی بھی حصے کو کھولنا جائز نہیں۔(تفسیر قرطبی:14/227)

(ج) ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ: ہر چند کہ یہ حکم بطور خاص نبی ﷺ اور آپ ﷺ کی بیویوں کے لیے نازل ہوا ہے لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کے مفہوم میں آپ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی شامل ہیں کیونکہ ہمیں ہر کام میں آپ ﷺ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے سوائے ان امور کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے امت کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ خاص کیا ہے۔(احکام القرآن للجصاص:242/5)

(7) اس کے بعد سورہ الاحزاب آیت 59 نازل ہوئی۔رب العزت نے فرمایا:﴿يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے آپ کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو اذیت نہ دی جائیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اس آیت میں تمام مسلمان خواتین کو حکم دے دیا گیا کہ وہ گھروں سے باہر نکلتے ہوئے ایک بڑی چادر اوڑھ لیں جس کے لیے جلابیب کا لفظ استعمال کیا گیا۔جلابیب جلباب کی جمع ہے۔جلباب سے مراد وہ چادر ہے جو دوپٹے کے اوپر سے اوڑھی جاتی ہے جو (چہرے، سینے اور ہاتھوں سمیت) مکمل جسم کو اچھی طرح ڈھانپ لیتی ہے۔(تفسیر ابن کثیر:781/4) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال یہ ہیں: (i) ابن کثیر رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ امام ابن سیرین نے عبید اللہ سلمانی سے اس آیت ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے (اس کی عملی تفسیر بتاتے ہوئے) اپنے چہرے اور سر کو چھپا لیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ننگا کر لیا۔(تفسیر ابن کثیر:781/4)

(ii) شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واحدی نے کہا کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ عورتیں اپنے چہرے اور سر ڈھانپ لیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ آزاد عورتیں ہیں انہیں کوئی تکلیف نہ دی جائے۔(تفسیر فتح القدیر:79/6)

(8) یہ حجاب کے وہ احکامات تھے جو 5 ہجری کے اواخر تک سورہ الاحزاب میں نازل ہوئے۔اس کے بعد واقعہ افک (6ھ) کے بعد حجاب کے مزید احکامات سورہ النور میں نازل ہوئے۔

(9) اس کے بعد سورہ النور:19 نازل ہوئی۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے بلاشبہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''(النور:19) اس آیت میں فحش کی اشاعت پر پابندی لگا دی گئی۔

(10) اس کے بعد سورہ النور آیت 27 نازل ہوئی۔رب العزت نے فرمایا:﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم انس معلوم کر لو اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (سورہ النور:27) اس آیت میں تمام مسلمانوں کو حکم دے دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت لے کر داخل ہوں۔

(11) اس کے بعد سورہ النور آیت 31،30 نازل ہوئیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (۳۰) وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَاۗىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰي عَوْرٰتِ النِّسَاۗءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۳۱)﴾ ''آپ مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ'' (سورہ النور:31،30) ان آیات میں یہ احکامات دیے گئے: (i) غض بصر کا حکم (ii) شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم۔ (iii) زینت کا اظہار نہ کرنے کا حکم۔ (iv) اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالنے کا حکم۔ (v) زینت کا اظہار کرنے والی حرکات پر پابندی لگا دی گئی۔

(12) اس کے بعد سورہ النور:58، 59 نازل ہوئیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ
وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ۭ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ
وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم سے وہ لازماً اجازت طلب کریں جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے اور وہ بھی جو تم میں سے ابھی بلوغت کی حد تک نہیں پہنچے (اجازت طلب کریں) تین بار، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب تم اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین تمہارے پردے کے اوقات ہیں، ان کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی اُن پر، تم ایک دوسرے پر کثرت سے چکر لگانے والے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کی وضاحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ لازماً اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے کے لوگ اجازت طلب کرتے تھے اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“ ان آیات میں گھروں میں داخلے کے لیے مزید احکامات دیئے گئے۔

(13) پھر سورہ النور: 60 نازل ہوئی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا
فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ ”اور بیٹھ رہنے والی عورتیں جو نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں، سو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیں جب کہ وہ زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں اور یہ کہ وہ اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہتر ہی ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ اس آیت میں بوڑھی خواتین کو حجاب سے مشروط رخصت دے دی گئی۔ (النور: 60)

(14) قرآن میں دیئے گئے احکامات کے ساتھ ساتھ احادیث میں مرد و زن کے اختلاط پر پابندی عائد کی گئی اور لباس کے احکامات دیئے گئے۔

سوال 18: حجاب کیا ہے اور حجاب کے حکم کی کیا حکمت ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) حجاب آڑ ہے، پردہ ہے، روکنے والی چیز ہے۔ یہ دو چیزوں میں حائل ہونے والی چیز ہے۔ حجاب کن دو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

چیزوں میں حائل ہونے والا ہے؟ حجاب کس سے روکنے والا ہے؟ حجاب آپ کے اورلوگوں کے درمیان رکاوٹ نہیں حجاب تو آپ کے اورلوگوں کی برائی کے درمیان رکاوٹ ہے۔ (ابن تیمیہ)

(2) روکنا کیوں ہے؟ روکا کیوں جاتا ہے؟ کیا روکنا نقصان سے بچانے کے لئے ہوسکتا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے کچھ مثالیں دیکھتے ہیں: (i) پہلی مثال ٹریفک سگنل کی ہے۔ آپ کو ٹریفک سگنل پر روکا جاتا ہے اور آپ رکتے ہیں۔ کیوں رکتے ہیں آپ؟ اس لئے کہ آپ جانتے ہیں حادثات سے بچانے کے لئے روک لگائی گئی ہے۔ ٹریفک کے بہاؤ کو Regulate کرنے کے لئے یہ ضابطے بنائے گئے ہیں اور اگر لوگ ان کی پابندی نہیں کرتے تو ٹریفک قوانین کے مطابق سرخ بتی پر نہ رکنے والے کا چالان کیا جاتا ہے۔ زندگی کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔ یہاں انسانی جذبات کے بہاؤ کو Regulate کرنے کے لئے رب العزت نے جو ضابطے دیئے ہیں ان میں سے ایک ضابطہ حجاب ہے۔

(ii) دوسری مثال دواؤں کی ہے۔ انسانی صحت کے لئے دواؤں کی ضرورت ہے۔ دوا کو ڈاکٹر تجویز کرتے ہیں، یہ دوائیں میڈیکل سٹورز سے جب گھر پہنچتی ہیں تو بچوں کے بارے میں احتیاط کے پیش نظر دوا کے اوپر آپ لکھا ہوا پاتے ہیں "اس دوا کو بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں" کیوں روک لگا دی؟ بچوں کی آزادی کیوں سلب کر لی؟ یہ روک بچوں کو اس دوا کے نقصان سے بچانے کے لئے ہے جو کسی کی صحت کا سبب بن سکتی ہے۔ سب اس بات کو سمجھتے ہیں کہ بچوں کو نقصان سے بچانا چاہیے۔ اس لئے دوائیں بچوں کی پہنچ سے دور رکھی جاتی ہیں۔ یہی معاملہ زندگی کا ہے۔ زندگی میں اگر ہر چیز، ہر ایک کی دسترس میں ہو تو کتنے بڑے بڑے سانحے رونما ہو جائیں۔ اس لئے اصول، ضابطے اور قوانین بنائے جاتے ہیں۔ جہاں پر شخصی حقوق کو تسلیم کیا جاتا ہے وہاں پر ان کی حد بندی بھی کی جاتی ہے۔ اسی طرح مردوں اور خواتین کے بارے میں رب العزت نے حد بندی کی ہے تاکہ معاشرے اور افراد کو نقصان سے بچایا جا سکے۔ معاشرے کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز بے حیائی اور فحاشی ہے جس پر ہر الہامی مذہب نے روک لگائی ہے۔ جس معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی رواج پاتی ہے وہاں زنا عام ہو جاتا ہے اور نکاح کرنے سے لوگ گھبراتے ہیں۔ زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد یا تو قتل کر دی جاتی ہے یا حقوق سے محروم انسان نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ فحاشی انسانی رشتوں کو قتل کرتی ہے۔ فحاشی کے نتیجے میں انسانی اقدار پر زد پڑتی ہے۔ لوگ اپنی اولاد کے قاتل اور ماں باپ کے نافرمان بن جاتے ہیں۔ فحاشی کے نتیجے میں ماں باپ گھر سے نکالے جاتے ہیں، بچے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ فحاشی عزت کی دھجیاں اڑانے کے لئے رواج دی جاتی ہے۔ انسانیت کو نقصان اور خسارے سے بچانے کے لئے رب العزت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے فحاشی کو حرام قرار دیا ہے۔فحاشی اور بے حیائی کے سیلاب کو روکنے کے لئے اللہ رب العزت نے حجاب کا حکم دیا ہے۔

(3) یہ حجاب کیا ہے؟ حجاب جبر نہیں آزادی ہے۔حجاب آزادی ہے ان نظروں سے جن میں حیا نہیں جو آپ کی طرف بری نیت سے اٹھتی ہیں۔

(4) حجاب عورت کا حق ہے۔حجاب عورت کی زندگی ہے۔حجاب عورت کے لئے رب العزت کی پسند ہے۔اگر آپ کی تہذیب میں کوئی عورت یہ حق رکھتی ہے کہ اپنے بدن کو سب کے سامنے کھول دے تو آپ عورت کو یہ حق کیوں نہیں دیتے کہ وہ اپنے آپ کو ڈھانپ سکے؟

(5) حجاب ایک لائف سٹائل ہے۔حجاب محض ایک کپڑا نہیں ہے جس سے عورت خود کو چھپاتی ہے۔حجاب میں اس کے سوچنے کا انداز، اس کی گفتگو، اس کی نظر، اس کا چلنا پھرنا شامل ہیں۔

(6) حجاب حفاظت ہے۔ہر پھل اور سبزی پر ایک محافظ ہوتا ہے جو اسے محفوظ کرتا ہے۔اگر آپ کو بغیر چھلکے کے پھل ملیں اور آپ حفظان صحت کے اصولوں کو جانتے ہوں تو کیا آپ ایسے پھل استعمال کر سکتے ہیں؟ حجاب تو حسن کی حفاظت ہے۔کیا ہر قیمتی چیز کی حفاظت نہیں کی جاتی؟ کون ہے جو اپنا سرمایہ، اپنی رقم، اپنی چیک بک، اپنی جیولری کی حفاظت کرنا نہیں جانتا؟ ہر قیمتی چیز کی حفاظت کی جاتی ہے۔رب العزت نے عورت کو قیمتی بنایا ہے۔وہ ہیروں اور جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ وہ ماں ہے، بیٹی ہے، بیوی ہے، بہن ہے۔

(7) حجاب کا مقصد عزت کی حفاظت ہے۔حجاب مردوں کے برے ارادوں سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔حجاب ہی مردوں کو ایک سگنل دیتا ہے کہ حجاب کرنے والی عورت شرم وحیا والی ہے جو کہ برے ارادوں سے دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرے گی۔

(8) حجاب حیا کا آئینہ دار ہے۔حجاب زندگی کے چمن کا نکھار ہے۔حجاب تو حیا کی خوشبو ہے، وفا کی مہک ہے۔

(9) حجاب ایمان کی پہچان ہے۔حجاب رب کے قرب کا نشان ہے۔حجاب اعتماد ہے، وقار ہے، حیا کی بہار ہے۔حجاب تو عورت کی عزت اور وقار ہے۔ہیرا بنیں جو قیمتی اور نایاب ہوتا ہے، ایسا پتھر نہ بنیں جو پھینک دیا جاتا ہے۔کعبے کا غلاف اس لئے کہ پتہ چلے یہ کوئی عام گھر نہیں اللہ کا گھر ہے۔عورت کا حجاب اس لئے کہ پتہ چلے یہ کوئی عام عورت نہیں مسلمان عورت ہے۔

(10) حجاب حیا کا نشان ہے۔حجاب ایمانی عمل ہے۔حجاب عزت کی علامت ہے۔حجاب عورت کی آزادی ہے۔

(11) عورت کا حجاب دنیا کو بتاتا ہے کہ وہ ایک مسلمان عورت ہے جو اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتی ہے اور محمد ﷺ کی تعلیمات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

(12) حجاب مسلمان عورت کے لیے Reminder of Sunnah ہے جو اس کے شعور سے بھی زیادہ تیزی سے اسے اس کے اخلاق، آداب اور اطوار کے بارے میں آگاہ کرتا ہے۔ حجاب اسے معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار کرتا ہے کیونکہ ایک مسلمان عورت ہونے کی حیثیت سے اس کی معاشرے میں اخلاقی ذمہ داریاں ہیں۔ یوں مسلمان عورت کا حجاب اسے جنت کے راستے پر چلاتا ہے۔

(13) حجاب مسلمان عورت کا تاج ہے جو اس کا سب سے قیمتی زیور ہے، جو اسے یاد دلاتا ہے کہ اسے Humble رہنا ہے۔

سوال 19: کیا حجاب عورت کے راستے کی رکاوٹ ہے؟

جواب: (1) حجاب عورت کے راستے کی رکاوٹ نہیں۔

(2) حجاب کے حوالے سے دنیا میں جتنے شبہات پیدا کیے گئے، ان میں سب سے بڑا شبہ یہ ہے کہ حجاب کے ساتھ عورت وہ معاشی ذمہ داریاں ادا نہیں کر سکتی جن کے لیے وہ مجبور ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے مجبور کس نے کیا؟ وہ کیوں مجبور ہو گئی؟ کیوں زمانے میں اس کا رول، اس کی ذمہ داریاں تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی؟ اللہ پاک نے تو اسے یہ ذمہ داریاں نہیں دی تھیں لیکن عورت کو گھر سے باہر لانے کے لیے، سستے معاشی کارکن حاصل کرنے کے لیے اور سوسائٹی کے اندر ہیجان پیدا کرنے کے لیے، ایک شہوانی ز دو دوڑانے کے لیے یہ ضروری تھا کہ عورت کسی نہ کسی طرح سے گھر سے باہر آئے۔ جب وہ گھر سے باہر آتی ہے تو ابلیس اسے تاکتا ہے اور ابلیس جس کو تاکے تو اس کے ساتھ کبھی حسن معاملہ کرنا نہیں چاہتا۔ عورت کے لیے اللہ رب العزت نے حجاب کا اصول رکھا ہے تاکہ جب وہ گھر سے باہر نکلے تو اپنی حفاظت کر سکے۔ یہ حجاب اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں ہے۔

(3) یہ حجاب رکاوٹ نہیں ہے، یہ تو ترقی اور عزت کی ضمانت ہے کیونکہ عورت کو حجاب کی وجہ سے تحفظ حاصل ہوتا ہے اور حجاب کی وجہ سے اسے اپنے صحیح Potential کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملتا ہے۔ آج دنیا کی Intellectual خواتین کہتی ہیں کہ ہمارے چہرے کو نہ دیکھو، ہمارے Potential کو دیکھو کیونکہ ہمارے اندر جو Potential ہے وہ ہمارے چہرے پر آپ کی نظروں کی وجہ سے گم ہو جاتا ہے۔ آپ ہمارے وجود کو دیکھنا چاہتے ہو، ہمارے اصل Potential کو دیکھو۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک عورت اپنے اندر اللہ رب العزت کے دیے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

Potential کا اظہار نہیں کر پاتی جب نظریں اس کے وجود پر لگ جاتی ہیں۔ عورت حجاب کے بغیر اس طرح سے پر اعتماد انداز میں کام نہیں کر پاتی جس طرح سے حجاب کے اندر وہ اعتماد سے کام کر سکتی ہے۔ کوئی بہت bold خاتون بھی ہو وہ بھی حجاب پہننے کا تجربہ کر کے دیکھے، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پہلے سے کئی گنا زیادہ اعتماد سے کام کرنے کی پوزیشن میں آسکتی ہے۔

(4) اگر آپ سمجھتی ہیں کہ آپ کا حجاب آپ کو دنیا کو Explore کرنے سے روکتا ہے تو رکیے اور سوچئے۔ حجاب تو سب سے زیادہ Powerful بنانے والا لباس ہے۔ Most Empowering garment الحمدللہ۔

سوال 20: کیا حجاب بوجھ ہے؟

جواب: حجاب بوجھ نہیں نعمت ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لئے بدتر ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (البقرۃ:216) یاد رکھیے، اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے اور جو ہم نہیں جانتے وہ ان معاملات کو بھی خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حجاب کو فرض قرار دیا ہے۔ وہ آپ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ آپ کی مکمل حفاظت کرنا چاہتا ہے۔ آپ کی سلامتی، عافیت اور خوش بختی چاہتا ہے۔ اس سوچ کے ساتھ آپ کو یقین آئے گا کہ حجاب زندگی سے لطف اندوز ہونے سے نہیں روکتا۔ حجاب تو سکون اور عافیت میں لے آتا ہے۔ حجاب تو بے پرواہ کرتا ہے، حجاب تو مسائل سے بچاتا ہے، حجاب تو اللہ تعالیٰ کی، اسلام کی حدود میں لے آتا ہے، حجاب تو رب کی رضا کے ساتھ آخرت کی کامیابی کی امید دلاتا ہے۔

سوال 21: حجاب کس کے لیے کرنا ہے؟

جواب: (1) مسلمان لڑکی، مسلمان عورت اللہ تعالیٰ کے لیے حجاب کرتی ہے۔

(2) ہر مسلمان لڑکی اور مسلمان عورت کو سوچنا چاہئے کہ اگر میں نے لوگوں کی پرواہ کی، اگر میں نے یہ سوچا کہ لوگ کیا کہیں گے، لوگ کیا سوچیں گے تو میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں لوگوں کو بڑا مقام دوں گی۔ پھر جب میں اللہ تعالیٰ کے پاس جاؤں گی تو کوئی میرا ساتھ نہیں دے گا۔ میں نے اکیلے ہی اپنے رب کا سامنا کرنا ہے جو سب سے بڑا ہے۔ پھر میں دنیا میں لوگوں کی پرواہ کیوں کروں؟ لوگ کیا کہتے ہیں؟ لوگ کیا سوچتے ہیں؟ اس سے ہمارا کیا تعلق؟ وہ حشر کے میدان میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے بارے میں پرواہ بھی نہیں کریں گے۔ اسلام پر عمل پیرا ہونے کو لوگوں کی خاطر چھوڑنا جو کہ اس دنیا میں، ان حالات میں بھی ہمارے لیے کچھ نہیں کر سکتے، نہ آئندہ کریں گے، نہ آخرت میں وہ ہمارے کام آئیں گے، اس سوچ کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، یہ جائز نہیں ہے، یہ حق اور انصاف پر مبنی طرزِ عمل نہیں ہے، یہ عقل کی بات نہیں ہے۔ اس انداز سے سوچنے کے بعد آپ کو یقین آجائے گا کہ حجاب میرے اور میرے رب کے درمیان معاملہ ہے۔

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ

''اور تم میں سے جو مرد اور عورتیں بغیر نکاح کے ہیں اُن کے نکاح کر دو اور تمہارے غلاموں اور تمہاری لونڈیوں میں سے جو نیک

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾

ہیں ان کے بھی، اگر وہ غریب ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(32)

سوال 1: نکاح کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَنْكِحُوا ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ ''اور تم میں سے جو مرد اور عورتیں بغیر نکاح کے ہیں اُن کے نکاح کر دو'' رب العزت نے سر پرستوں کو حکم دیا ہے کہ مجرد عورتوں اور مردوں کے نکاح کر دیں۔

(2) ﴿الْاَيَامٰى﴾ سے مراد وہ مرد اور عورتیں ہیں جن کی بیویاں اور شوہر نہ ہوں۔ قریبی رشتہ داروں اور سر پرستوں پر واجب ہے کہ وہ ایسے لوگوں کا نکاح کر دیں۔

(3) رب العزت نے پوری کائنات میں زوجین کا سلسلہ رکھا ہے۔ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے ہر کسی کے جوڑے پیدا کیے۔'' (یٰس:36)

(4) (i) انسان کی جنسی خواہش ایک فطری خواہش ہے جس کی تسکین کے لئے نکاح کرنے میں آسانیاں پیدا کرنا ضروری تھا۔ (ii) جنسی میلان کی تسکین کا بہترین طریقہ نکاح ہے۔ (iii) انسانی زندگی میں نکاح کا تعلق معاشرتی فلاح کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

(5) سیدنا علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی استطاعت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے اور اگر کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ شہوت کو ختم کرتے ہیں۔'' (بخاری:1905)

(6) بدکاری اور مقدمات بدکاری وغیرہ پر ملامت کے بعد نکاح کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

(7) سیدنا سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کی خدمت میں اپنے آپ کو آپ کے لیے وقف کرنے حاضر ہوئی ہوں۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر آپ نے نظر کو نیچی کیا اور پھر اپنا سر جھکا لیا۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ کو ان سے نکاح کی ضرورت نہیں ہے تو ان سے میرا نکاح کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تمہارے پاس (مہر کے لیے) کوئی چیز ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: نہیں اللہ کی قسم یارسول اللہ ﷺ! نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اپنے گھر جاؤ اور دیکھو ممکن ہے تمہیں کوئی چیز مل جائے۔'' وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا: اللہ کی قسم! میں نے کچھ نہیں پایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوہے کی ایک انگوٹھی بھی مل جائے تو لے آؤ۔'' وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا: اللہ کی قسم! یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ البتہ میرے پاس یہ ایک تہبند ہے۔ انہیں (خاتون کو) اس میں سے آدھا دے دیجئے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کے پاس چادر بھی نہیں تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تمہارے اس تہبند کا کیا کرے گی۔ اگر تم اسے پہنو گے تو ان کے لیے اس میں سے کچھ نہیں بچے گا اور اگر وہ پہن لے تو تمہارے لیے کچھ نہیں رہے گا۔'' اس کے بعد وہ صحابی بیٹھ گئے۔ کافی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب وہ کھڑے ہوئے تو نبی ﷺ نے انہیں دیکھا کہ وہ واپس جا رہے ہیں۔ نبی ﷺ نے انہیں بلوایا۔ جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ انہوں نے گن کر بتائیں۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم انہیں بغیر دیکھے پڑھ سکتے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! نبی ﷺ نے فرمایا: ''پھر جاؤ۔ میں نے انہیں تمہارے نکاح میں دیا، ان سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں۔'' (بخاری:5087)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (یعنی آخرت میں تجھ کو ندامت ہوگی)۔'' (بخاری:5090) (9) تین قسم کے لوگ وہ ہیں جن کی خدا تعالیٰ مدد فرماتا ہے اور جب وہ اس کام کا ارادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر لیتا ہے تو غیب سے خدا تعالیٰ اس کے انتظامات فرما دیتے ہیں۔ان میں سے ایک وہ لوگ بھی ہیں جو بدکاری سے بچنے کے لئے نکاح کا ارادہ کر لیں تو ان کے لئے بھی خدا تعالیٰ غیب سے انتظامات فرما دیتا ہے۔(تفسیر کمالین جلالین:273/4)

(10) طبرانی نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث مذکور ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے کہ حلال کی طلب ہر مسلمان پر واجب ہے، بقائے نسل کے لئے نکاح جس طرح فرض کفایہ ہے (تا کہ مسلمانوں کی نسل دنیا میں ختم نہ ہو) اسی طرح بقدر بقائے زندگی کھانا پینا ہر شخص پر فرض عین ہے اور تجارت، زراعت وغیرہ دوسرے معاملات اور پیشے فرض کفایہ ہیں، اگر سب لوگ ان کو چھوڑ دیں گے تو معاشی انتظام درہم برہم ہو جائے گا اور دینی نظام بھی بگڑ جائے گا (اور سب گنہگار ہوں گے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''امانت دار سچا تاجر (قیامت کے دن) انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔'' (ترمذی)(مظہری:232/8)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص پیام نکاح بھیجے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے (اپنی بہن، بیٹی یا عزیزہ کا) نکاح کر دو اگر ایسا نہ کرو گے روئے زمین پر فتنہ اور لمبا چوڑا بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔(ترمذی:1084)

(12) ﴿وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾ ''اور تمہارے غلاموں اور تمہاری لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے بھی'' یہاں صالحین سے مراد وہ لونڈی اور غلام ہیں جو نکاح کی صلاحیت رکھتے ہوں اور نکاح کے محتاج ہوں۔یہ وہ لوگ ہیں جو بدکار اور زانی نہیں ہوتے۔ان کی صالحیت کی جزا ہے کہ ان کے نکاح کر دیں۔

(13) یعنی اگر غلاموں میں صلاحیت کسب معیشت کی موجود ہے، تو ان کے فقر و افلاس بالفعل کو مانع نکاح نہ قرار دو۔فقر و نکاح میں کوئی منافات نہیں۔جو سر دست فقیر ہے کیا عجب کہ حسب مشیت صاحب معاش ہو جائے۔نکاح اس مشیت تکوینی میں مانع نہیں۔پس نہ عدم غنا کو مانع نکاح سمجھیں اور نہ نکاح کو مانع غنا۔(تفسیر ماجدی:462/3)

(14) ﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ﴾ ''اگر وہ غریب ہیں'' یعنی شوہر اور نکاح کرنے والے۔

(15) ﴿يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا'' یعنی یہ وہم نکاح کرنے سے نہ روک دے کہ نکاح کرو گے تو خاندانی بوجھ کی وجہ سے محتاج ہو جاؤ گے۔نکاح کرنے والے سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ خوش حال کر دے گا۔

(16) ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے'' وہ واسع جسے چاہے غنی کر سکتا ہے۔اس کے ہاں تنگی اور کمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔(17)اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت واسع سے یہ شعور دلایا ہے کہ تمہارا دامن تنگ سہی لیکن رب وسعتوں والا ہے،تم رب پر بھروسہ کرو تو رب تمہاری مدد کرے گا۔

(18)﴿عَلِیْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر ایک کی صلاحیت کو جانتا ہے جسے فقر کا اہل دیکھے گا اسے فقیر رکھے گا۔جسے غنا کا اہل دیکھے گا اسے غنی کر دے گا۔

(19)اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے مرد اور عورت کے اس فطری تعلق کو نظر انداز نہیں کیا۔شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں فلسفہ نکاح پر جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ نکاح انسان کا طبعی تقاضا ہے،عقلی حاجت اور تمدنی ضرورت ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ:131,126/2)

(20)اس کے علاوہ اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ اس سے انسان کی اس بنیادی خواہش کی تکمیل ہوتی ہے کہ وہ یہاں کسی نہ کسی طرح موجود رہے۔بقائے نسل انسان کی خواہش بھی ہے اور مقصود بھی نکاح اس فطری خواہش کی تسکین کا عقلی پہلو ہے۔

(21)قرآن مجید میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعائیں موجود ہیں جن میں صالح اولاد کی خواہش کا تذکرہ ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے بڑھاپے کے باوجود مجھے اسماعیل اور اسحاق دیئے۔بلاشبہ میرا رب تو یقیناً بہت دعا سننے والا ہے۔'' (ابراہیم:39) ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ﴾ ''وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا،اس نے کہا:''اے میرے ربّ! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دُعا کا خوب سننے والا ہے۔'' (آل عمران:38)

(22)نکاح دینداری اور تقویٰ کے خلاف نہیں ورنہ یہ جلیل القدر انبیاء نہ نکاح کرتے نہ اولاد کی دعائیں مانگتے۔

(23)اچھے انسانی معاشرے اور صالح تمدن کا دارومدار مرد اور عورت کے صالح تعلق پر ہے۔مرد اور عورت کی جائز وابستگی معاشرے کو ایک ایسا سکون دیتی ہے جس سے اس کا درست اجتماعی شعور تشکیل پاتا ہے۔

(24)اچھے تمدن کے لیے ایسے افراد ضروری ہیں جن کے اندر احساس ذمہ داری پایا جائے اور یہ احساس ذمہ داری نکاح ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

(25)اگر مرد و عورت کے ناجائز تعلقات کو نہ روکا جائے تو اس کا نتیجہ یا تو یہ ہوگا کہ عورت اولاد کی پرورش کا بوجھ اٹھائے گی اور یا دونوں نسل کشی کے طرز عمل کو اختیار کریں گے جو ہر صورت میں انسانی معاشرے کے لیے مہلک ہے۔نہ صرف یہ بلکہ اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کے وہ انسانی جذبات مٹ جائیں گے جنہیں ہمدردی، ایثار، قربانی، شفقت اور تعاون کہا جاتا ہے اور انسانی معاشرے ایسے خودغرض درندوں کا انبوہ بن جائیں گے جنہیں اپنی خواہشات کی تسکین کے سوا اور کچھ مطلوب نہیں ہوگا۔ لہٰذا نکاح ہی وہ عقلی و منطقی اور اخلاقی و انسانی ضرورت ہے جس پر تمدن کی فلاح و بقاء کا انحصار ہے۔

(26) نکاح دینی ضرورت: نکاح ایک انفرادی، تمدنی ضرورت ہے جسے تمام معاشروں نے تسلیم کیا ہے لیکن قرآن و سنت نے اس پہلو کے علاوہ اسے اخلاقی و دینی ضرورت بھی قرار دیا ہے اور اس کی قیام پر بہت شدت سے عمل کرایا ہے۔ قرآن نے تو اسے سنت انبیاء قرار دیا ہے۔ ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولادیں بنائیں تھیں۔'' (الرعد:38)

(27) ''نکاح کرلو کیونکہ اس امت کی بہترین شخصیت کے ہاں سب سے زیادہ عورتیں تھیں۔'' (بخاری، کتاب النکاح)

(28) فقہاء نے استنباط کیا ہے کہ نکاح کی کئی حالتیں ہیں مثلاً فرض، واجب، سنت، مباح، مکروہ وغیرہ۔ یعنی اگر برائی کے ارتکاب کا یقین ہوجائے تو نکاح فرض ہے ورنہ واجب بشرطیکہ وہ نان ونفقہ پر قادر ہے لیکن برائی کا امکان نہیں تو سنت ہے۔ نان ونفقہ کی قدرت نہیں مگر ارتکاب جرم کا خوف ہے تو نکاح مباح ہے۔ نان ونفقہ کی اہلیت نہیں رکھتا تو مکروہ ہے۔ لیکن اگر وہ طبعی نااہلیت رکھتا ہے تو پھر اس کے لیے نکاح حرام ہے۔ نبی ﷺ نے مختلف مواقع پر نکاح کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے اور کتب حدیث میں انہیں محفوظ کرلیا گیا ہے۔ ذیل میں چند ارشادات نقل کیے جاتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ساری دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔'' (شرح السنۃ:11/9) سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ ضرررساں فتنہ نہیں چھوڑے جا رہا۔'' (شرح السنۃ:12/9)

(29) اسلام نے نکاح کی ترغیب دے کر غیر فطری راہوں کو بند کردیا ہے۔ اس نے زنا، عیاشی اور رہبانیت وغیرہ جیسے سب غیر فطری طریقے بند کرکے تعلق کے صحیح مواقع مہیا کیے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے تبتل (جنسی قوت کو ضائع کرنا) کی اجازت طلب کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''سنو اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور اس کے معاملے میں محتاط روش والا ہوں لیکن میں روزے رکھتا ہوں اور چھوڑتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، سوتا ہوں اور شادیاں کرتا ہوں۔ پھر جس نے میرے طریقے سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں۔'' (بخاری:757/2) بخاری کی کتاب النکاح میں ان تین اشخاص کا ذکر ہے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی عبادت کا حال سن کر رات بھر نماز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے، دن بھر روزہ رکھنے اور شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو نبی ﷺ نے انہیں منع فرمایا اور اپنی ساری کیفیت بیان فرمائی جو سابقہ روایت سے ملتی جلتی ہے اس کے آخری الفاظ بھی یہی ہیں۔﴿وَاَتَزَوَّجُ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ﴾ ''اور میں شادی کرتا ہوں پھر جس نے میرے طریقے سے کنارہ کشی کی وہ مجھ سے نہیں''مشکوۃ کی کتاب النکاح میں نبی کریم ﷺ کا وہ ارشاد موجود ہے جس میں آپ نے نکاح کو نصف دین قرار دیا۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب بندہ شادی کرے تو وہ آدھا دین مکمل کر لیتا ہے۔''(مشکوۃ المصابیح، اسلام کا معاشرتی نظام:167-171، کتاب النکاح:628)(30) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل یعنی عورتوں سے الگ رہنے کی زندگی سے منع فرمایا تھا۔ اگر نبی ﷺ انہیں اجازت دے دیتے تو ہم تو خصی ہی ہو جاتے۔(بخاری:5073)

سوال 2: مقاصد نکاح کی وضاحت کریں؟

جواب (1): عفت وعصمت: اسلامی نقطہ نظر سے انسان کا سب سے زیادہ قیمتی جوہر اس کی عفت ہے۔ یہی چیز اس کے جملہ حقوق کے لیے حصار ہے۔ عفت کے ضائع ہو جانے سے سیرت کی بنیاد تباہ ہو جاتی ہے۔ ایک آدمی جب جنسی آوارگی کا شکار ہوتا ہے تو اس کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر سے بھی اخلاقی بندشیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں یہی وہ دروازہ ہے جہاں سے شیطانیت بآسانی داخل ہو کر پوری انسانی طبیعت کو متاثر کر سکتی ہے۔ بدون سبب اسلام نے عفت وعظمت کی حفاظت کے لیے سخت اقدامات کیے ہیں۔ اس نے زنا کو حرام قرار دیا ہے، باہم اختلاط کے بے جا مواقع بند کیے ہیں، تہمت کے لیے بڑی سزا مقرر کی ہے، بری افواہیں پھیلانے والوں کو سخت وعید سنائی اور معاشرے کے لیے ضابطہ اخلاق کو اس طرح مرتب کیا اور اس کی اجتماعی کیفیت کو اس طرح ڈھالا کہ اس میں نکاح آسان اور غیر فطری طریق مشکل ہو جائے۔ قرآن وسنت کی رو سے نکاح جوہر عصمت کا بہترین محافظ ہے۔ بقول سید ابوالاعلی مودودی رحمہ اللہ قرآن پاک میں نکاح کو احصان سے تعبیر کیا گیا ہے۔(حقوق الزوجین:18) حصن قلعہ کو کہتے ہیں اور احصان کے معنی قلعہ بندی کے ہیں۔ جو مرد نکاح کرتا ہے وہ محصن ہے گویا وہ ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے اور جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہے وہ محصنہ ہے یعنی اس قلعہ کی حفاظت میں آ گئی ہے جو نکاح کی صورت میں تعمیر کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں اسے یوں بیان فرمایا گیا ہے۔ ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ﴾ ''اور ان کے علاوہ تمہارے لیے سب عورتیں حلال کر دی گئی ہیں یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرو اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ کہ بدکاری کرنے والے ہو۔" (النساء:24) ﴿فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ﴾ "چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کردو، جبکہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ ہی چھپے دوست بنانے والی ہوں۔" (النساء:25)

(2) مودت ورحمت: دوسرا اہم مقصد مودت ورحمت ہے۔ چونکہ عورت اور مرد کا تعلق صحیح تمدن کے لیے ضروری ہے اس لیے اس تعلق کو وقتی اور ہنگامی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر ایک پائیدار اور مضبوط بندھن کی حیثیت دینی چاہیے۔ یہ بندھن دراصل اس گہرے ربط وتعلق کی علامت ہے جو سکون خاطر اور اطمینان قلب کا باعث ہے۔ قرآن اس مودت ورحمت کو اس تعلق کی بنیاد بھی قرار دیتا ہے اور نتیجہ بھی اور اس کا تعلق یوں بیان کرتا ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ "اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم اُن سے سکون حاصل کرسکو۔ اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔ بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔" (سورہ الروم:21) ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾ "وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اُس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اُس کی طرف سکون پائے۔" (الاعراف:189) قرآن زوجین کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتا ہے جو گہرے ربط واتصال اور یقینی حفاظت کی علامت ہے۔ اور جس کے تقدس اور عظمت کو برقرار رکھنا اسلامی معاشرے کا فرض ہے۔ زوجین میں اس مودت ورحمت کو حدود اللہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اور طلاق کو جو ابغض المباحات ہے اسی صورت میں جائز قرار دیا ہے جب مودت ورحمت کا یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکے۔ ایک اچھے معاشرے کے لیے ازدواجی تعلق رحمت وکرم ہے، اس پر بچوں کی تربیت کا انحصار ہے۔ اور یہی خاندان کے سکون کا سبب ہے۔ باہمی مودت ورحمت نہ صرف ازدواجی تعلق کے استحکام کا ذریعہ ہے بلکہ گھر کے ماحول کو پرامن رکھنے کا وسیلہ بھی ہے۔

(3) بہیمی قوتوں کا علاج: انسان کی بہیمی قوتیں اسے اکثر بے راہ روی کی طرف لے جاتی ہیں اسلام نے ان بہیمی قوتوں کا علاج نکاح کی صورت میں کیا ہے جس سے انسان کی طبیعت میں اعتدال اور توازن پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح اسلام کا قانون ازدواج انسانی معاشرے کے افراد میں جائز درست اور پائیدار ربط پر زور دیتا ہے اور ان تمام ناجائز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روابط کی نفی کرتا ہے جو جاہلیت قدیمہ یا جاہلیت جدیدہ میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام ایک صالح معاشرہ استوار کرنا چاہتا ہے جس کی بنیاد نکاح ہے۔ اسلام کے نزدیک پرسکون تمدن کا دارومدار نکاح پر ہے۔ انسان کے جسمانی داعیات فطری ہیں ان کی تسکین کا مناسب اور بروقت انتظام مستحکم اجتماعی نظام کے لیے ضروری ہے۔ اسلام نے ان فطری دواعی کو سامنے رکھا ہے اور نکاح کو نیکی قرار دیا ہے۔ جن مذاہب نے جنسی تعلق کو گندگی قرار دیا ان کے معاشرے بالآخر جنسی بے راہ روی کا شکار ہوئے ہیں۔ ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (۴) ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ (۵) اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (۶)﴾ ”بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ پھر ہم نے اس کو لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے تو ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔“ (سورہ التین: 4-6) (اسلام کا معاشرتی نظام: 167-181)

﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالَّذِيْنَ

”اور جو نکاح کی طاقت نہ پائیں وہ لازماً پاک دامنی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے

يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ

اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) چاہتے ہیں، اگر تم ان میں کوئی بھلائی جانتے ہو تو اُن سے مکاتبت کرلو

وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ

اور اُن کو اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تو بدکاری پر مجبور نہ کرو

تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ

کہ تم دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل کرو اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اُن کی مجبوری کے بعد یقیناً اللہ تعالیٰ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے“ (33)

سوال 1: نکاح کی طاقت نہ رکھنے والے کے لیے عفت و پاک دامنی کے حکم کی وضاحت ﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ ... مِنْ فَضْلِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ﴾''اور پاکدامنی اختیار کریں''یعنی جو لوگ نکاح کرنے کی قدرت نہیں رکھتے وہ حرام راستوں پر جانے سے بچیں، پاک دامنی اختیار کریں اور اپنے دل کو ایسے خیالات سے بھی بچائیں جو حرام کی دعوت دیتے ہوں۔

(2)﴿الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا﴾''جو نکاح کی طاقت نہ پائیں''یعنی وہ خود یا ان کے مالک مالی استطاعت نہیں رکھتے کہ نکاح کر سکیں یا ان کے مالک ان کا نکاح نہ کرتے ہوں اور وہ اپنے مالکوں کو مجبور بھی نہ کر سکتے ہوں۔

(3)﴿حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے''اللہ رب العزت نے پاک دامنی اختیار کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور ان کے معاملے کو آسان کر دے گا۔ان حالات میں وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کشادگی کی امید لگائیں اور انتظار کریں۔

سوال 2:غلاموں سے مکاتبت کے حکم کی وضاحت﴿وَالَّذِيْنَ...اٰتٰىكُمْ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا﴾''اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) چاہتے ہیں اگر تم ان میں کوئی بھلائی جانتے ہو تو ان سے مکاتبت کرلو''تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو اپنے آپ کو خریدنا چاہے اور تم سے مکاتبت کا طلب گار ہو تو ان سے مکاتبت کرلو پھر اگر تم دیکھو کہ وہ کمانے کی طاقت بھی رکھتا ہے اور دین میں بھلائی رکھتا ہے۔یعنی وہ اپنے نفس کی آزادی کے لیے خرچ کر سکتا ہے اور مکاتبت میں اپنے مالک کو نقصان نہیں پہنچاتا۔

(2)﴿وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ﴾''اور اُن کو اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے جو مال مکاتبوں کے مالکوں کو دیا ہے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ غلام یا لونڈی کی مکاتبت میں اس مال میں سے کچھ دے یا مکاتبت کی رقم میں سے کچھ حصہ چھوڑ دے۔

(3)﴿مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ﴾''اور اُن کو اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے''یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے مال دے کر تم پر احسان کیا ہے تم بھی دوسروں پر احسان کرو۔

(4)مکاتبوں کی مالی امداد بھی کی جا سکتی ہے۔غلاموں کے مالک بھی ایسا کر سکتے ہیں اور اسلامی حکومت بھی زکوٰۃ کی مد میں سے مالی تعاون کر سکتی ہے۔

(5)اللہ تعالیٰ نے مکاتبوں کے لیے زکوٰۃ میں سے حصہ رکھا ہے اور زکوٰۃ میں سے مکاتبوں کو دینے کی ترغیب بھی دلائی ہے جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''بلاشبہ صدقات توفقیروں اور مسکینوں اوران پرکام کرنے والوں کے لیے ہیں اوران کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہےاور گردنوں کے چھڑانے میں۔'' (التوبہ:60)

(6) عمرہ بنت عبدالرحمن کہتی ہیں کہ بریرہ لونڈی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ وہ اپنی کتابت کے سلسلہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مدد چاہتی تھی۔ انہوں نے کہا: ''اگر تو چاہے تو تیرے مالکوں کو میں رقم ادا کردیتی ہوں مگر ولا (تیرا ترکہ) میرا ہوگا'' اوراس کے مالکوں نے کہا: اگر تو چاہے کتابت کی بقایا رقم دے دے پھر خواہ وہ تجھے آزاد کردیں مگر اس کا ترکہ ہم ہی لیں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اس بات کا ذکر میں نے آپ ﷺ سے کیا آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم بریرہ کو خرید کر آزاد کردو اور ترکہ تو اس ہی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے'' پھر آپ ﷺ منبر پر چڑھے اور فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں ہیں اور ایسی شرط جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں ہے خواہ وہ جو شرط لگائے اسے کچھ بھی نہ ملے گا۔'' (بخاری۔ کتاب الصلوۃ)

سوال 3: اگر غلام مکاتبت کا مطالبہ نہ کرے تو کیا غلام کے مالک کو مکاتبت کا حکم دیا جاسکتا ہے؟

جواب: (1) اگر غلام مکاتبت کا مطالبہ نہ کرے تو اس کے آقا کو حکم نہیں دیا جاسکتا جب کہ اس غلام میں بھلائی نظر نہ آئے۔

(2) یا غلام کمانہ سکتا ہو اوراسے ڈر ہو کہ وہ لوگوں پر بوجھ بن جائے گا یا غلام کے بارے میں آقا کو خوف ہو کہ آزادی ملی تو اسے فساد برپا کرنے کی قدرت حاصل ہوجائے گی ایسے میں مالک کو مکاتبت سے روکنا چاہیے۔

سوال 4: لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرنے کی ممانعت کی وضاحت ﴿وَلَا ...رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ﴾ ''اوراپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تو بدکاری پر مجبور نہ کرو'' رب العزت نے لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرنے سے اس لیے روکا ہے کہ جاہلیت میں مالک اجرت کی خاطر لونڈی کو بدکاری کے لیے مجبور کرتا تھا۔

(2) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، عبداللہ بن ابی بن سلول (منافقوں کا سردار) اپنی لونڈی سے کہتا: جا اور خرچی کما کر لا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ﴾ سے ﴿غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ تک (النور:33) یعنی ''اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تو بدکاری پر مجبور نہ کرو کہ تم دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل کرو اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اُن کی مجبوری کے بعد یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (مسلم:7552)

(3) ﴿اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ ''اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں'' ایسی حالت میں تو آقا پر واجب ہے کہ اسے بدکاری

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے روک دے اور اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہے تو اس صورت میں وہ بدکار ہے۔

(4)﴿لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''کہ تم دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل کرو'' یعنی تمھارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ دنیا کے مال کی خاطر انھیں بدکاری کے لیے مجبور کرو جب کہ وہ تم سے بہتر اور پاک دامن ہوں۔ دنیا کا مال بہت تھوڑا ہے۔ تھوڑے سے سامان دنیا کے لیے دنیا کی ذلت اور آخرت کا عذاب نہ کماؤ۔

(5)﴿وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اُن کی مجبوری کے بعد یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (i) لونڈیوں کو بدکاری کی اجازت نہیں دی جاسکتی یہاں اس سے یہ واضح کرنا مطلوب ہے کہ اگر لونڈیاں اپنی مرضی سے بدکاری کی مرتکب ہوں تو وہ اپنے جرم کی ذمہ دار ہیں اگر مالک زبردستی پیشہ کرائے تو مجرم مالک ہے۔ (ii) اللہ رب العزت نے لونڈیوں کو جن پر جبر کیا گیا توبہ کی طرف، پاک دامنی کی طرف بلایا ہے۔ یعنی اب وہ گناہ چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیں۔ جو گناہوں سے توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا کیونکہ وہ گناہوں کا بے حد بخشنے والا غفور ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا کیونکہ وہ رحیم نہایت رحم والا ہے۔ اس کے آقا نے اسے گناہ پر مجبور کرکے اس پر رحم نہیں کیا اور اس لونڈی نے توبہ کرکے اپنے نفس پر رحم کیا ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بھی توبہ کی طرف بلایا ہے جو اپنی لونڈیوں کو جبراً زنا پر مجبور کرتے رہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے اور تمام گناہوں کو ترک کردینا چاہیے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں گے تو وہ گناہ بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

سوال 5: کیا زنا کی اجرت حرام ہے؟

جواب: (1) زنا کی اجرت حرام ہے۔ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا تھا۔ (بخاری: 2237)

(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کتے کی قیمت ناپاک ہے، بدکار عورت کی کمائی ناپاک ہے اور پچھنے لگانے والے کی کمائی ناپاک ہے۔'' (مسلم: 1568)

﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھاری طرف واضح آیات اور ان لوگوں کی مثالیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں

ع 4 8 10

وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾

اور متقیوں کے لیے ایک نصیحت بھی نازل کی ہے'' (34)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: قرآن مجید کی فضیلت کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف واضح آیات نازل کی ہیں'' یعنی رب العزت نے تم پر وہ آیات نازل فرمائی ہیں جو واضح ہیں، جن کی ہمیں ضرورت ہے، جن میں اتنی وضاحت ہے کہ کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

(2) اس سے مراد وہ آیات ہیں جن میں زنا، قذف اور لعان کا قانون بیان کیا گیا ہے، جن میں بدکار مردوں اور عورتوں کو اہل ایمان سے رشتہ نکاح میں بندھنے سے روکا گیا ہے، جن میں بہتان لگانے اور فحش کی اشاعت سے روکا گیا ہے، جن میں عورتوں اور مردوں کو نگاہوں کی حفاظت اور شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، جن میں پردے کے احکامات دیئے گئے، جس میں غلاموں اور بے نکاح لوگوں کے نکاح کا حکم دیا گیا ہے اور جن میں prostitution پر پابندی عائد کی گئی ہے۔

(3) ﴿وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''اور ان لوگوں کی مثالیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں'' یعنی ان آیات میں ان لوگوں کے واقعات ہیں جو تم سے پہلے گزر چکے، ان کے اچھے برے اعمال اور ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اس کی خبریں ہیں جن سے تم عبرت حاصل کر سکتے ہو۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے ان کو پیش رو اور بعد والوں کے لیے مثال بنا دیا۔'' (الزخرف:56)

(5) یہ تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کا سوچا بھی نہ جا سکے۔

(6) ﴿وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت بھی'' اللہ تعالیٰ نے یہاں وضاحت کی ہے کہ نصیحتیں ڈرنے والوں کے لئے ہوتی ہیں۔

(7) اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ تقویٰ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی ممکن ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے آیات اہل تقویٰ کی نصیحت کے لیے نازل کی ہیں۔ تقویٰ والے ہی ان امور سے رکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور ایسے امور کو اختیار کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ

''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہے، چراغ ایک فانوس میں ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ

وہ فانوس ایسا ہے جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے

لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي

جو نہ شرقی ہے نہ غربی قریب ہے کہ اس کا تیل خود ہی روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو۔ نور پر نور ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نور

اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے“(35)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہی راہ نمائی اور روشنی عطا کرتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَللّٰهُ ... يَّشَآءُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے“ (i) نور روشنی کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہوتی ہے اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرتی ہے۔ (ii) نور کا متضاد ظلمت ہے۔ یعنی اندھیرا۔ اس لحاظ سے کچھ سجھائی نہ دینے کی کیفیت کا نام اندھیرا ہے اور سجھائی دینے کی کیفیت کا نام روشنی ہے۔ (iii) ”اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا نور ہے“ اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کو روشن کرنے والا ہے۔

(2) نور کی مثال انسان کی محدود سمجھ کے لیے ایک غیر محدود ذات کے تصور کو قریب لانے کے لئے دی گئی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا ہادی ہے۔ وہ اس کے نور سے حق کی طرف ہدایت پاتے ہیں اور وہ گمراہی سے اس کی ہدایت کی طرف آ کر اسے مضبوطی سے تھام لیتے ہیں۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہادی ہے، آسمان والوں اور زمین والوں کا۔ وہی ان دونوں میں سورج، چاند اور ستاروں کی تدبیر کرتا ہے۔ (ابن کثیر)

(5) اللہ تعالیٰ بذات خود نور ہے۔ اس کا حجاب نور ہے۔ اگر وہ اس حجاب کو ہٹا دے تو اس کے چہرہ مبارک کے انوار وجلال حد نگاہ تک مخلوق کو جلا کر راکھ کر دیں۔ اس کے نور سے عرش، کرسی، سورج، چاند اور جنت منور ہیں۔ اسی طرح معنوی نور کا منبع بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی کتاب نور ہے، اس کی شریعت نور ہے، ایمان نور ہے، اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کے مومن بندوں کے دلوں میں موجود معرفت الٰہی نور ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا نور نہ ہو تو گمراہیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا جائیں، لہٰذا ہر وہ مقام جہاں اللہ تعالیٰ کا نور نہیں ہے وہ اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1822/2)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿مَثَلُ نُوۡرِهٖ﴾ ''اس کے نور کی مثال'' یعنی وہ نور جس کی طرف اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرتا ہے اور وہ ایمان والوں کے دلوں میں ایمان، اسلام اور قرآن کا نور ہے۔

(7)﴿كَمِشۡكٰوةٍ﴾ ''ایک طاق کی سی ہے'' (i) طاق دیوار کی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں چراغ رکھا جاتا ہے۔

(ii) طاق سے مراد بندہ مومن ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی روشنی جہان میں پھیلتی ہے۔ (8)﴿فِيۡهَا مِصۡبَاحٌ﴾ ''جس میں ایک چراغ ہے'' چراغ سے مراد ایمان کی استعداد ہے۔ طاق میں چراغ رکھنے کی وجہ سے روشنی ہر طرف پھیلتی ہے اور پورے ماحول کو روشن کر دیتی ہے۔ (9) کعب احبار نے کہا: المصباح سے مراد محمد ﷺ کا دل ہے۔ (ابن ابی حاتم: 2597/8)

(10)﴿اَلۡمِصۡبَاحُ فِىۡ زُجَاجَةٍ﴾ ''چراغ ایک فانوس میں ہے'' فانوس اُس شیشے کو کہتے ہیں جس کے اندر چراغ رکھا جاتا ہے۔ (i) فانوس سے مراد دل ہے۔ (ii) فانوس کی وجہ سے چراغ کی روشنی صاف ہو جاتی ہے اور اس کی نورانیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ فانوس چراغ کو ہوا سے بچاتا ہے۔

(11)﴿اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّىٌّ﴾ ''وہ فانوس ایسا ہے جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا'' یعنی اپنی خوب صورتی اور نفاست و لطافت کی وجہ سے یوں لگے جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارہ۔

(12)﴿يُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيۡتُوۡنَةٍ﴾ ''وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے'' (i) زیتون کا درخت طویل عمر والا ہوتا ہے جس کا ہر حصہ مفید ہوتا ہے۔ (ii) زیتون کے درخت کو مبارک کہا گیا ہے کیونکہ زیتون کا درخت مفید ہوتا ہے۔ اس کا تیل، اس کی لکڑیاں، اس کے پتے اور اس کا پھل ہر چیز مفید ہوتی ہے۔

(13) زیتون کا درخت بڑا بابرکت درخت ہوتا ہے۔ اس سے گونا گوں فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اس کا تیل چراغوں میں بھی جلایا جاتا ہے اور نہایت نفیس مفید روشنی دیتا ہے۔ یہ بطور سالن بھی کام میں آتا ہے اور ایک قسم کی خاص لذت بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ درخت سے تیل نکالنے کے لئے کسی کولھو کی ضرورت نہیں، ہر شخص بآسانی خود نکال سکتا ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے زیتون کے تیل سے ناسور اچھا ہوتا ہے۔ چوٹی سے جڑ تک اس کے درختوں میں تیل ہی تیل ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری: 244/8)

(14)(i) زیتون کا درخت وادی مقدس طویٰ میں پیدا ہوتا ہے۔

(ii) زیتون کے مبارک درخت سے مراد قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کی ہر چیز مفید ہے۔

(15)(i) تیل سے آگ بھڑکتی ہے۔ (ii) تیل سے چراغ جلتے ہیں۔ (iii) تیل سے روشنی ہوتی ہے۔ یہاں تیل سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرادقرآن مجید کاعلم اوراس کافہم ہے۔

(16)﴿لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ﴾''جونہ شرقی ہے اورنہ غربی''یعنی وہ صرف مشرقی جانب نہیں ہے کہ دن کے آخری حصے میں اس کوسورج کی روشنی نہ پہنچتی ہو۔﴿وَّلَا غَرْبِيَّةٍ﴾اوروہ فقط مغربی جانب بھی نہیں کہ دن کے پہلے حصے میں اس کوسورج کی روشنی حاصل نہ ہوتی ہو۔جب یہ دونوں امورنہیں تووہ زمین کے درمیان میں اگا ہوا ہے۔جیسے ملک شام کازیتون جسے صبح وشام سورج کی روشنی حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے وہ نہایت عمدہ ہوتا ہے اوراس کا تیل انتہائی صاف ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:1823/2)

(17)زیتون کے درخت سے قرآن مجید مرادلی گئی،اس کے شرقی یا غربی نہ ہونے سے مراد ہے:(i) ساری دنیا کے لئے اس کا علم عام ہے۔(ii)اس کا علم ساری زندگی کے لئے ہے۔(iii)اس کا علم صرف ایک بار حاصل کرنے والا نہیں بلکہ نہیں بلکہ زندگی کے آغاز سے اختتام تک حاصل کرنے والا ہے۔

(18)﴿يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ﴾''قریب ہے کہ اس کا تیل خود ہی روشن ہوجائے اگرچہ اسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو''یعنی اس کا تیل انتہائی صاف ہے جس کی وجہ سے جب اسے آگ لگتی ہے توزیادہ روشنی ہوتی ہے۔

(19)آگ جلانے کا کام کرتی ہے۔آگ حرارت پہنچاتی ہے۔آگ سے چراغ جلائے جاتے ہیں۔(i)یہاں آگ سے مراددلوں کے اندر حرارت پیدا کرنے والی دعوت ہے۔(ii)یہاں آگ سے مراد وہ منظم کوشش بھی ہے جو دلوں کو گرمانے کے لئے قرآن مجید کی خدمت کے لئے کی جاتی ہے،جس کی وجہ سے اس مقصد کے تحت ایک لڑی میں پروئے ہوئے افراد کوذمہ داریاں دی جاتی ہیں،کام کئے جاتے ہیں،لوگوں کے اندر بیداری کی روح پھونکی جاتی ہے اورلوگ ذمہ داریاں پوری کرنے لگتے ہیں۔

(20)﴿نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ﴾''نور پر نور ہے''یعنی آگ کی روشنی اورزیتون کے تیل کی روشنی۔اللہ تعالیٰ نے جومثال بیان فرمائی ہے اوراسے مومن کے احوال کے ساتھ تطبیق دی ہے نیز یہ کہ اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی فطرت جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے،وہ زیتون کے پاک صاف تیل کی مانند ہے۔پس اس کی فطرت صاف اورتعلیمات الٰہیہ اوراعمال مشروعہ کے لئے مستعد ہے۔جب اس کے پاس علم وایمان پہنچتا ہے تو یہ نوراس کے قلب میں روشن ہوجاتا ہے جیسے آگ چراغ کی بتی کوروشن کردیتی ہے۔اس کا قلب برے ارادوں اورفہم کی خرابی سے پاک ہوتا ہے۔جب قلب میں ایمان جاگزیں ہوتا ہے توتمام کدورتوں سے پاک ہونے کی وجہ سے اس نور سے جگمگا اٹھتا ہے اور قلب کی یہ صفائی،موتی کی طرح چمکتے ہوئے فانوس کی مانند ہے۔پس قلب میں نورفطرت،نورایمان،نورعلم اورمعرفت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفائی تمام اسباب مجتمع ہو جاتے ہیں اور یوں قلب میں روشنی پر روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے اور چونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور ہر کسی میں اس نور کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے فرمایا: ﴿ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ (تفسیر سعدی: 2 / 1823)

(21) (i) اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے۔ اس کی کتاب اس کا نور ہے۔ اس کا رسول ﷺ اپنی صفات کے اعتبار سے نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے ذریعے سے زندگی کی تاریکیوں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ کا نور انسان کے دل کے اندر قرآن و سنت کے سچے فہم سے اُترتا ہے۔ جتنا زیادہ انسان علم حاصل کرتا ہے، جتنا غور و فکر کرتا ہے، اتنی ہی انسان کے اندر روشنی کی استعداد بڑھ جاتی ہے، اتنا ہی زیادہ انسان بُرائیوں سے پاک ہونے کی کوششیں کرتا ہے یوں دل کا آئینہ شفاف ہو جاتا ہے۔ (iii) مومن کے دل کے اندر حق کی روشنی آتی ہے تو وہ یہ روشنی سارے جہان میں پھیلاتا ہے۔ وہ جہاں بھی ہو روشنی کا امین ہوتا ہے۔ روشنی دل کے اندر آتی ہے تو سارے ماحول کو روشن کر دیتی ہے۔

(22) یہ رب کی روشنی ہے جس سے تاریک دل روشن ہو جاتے ہیں، جس سے گھٹے ہوئے، تعفن زدہ ماحول میں زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ روشنی ہے جو دلوں کے اندر اترتی ہے۔ روشنی جب روشن دلوں سے پھوٹتی ہے تو ماحول کو روشن کر دیتی ہے، جس سے رہنے سہنے کے ڈھنگ آ جاتے ہیں، جس سے زندگی میں بہار آ جاتی ہے، جس سے زمین کے رہنے والے جہانوں کے بادشاہ کی رضا کے لیے جینے لگ جاتے ہیں اور اس کی پسند کے مطابق آسمانی Life Style سیکھ جاتے ہیں، جس سے زمین کے باشندے آسمانی زندگی یعنی جنت کی زندگی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر رب کی روشنی نہ ہوتی تو نہ آسمان میں روشنی ہوتی نہ زمین میں، نہ آسمان میں کسی کو ہدایت ملتی، نہ زمین میں۔ رب کی روشنی میں ٹھنڈک ہے، مٹھاس ہے، سکون ہے، اطمینان ہے، آؤ یہ روشنی دلوں میں بسا لیں، گھرانوں کو روشن کر لیں، آؤ روشنیوں کے مسافر بن جائیں، آؤ یہ روشنی پورے جہان میں پھیلا دیں، زمین کو رب کی روشنی سے بھر دیں، آؤ زندگی کو امر کر لیں، یہی روشنی انسان کی ایمانی زندگی ہے، اسی روشنی کے ساتھ قبر میں اترنا ہے، بہت دور ہم نے جانا ہے۔ اسی روشنی کے ساتھ میدان حشر میں راستہ تلاش کرنا ہے، اسی روشنی نے جنت تک لے جانا ہے، دلوں کے چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی۔ قرآن مجید دل سے مراد انسان کی سوچ، سمجھ اور عقل و شعور کی قوت لیتا ہے۔ دل ہی سے انسان کی زندگی کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے دل کے پاس انسان کو کنٹرول کرنے کی قوت ہے، انسانی زندگی کی گاڑی دل چلاتا ہے۔ دل کا سٹیئرنگ خواہشات کے ہاتھ میں ہو تو یہی دل دلدل بن جاتا ہے جہاں پھنسنے والا، ہر خواہش کے ساتھ مزید نیچے کی طرف دھنستا چلا جاتا ہے اور نکلنے کے لیے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ دل کو اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش ہو تو یہی دل رب رحمان کی بستی بن جاتا ہے جہاں رب کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشنی کے رنگ پھوٹتے ہیں، جہاں محمد ﷺ کی محبت پروان چڑھتی ہے، جہاں کچھ کر گزرنے کی تمنا بیدار ہوتی ہے، جہاں اپنی ہستی کو رب پر نچھاور کرنے کی آرزو ہی زندگی کی گاڑی کا سٹیرنگ بن جاتی ہے لیکن رب کی رضا اسی دل کو مطلوب ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم رکھتا ہو۔ جس کے دل کے اندر رب کی پہچان کی روشنی ہو اس کے لیے رب کی رضا سب سے قیمتی چیز بن جاتی ہے۔ دل پر خواہشات حکومت کرتی رہیں تو دل رب کی روشنی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

(23) دلوں کی چار قسمیں ہیں: (i) ایک تو صاف اور روشن۔ (ii) ایک غلاف دار اور بندھا ہوا۔ (iii) ایک الٹا اور اوندھا۔ (iv) ایک پھرا ہوا الٹا سیدھا۔ پہلا دل تو مومن کا دل ہے جو نورانی ہوتا ہے۔ اور دوسرا دل کافر کا دل ہے۔ اور تیسرا دل منافق کا دل ہے کہ اس نے جانا پھر انجان ہو گیا، پہچان لیا پھر منکر ہو گیا۔ چوتھا دل وہ دل ہے جس میں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی ہے۔ ایمان کی مثال تو اس میں ترکاری کے درخت کی مانند ہے کہ اچھا پانی اسے بڑھا دیتا ہے اور اس میں نفاق کی مثال پھوڑے کی سی ہے کہ خون اور پیپ اسے ابھار دیتا ہے۔ اب ان میں سے جو غالب آ گیا وہ اس دل پر چھا جاتا ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 3774/7)

(24) (i) دل کے اندر رب کی روشنی آئے تو انسان کے لیے رب کی رضا پانا، رب کی رضا کو جاننا، رب کی رضا والے کام کرنا، رب کی خوشی کے لیے جینا، رب کی خاطر جان دینا ہی زندگی کا مقصد بن جاتا ہے اور انسان رب کا بن جاتا ہے۔

(ii) دل کے اندر رب کی روشنی آتی ہے تو یہ اس روشنی کا مزاج ہے کہ یہ روشنی خود بخود دوسروں تک پہنچنے کے لیے بے قرار ہوتی قرار ہوتی ہے اسی لیے انسان نبیوں کے مشن کو، اصلاح کے کام کو، اپنا کام بنا لیتا ہے۔

(25) رسول اللہ ﷺ کا دل اللہ تعالیٰ کی روشنی سے روشن تھا۔ آپ ﷺ نے اس روشنی کو حرا میں پایا تھا۔

(26) رسول اللہ ﷺ جب طائف سے دکھی دل لیے لوٹ رہے تھے تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے نور کی پناہ کے لیے دعا کی تھی۔ ﴿اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْٓ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''میں تیرے چہرے کے نور کی پناہ مانگتا ہوں جس کی وجہ سے تمام ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں اور جس کی وجہ سے دنیا اور آخرت کی اصلاح ہو جاتی ہے۔'' (رحمۃ للعالمین)

(27) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا گیا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات میں تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے ﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ ﷺ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ. أَوْلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ﴾ ''اے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لئے زیبا ہے، تو آسمان اور زمین اوران میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لئے مناسب ہے۔ آسمانوں اور زمین اوران کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے، تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے، تو سچا ہے، تیرا وعدہ سچا، تیری ملاقات سچی، تیرا فرمان سچا ہے، جنت سچ ہے، دوزخ سچ ہے، انبیاء سچے ہیں، محمد ﷺ سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔ اے اللہ! میں تیرا ہی فرماں بردار ہوں اور تجھی پر ایمان رکھتا ہوں، تجھی پر بھروسہ ہے، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیرے ہی عطا کیے ہوئے دلائل پر بحث کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ پس جو خطائیں مجھ سے پہلے ہوئیں اور جو بعد میں ہوں گی ان سب کی مغفرت فرما، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ آگے کرنے والا اور پیچھے رکھنے والا تو ہی ہے۔ معبود صرف تو ہی ہے۔ یا (یہ کہا کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (بخاری:1120)

(28) انسان کے اندر حق کی طلب موجود ہوتی ہے یہ طلب بہت Power ful ہے گویا یہ پیٹرول ہے کہ آگ قریب بھی آئے گی تو بھڑک اُٹھے گی۔ اگر اس طلب کو ضائع نہ کیا جائے تو ہر دم حق کو پانے کے لیے بے تابی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے مومن کو جہاں سے اللہ تعالیٰ کا نور ملے وہ بے تاب ہو کر لپکتا ہے کیونکہ اسی سے تو اس کا دل، اس کی زندگی روشن ہوتی ہے۔ اندر کی روشنی یعنی حق کی طلب اور باہر سے ملنے والا اللہ تعالیٰ کا علم دونوں مل جائیں تو روشنی پر روشنی بڑھنے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔

(29) ﴿يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف اسی کی راہ نمائی کرتا ہے جو اس کی طرف خود لپکنا چاہتا ہے۔ یہ نور طلب کے ساتھ ہی ملتا ہے۔ یہ نور پاک اور طیب لوگوں کو ملتا ہے۔

(30) اللہ تعالیٰ اپنے نور کی اتباع کی توفیق اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ نور یہ قرآن ہے۔ (جامع البیان:153/18)

(31) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗــــُٔــهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرۃ:257)

(32) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا اور پھر اس پر اپنا نور ڈالا، جس کو وہ نور نصیب ہوا وہ ہدایت پا گیا اور جس سے تجاوز کر گیا، وہ گمراہ ہو گیا۔'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا اسی لیے میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہونے والا ہے، قلم اسے لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔'' (صحیحہ:1076) 16

سوال 2: ﴿وَيَضْرِبُ اللّٰهُ...عَلِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے'' تاکہ وہ اس سے عقل وفہم حاصل کریں یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا لطف واحسان ہے، نیز یہ مثالیں اس لئے بھی بیان کی گئی ہیں تاکہ باطل سے حق واضح ہو جائے کیونکہ ضرب الامثال معانی معقولہ کو محسوسات کے قریب کر دیتی ہیں اور بندوں کو واضح طور پر ان کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1823/2)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ تم پر بے حد نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الحدید:9)

(3) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾ ''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جناب سے ایک واضح دلیل آئی ہے اور ہم نے تمہاری جانب ایک واضح نور اُتار دیا ہے۔'' (النساء:174)

(4) ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے'' پس اس کا علم تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس لئے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ضرب الامثال اس ہستی کی بیان کی ہوئی ہیں جو تمام اشیاء کے حقائق اور ان کی تفاصیل کو جانتی ہے اور وہ یہ بھی جانتی ہے کہ ان میں بندوں کے لئے مصلحت ہے۔ پس تمہیں ان پر اعتراض اور ان کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے بلکہ تمہیں ان میں تدبر اور غور وفکر کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ (تفسیر سعدی:1823/2)

(5) سیدنا سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ تمہارے اعمال کو جاننے والا علیم ہے۔ (ابن ابی حاتم:6204/8)

﴿فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

”(اس کی روشنی پانے والے) اُن گھروں میں (ہوتے ہیں) جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور جن

﴿فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ﴾

میں اس کے نام کو یاد کیا جائے، وہ اس میں صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں“ (36)

سوال: مساجد کے فضائل اور آداب کی وضاحت ﴿فِي بُيُوتٍ... وَالْآصَالِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے جب قلب مومن اور اس میں موجود ہدایت وعلم کی مثال اس چراغ سے بیان فرمائی جو صاف شفاف قندیل میں ہو اور وہ چراغ پاکیزہ تیل سے جل رہا ہو تو یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کا مقام مساجد ہیں جو زمین کے ٹکڑوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ ہیں اور مسجدیں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی اور اس کی توحید کا اقرار کیا جاتا ہے۔ (المصباح المنیر: 4/330)

(2) ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ﴾ ”(اس کی روشنی پانے والے) اُن گھروں میں (ہوتے ہیں) جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں“ ابن عباس نے کہا: مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ آسمان والوں کے لیے وہ گھر ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لیے تارے چمکتے ہیں۔ (تفسیر الرازی: 6/355)

(3) اللہ تعالیٰ کے نور کی قندیلیں مسجدوں اور دین کی تعلیم کے مراکز میں روشن ہوتی ہیں۔ اس کے نور کی طرف ہدایت پانے والے ان گھروں میں رہتے ہیں جن کو بلند کرنے اور ان میں اپنے ذکر کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ گھروں سے مراد اللہ تعالیٰ کے گھر، اللہ تعالیٰ کی مسجدیں، اللہ تعالیٰ کے دین کی تعلیم کے مراکز ہیں۔

(4) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا: ”محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں، اور انہیں پاک وصاف رکھا جائے، اور ان میں خوشبو لگائی جائے۔“ (ابن ماجہ: 758)

(5) گھروں کو بلند کرنے سے مراد گھر کی دیواریں اٹھانا، گھر کی تعمیر کرنا ہے گھروں کو بلند کرنے سے مراد گھروں کو شرکیہ افعال واقوال سے پاک کرنا بھی ہے۔

(6) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے مسجد بنائے، اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔“ (بخاری: 450)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہروں میں سب سے محبوب مقامات مسجدیں ہیں اور سب سے برے و ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں۔“ (مسلم: 671)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(8)(i) اللہ تعالیٰ کے گھروں کو تعمیر کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا، اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا ہے۔

(ii) گھروں کو بلند کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تعلیم دینا بھی ہے۔

(9) آپ ﷺ نے فرمایا: ”جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں گھر کے اندر یا بازار (دکان وغیرہ) میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے کیونکہ جب کوئی شخص تم میں سے وضو کرے اور اس کے آداب کا لحاظ رکھے پھر مسجد میں صرف نماز کی غرض سے آئے تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ اس کا بلند کرتا ہے اور ایک گناہ اس سے معاف کرتا ہے۔ اس طرح وہ مسجد کے اندر آئے گا۔ مسجد میں آنے کے بعد جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا اسے نماز ہی کی حالت میں شمار کیا جائے گا اور جب تک اس جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت خداوندی کی دعائیں کرتے ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ﴾ ”اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم کر۔“ جب تک کہ ریح خارج کرکے (وہ فرشتوں کو) تکلیف نہ دے۔“ (بخاری:477)

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ (۱۷) اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (۱۸)﴾ ”مشرکوں کے لیے کبھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں حالانکہ اپنے آپ پر وہ کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے سارے اعمال ضائع ہوگئے اور وہ ہمیشہ آگ ہی میں رہنے والے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔“ (التوبۃ:18،17)

(11) مساجد کو بلند کرنے میں ان کی صفائی، ان کو ناپاکی سے پاک رکھنا اور ذکر الٰہی کے سوا دیگر آوازوں سے محفوظ رکھنا بھی شامل ہے۔

(12) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ ”اور یقیناً مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں چنانچہ اُن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو۔“ (الجن:18)

(13) سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنے گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز ادا کرنے کے لیے نکلتا ہے، اس کو حج کا احرام باندھنے والے کی مانند ثواب ملتا ہے۔“ (ابوداؤد:558)

(14) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے رہنے والے دو آدمیوں سے کہا (جو مسجد نبوی میں اونچی آواز سے باتیں کر رہے تھے) اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا، کیونکہ تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رہے ہو۔(بخاری:470)

(15)﴿وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ ’’اور جن میں اس کے نام کو یاد کیا جائے‘‘ مساجد میں اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کا حکم ہے، اس میں ذکرِ الٰہی، تعلیم، مذاکرے، تلاوت قرآن، تسبیح وتہلیل وغیرہ شامل ہیں۔

(16)مساجد میں فرض اور نفل ہر قسم کی نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کیا جاتا ہے۔جیسے حرم کی نماز کو مختلف چینلز پر دکھا کر پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا جاتا ہے۔

(17)﴿يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾ ’’وہ اس میں صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں‘‘ رب العزت نے ان لوگوں کی مدح بیان فرمائی ہے جو مساجد کو عبادات کے ذریعے آباد کرتے ہیں۔وہ اخلاص کے ساتھ صبح وشام اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔(18)ان دو اوقات کے شرف کی وجہ سے ان کو مخصوص کیا ہے۔(19)تسبیح میں نماز بھی شامل ہے۔

(20)صبح وشام کے اوقات کو اذکار کے لیے بھی مشروع کیا گیا ہے۔

(21) جن کے دل اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے روشن ہوتے ہیں وہ صبح وشام مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم حاصل کرتے ہیں۔

﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ

’’وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾

وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی‘‘(37)

سوال:اللہ تعالیٰ کے گھروں میں دل لگانے والے لوگ کیسے ہوتے ہیں،اس کی وضاحت ﴿رِجَالٌ...وَالْاَبْصَارُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ﴾ ’’وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی‘‘ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں دل لگانے والے وہ لوگ ہوتے ہیں:(i) جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔(ii) جو اللہ تعالیٰ کو ہر چیز سے زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔(iii) جن کی تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے نہیں روکتی۔(iv) جو نماز قائم کرتے ہیں۔(v) جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔(vi) جو اُس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔

(2) مساجد کو ایسے لوگ آباد کرتے ہیں جو رب کی تسبیح پر، اس کے ذکر پر، دنیا اور اس کے مشاغل کو ترجیح نہیں دیتے۔ انہیں تجارت اور خرید و فروخت ایسے مشغول نہیں کرتی کہ انہیں رب یاد نہ آئے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔'' (المنافقون:9)

(3) ابن عباس نے کہا: ذکر اللہ سے مراد فرض نماز ہے۔ (جامع البیان:156/18)

(4) ﴿وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ﴾ ''اور نماز قائم کرنے سے'' یعنی وہ باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔

(5) ﴿وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کرنے سے'' یعنی وہ اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

(6) ﴿يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾ ''وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی'' یعنی انہیں اس دن کا دھڑکا لگا رہتا ہے جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔ قیامت کا دن انتہائی ہولناک ہوگا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ (۴۲) مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ (۴۳)﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔'' (ابراہیم:42،43)

(7) ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ ''اور آپ اُنہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔'' (المومن:18)

(8) ﴿اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾ ''بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا۔'' (الدھر:10)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ

''تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے اعمال کی بہترین جزا دے اور اپنے فضل سے اُن کو زیادہ دے اور اللہ تعالیٰ

يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے'' (38)

سوال: ﴿لِيَجْزِيَهُمْ ... حِسَابٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے اعمال کی بہترین جزا دے'' یعنی ان کے اعمال صالحہ پر انہیں جزا دے جیسا کہ فرمایا: ﴿لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اُن سے وہ بدترین عمل دور کردے جو اُنہوں نے کیے اور اُنہیں اُن بہترین اعمال کے مطابق ان کا اجر دے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (الزمر:35) (2) اللہ تعالیٰ کے یہاں نیک اعمال مقبول ہوں گے۔ (3) دنیا میں ایمان والے کہا کرتے تھے: ﴿اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾﴾ ''بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا بدلے میں اُنہیں جنت اور ریشم دیا۔'' (الدھر:10-12) (4) ﴿وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور اپنے فضل سے اُن کو زیادہ دے'' یعنی وہ اپنے فضل وکرم سے اعمال سے بڑھ کر انھیں عطا کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ ''جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا اور جو بُرائی گا۔'' (الانعام:160)

(5) ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے اور ان کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (یونس:26)

(6) ﴿وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے رزق سے مراد جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ بے حساب رزق دیتا ہے، اس سے مراد بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کرنا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے جہاں رزق کی فراوانی ہوگی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کر دی ہیں، جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی خیال بھی گزرا ہے۔ اگر جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو، ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ "پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا کیا چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔" (بخاری:3244)(7) اللہ تعالیٰ انہیں اتنا اجر عطا کرے گا کہ ان کے اعمال وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ بغیر شمار اور بغیر ناپ تول کے اجر عطا فرمائے گا۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى

"اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے اُن کے اعمال صحرا میں سراب جیسے ہیں جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے حتیٰ کہ

اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ

جب وہاں آیا تو اس نے اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اپنے پاس اللہ تعالیٰ کو موجود پایا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا پورا حساب چکا دیا

وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾

اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے" (39)

سوال: کافروں کی مثال کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں تاکہ کافروں کے اعمال کے اکارت جانے اور ان کی حسرت کو ظاہر فرمائے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا﴾ "اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے" یعنی جنہوں نے اپنے رب کا، اس کے رسولوں کا، آخرت کے دن کا انکار کیا۔

(2) ﴿اَعْمَالُهُمْ﴾ "اُن کے اعمال" اس سے مراد وہ اعمال ہیں جنہیں کافر اور مشرک نیکیاں سمجھ کر کرتے ہیں۔ مثلاً صلہ رحمی، صدقہ و خیرات، ہسپتال بنانا، غریبوں کی خدمت کرنا، بچوں کی تعلیم کا انتظام کرنا، بیت اللہ کی تعمیر، حاجیوں کو پانی پلانا۔

(3) ﴿كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً﴾ "صحرا میں سراب جیسے ہیں جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے" سراب چلنے کو کہتے ہیں، اس ریت کو بھی سراب کہتے ہیں جو چلتے ہوئے پانی کی طرح دکھائی دیتی ہے، جو سورج کی شعاعوں کی وجہ سے چمکتی ہے تو پانی نظر آتا ہے۔ کافروں کے اعمال کی مثال سراب کی طرح ہے۔ جیسے سراب بنتے ہیں تو ریت پانی نظر آتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے ایسے ہی کافروں کے اعمال ہیں جو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں بے وزن ہو جائیں گے اور اُن کی جزا نہیں ملے گی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ ''اور ہم ان کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اسے اُڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔'' (الفرقان:23)

(5) ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا﴾ ''حتیٰ کہ جب وہاں آیا تو اس نے کچھ بھی نہ پایا'' یعنی جیسے سراب کے پاس جانے والے کو پانی نہیں ملتا اسی طرح کافر قیامت کے دن آئے گا اور وہ سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس خیر پائے گا جب کہ وہ اس کے پاس جائے گا تو بھلائی نہیں پائے گا بلکہ آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ (جامع البیان:159/18)

(6) پس اسے سخت ندامت ہوتی ہے اور امید کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے اس کی پیاس اور بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح کفار کے اعمال سراب کی مانند ہیں۔ جاہل شخص جو معاملات کو نہیں جانتا اسے وہ اعمال اچھے دکھائی دیتے ہیں، ان کی ظاہری شکل وصورت اس کو دھوکے میں ڈال دیتی ہے، اپنی خواہشات نفس کی وجہ سے انہیں بھی اچھے اعمال سمجھتا ہے اور وہ اعمال کا اسی طرح محتاج ہوتا ہے جس طرح ایک پیاسا شخص پانی کا محتاج ہوتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز جب اپنے اعمال کا سامنا کرے گا تو ان کو ضائع شدہ اور بے فائدہ پائے گا اور حال یہ ہوگا کہ یہ اعمال اس کے حق میں ہوں گے نہ اس کے خلاف ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:1826/2)

(7) ﴿وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ﴾ ''اور اپنے پاس اللہ تعالیٰ کو موجود پایا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا پورا حساب چکا دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے کسی معمولی کام کو بھی مخفی نہیں پائے گا تھوڑا یا زیادہ اللہ تعالیٰ اس کا پورا پورا حساب چکا دے گا۔ (8) ﴿وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' وہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کو دور نہ سمجھیں۔ وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

(9) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک پکارنے والا یوں پکارے گا کہ جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے ساتھ چلا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور پتھروں کی عبادت کرنے والوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچے گا، وہ سب پے در پے جہنم میں گریں گے، یہاں تک کہ صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ ان میں اچھے اور برے مسلمان لوگ ہوں گے اور اہل کتاب کے باقی رہ جانے والے کچھ لوگ۔ سب سے پہلے یہود بلائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کہیں گے ہم عزیر کی جو اللہ کا بیٹا ہے، عبادت کرتے تھے۔ انہیں کہا جائے گا کہ تم نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ نے اپنی بیوی اور بیٹا کسی کو نہیں بنایا، اب تم کیا چاہتے ہو؟ یہود کہیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں پیاس لگی ہے، ہمیں پانی پلا۔ پھر ان کی طرف اشارہ کیا جائے گا کہ کیا تم ادھر نہیں چلتے، چنانچہ سب کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ وہاں چمکتی ریت پانی طرح نظر آئے گی، بعض بعض کے ٹکڑے کیے دے رہی ہوگی، پھر سب کو آگ میں ڈال دیا جائے گا (یہی معاملہ عیسائیوں کے ساتھ بھی ہوگا)۔'' (بخاری:4581)

﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ

''یا جیسے انتہائی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جسے ایک موج ڈھانپتی ہے اس کے اوپر ایک اور موج ہے اس کے اوپر ایک بادل ہے،

ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ

اوپر تلے کئی اندھیرے ہیں، جب آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے قریب سے نہ دیکھ پائے اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے

ع 5 6 11

لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾

اس کے لیے کوئی نور نہیں'' (40)

سوال: کافروں کی دوسری مثال کی وضاحت ﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ ... مِنْ نُّوْرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ﴾ ''یا جیسے انتہائی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں'' سیدنا ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کے لیے دوسری مثال بیان فرمائی ہے اور اس میں پانچ تاریکیاں ہیں۔ اس کا کلام تاریک، اس کا علم تاریک، اس کا عمل تاریک، اس کا نکلنا تاریک، اس کا داخل ہونا تاریک اور اس کا ٹھکانا تاریکیوں میں قیامت کے دن آگ میں ہوگا۔ (جامع البیان:161/18) (2) گہرے سمندر سے مراد دنیا ہے۔

(3) ﴿يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ﴾ ''جسے ایک موج ڈھانپتی ہے اس کے اوپر ایک اور موج ہے اس کے اوپر ایک بادل ہے'' (i) موجوں سے دنیا کی زندگی کی موجیں مراد ہیں یعنی وقت کی لہریں، گزرنے والا وقت ہے۔ (ii) بادل سے مراد کافرانہ اعتقاد ہیں۔

(4) ﴿ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ ''اوپر تلے کئی اندھیرے ہیں'' ﴿ظُلُمٰتٌ﴾ سے مراد اندھیرے ہیں۔ کافروں کے کفر کو ﴿ظُلُمٰتٌ﴾ سے یعنی اندھیروں سے تشبیہ دی ہے۔ یہ عقیدے کے اندھیرے ہیں، شرک کے اندھیرے ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گمراہیوں کے اندھیرے ہیں، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور انجام سے ناواقفیت کے اندھیرے ہیں اور کفر کے اندھیرے جو کافر کو ہدایت کے راستے پر نہیں آنے دیتے۔

(5) ﴿اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا﴾ ''جب آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے قریب سے نہ دیکھ پائے'' (i) دوسری مثال میں کفر کے اندھیروں کو سمندر کے اندھیروں سے واضح کیا کہ دنیا کی زندگی میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی روشنی نہیں پاتے کیسے اُن کے لئے گزرتے وقت اور حالات میں صحیح رویہ رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ (ii) سمندر کے اُوپر بادل ہے۔ سمندر میں چونکہ کفر کے اندھیرے ہیں اس لیے اندھیروں سے اُٹھنے والے بادل وہ کافرانہ اعتقادات ہیں جو گمراہیوں پر مشتمل ہیں۔ (iii) جیسے گہرے سمندر کے اندھیروں میں جہاں سمندر کے اُوپر بادل چھائے ہوئے ہوں، موج پر موج چھائی ہوئی ہو، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا ایسے ہی کافر پر اُس کے کافرانہ اعتقادات کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ اُسے حق دکھائی نہیں دیتا اس لیے وہ ہدایت نہیں پا سکتا۔

(6) ﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں''

(i) دُنیا میں اللہ تعالیٰ کا نور اللہ تعالیٰ کی ہدایت، اللہ تعالیٰ کا کلام، اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ جو زندگی گزارنے کا پروگرام ہیں۔

(ii) اس سے مراد آخرت میں میدان حشر میں ملنے والا نور ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں یعنی دنیا میں ہدایت اور آخرت میں میدان حشر میں ملنے والا نور نہیں کیونکہ اس کا نفس ظالم اور جاہل ہے، اس میں کوئی بھلائی اور کوئی روشنی نہیں سوائے اس بھلائی اور روشنی کے جو اس کا رب اسے عطا کر دے۔ ان دونوں تمثیلوں میں اس امر کا احتمال ہے کہ اس سے تمام کفار کے اعمال مراد ہوں۔ دونوں تمثیلیں کفار کے اعمال پر منطبق ہوتی ہیں اور اعمال کے تعداد اوصاف کی بنا پر ان کو متعدد بیان کیا ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ دونوں مثالیں الگ الگ گروہوں کے لئے بیان کی گئی ہوں۔ پہلی تمثیل قائدین کے لئے اور دوسری مثال پیروکاروں کے لئے ہو۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر سعدی: 1827/2)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔'' (ابراہیم: 27)

(9) ﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ﴾ ''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(الاعراف:186)

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے ہیں؟

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾

ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جان لیا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں'' (41)

سوال: تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ تَرَ ... يَفْعَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے اپناذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے محمد ﷺ! کیا آپ ﷺ نے اپنے دل کی آنکھ سے نہیں دیکھا کہ تم جانتے کہ کائنات کی ہر مخلوق فرشتے، انسان، جنات، حیوانات، نباتات، جمادات اپنے رب کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ یعنی زبان قال اور زبان حال سے اس کی پاکی بیان کر رہی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:44)

(2) ﴿وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ﴾ ''اور پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے ہیں'' اور وہ پرندے جو پر پھیلائے اُڑ رہے ہیں۔

(3) (i) پرندے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان کی تسبیح آسمان اور زمین کے درمیان فضاؤں میں اُڑتے ہوئے ہوتی ہے جب کہ دوسری مخلوقات یعنی حیوانات زمین پر چلنے پھرنے کی قدرت رکھتے ہیں، فضاؤں میں پرواز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (ii) پرندوں کا تذکرہ اُن کی صف بندی اور منظم پرواز کی وجہ سے کیا گیا۔

(4) ﴿كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ﴾ ''ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جان لیا ہے'' یعنی مخلوق کے دلوں میں جو تسبیح الہام کردی گئی وہ اپنی تسبیح اور نماز کو جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت کا ہر طریقہ بتادیا ہے اور ایک راستہ سمجھا دیا ہے۔

(5) کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اس کے قانون کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے۔ جس کام پر اسے اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے لگا دیا ہے بلا چون و چرا اس کو سر انجام دے رہی ہے اور جو فطری قانون اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں ان سے سر مو تجاوز نہیں کرتی۔ایسی اطاعت کو بھی ان کی نماز اور تسبیح کہا جا سکتا ہے۔تاہم ان اشیاء کی نماز اور تسبیح اس کے علاوہ اور ہی چیز ہے جسے ہم انسان یا جن جو مکلف مخلوق ہیں، جان نہیں سکتے اور تسبیح کرنے والی اشیاء اپنی نماز اور اپنی تسبیح اور اس کے طریق کار کو خوب جانتی ہیں۔(تیسیر القرآن:275/3)

(6) رب العزت نے پہاڑوں کی تسبیح کے لیے فرمایا:﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِشْرَاقِ﴾ ''بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح و شام تسبیح کرتے تھے۔''(صٓ:18)

(7) چیونٹیوں کی تسبیح کے بارے میں نبی ﷺ نے واضح فرمایا:''ایک چیونٹی نے ایک نبی عزیر یا موسیٰ علیہ السلام کو کاٹ لیا تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کے سارے گھر جلا دیئے گئے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اگر تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تھا تو تم نے ایسی خلقت کو جلا کر خاک کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔''(بخاری:3019)

(8)(i) اللہ تعالیٰ نے انسان پر واضح کیا ہے کہ ہر مخلوق کو اس کا طریقہ زندگی اللہ تعالیٰ نے الہام کیا ہے۔ہر ایک کے پاس اس کا علم اور فہم الہامی ہے یعنی یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہے اور ہر ایک اپنا طریقہ جانتا ہے کہ وہ تسبیح کیسے کرے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔جس طرح اُن کی تخلیق پر کوئی اور قادر نہیں ایسے ہی اُن کے علم پر بھی کوئی اور قدرت نہیں رکھتا، حتیٰ کہ وہ خود بھی نہیں۔(ii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ ننھی مخلوقات اپنے خالق کو پہچانتی ہیں اور اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتی ہیں لیکن تمہیں اختیار دیا ہے جس میں تمہارا امتحان ہے کہ چاہو تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لو اور چاہو تو انکار کر دو اور تم اپنے خالق کو نہیں پہچانتے اپنی زندگی کے پروگرام کا علم نہیں رکھتے اور اپنی تسبیح اور عبادت کے طریقے نہیں جانتے۔(iii) اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے علم سے انسان کو اُس کی لاعلمی کا شعور دلایا ہے کہ دیکھو تم اپنے رب کی ذات و صفات کا علم نہیں رکھتے یہی علم کی کمی تو انسان کی تسبیح، عبادت اور اطاعت میں رکاوٹ ہے۔(iv) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ اس کے نور تک رسائی علم کے بغیر ممکن نہیں۔علم کے بغیر تو کفر اور گمراہی کے اندھیرے ہیں۔جو بھی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کی روشنی میں نہیں وہ اندھیرے میں ضرور ہے۔(v) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ پرندوں کے پاس وہ عقل نہیں تھی جو انسان کے پاس ہے تو پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے الہام کر دیا لیکن تمہارے پاس وحی کے توسط سے علم آیا، رسولوں نے تمہیں علم سکھانے کی کوششیں کی لیکن اتنی منظم کائنات میں سب سے باشعور مخلوق کتنی غیر منظم ہے۔جیسے اقبال نے کہا: صفیں کج، جبیں پریشان، سجدہ بے ذوق (vi) اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی تنظیم سے یہ شعور دلایا ہے کہ اس کی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پختہ الہامی علم ہے لہٰذا انسانی زندگی کے لئے سبق حاصل کرو کہ علم وحی کو پختہ کئے بغیر نہ وہ تنظیم سیکھ سکتے ہو نہ تمہاری صف بندی ہو سکتی ہے نہ تمہاری زمین پر زندگی نتیجہ خیز ہو سکتی ہے، لہٰذا علم وحی کی پختگی کے لئے کوشش کرو۔ (vii) کائنات انسان کا ماحول ہے اور ہر چیز جس ماحول میں رہتی ہے اس کا اثر قبول کرتی ہے۔ انسان کو وہ ماحول دکھایا گیا ہے جس میں وہ رہتا ہے اور یہ سمجھایا گیا ہے کہ دیکھو ہر چیز کیسے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور عبادت میں مشغول ہے۔ انسان کے دائیں، بائیں، آگے پیچھے، اوپر، نیچے ہر چیز شکلوں، رنگوں اور مزاجوں کے اختلاف کے باوجود بنیادی مقصد کے اعتبار سے ایک ہے۔ سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا ہے۔ (viii) انسان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ ہر چیز ویسی ہی ہے جیسے اس کو رہنا چاہیے لہٰذا آپ بھی ویسے رہو جیسے آپ کو رہنا چاہیے یعنی حق کے مطابق۔

(9) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ کائنات کی ہر چیز حرکت میں ہے، تسبیح بیان کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اعمال سے باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی سب کو کائنات میں حرکت کرنے کے مواقع دے رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس پر وہ گرفت کرے گا لہٰذا شعور اور ارادے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم حاصل کرو، اپنی زندگی کے پروگرام کا علم حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تسبیح میں مشغول ہو جاؤ۔

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے'' (42)

سوال: مالک و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلِلّٰهِ ... الْمَصِيْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے'' اللہ رب العزت ساری کائنات کا مالک و مختار ہے۔ وہی بادشاہ ہے، سچا معبود ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ زورآور بادشاہ ہے جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ سب کو لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے۔

(2) ﴿وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے نہ بھاگو۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ اس کے عذاب سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں لہٰذا اپنی جان بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جانے کے، اللہ تعالیٰ کی عبادت، اللہ تعالیٰ کی غلامی کے طریقوں کا علم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرو جیسا کہ ہر مخلوق صاحب علم ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں لہٰذا سرکشی چھوڑ کر اس کی طرف توجہ کرلو، اُسے جانو، اُسے سمجھو، اُس سے خوف رکھو، اُسی سے اُمید کا رشتہ قائم کرلو، اسی پر توکل کرو، اُسی کے لئے جیئو، اُسی کے لئے جان دے دو، اُسی کے لئے جینے کے طریقوں کا علم حاصل کرلو، اُسی کے لئے جان گھلانے اور جان دینے والے کام کرو، اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، جہاں وہ ہر ایک کے بارے میں عدل سے فیصلے کرے گا۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بادل کو چلاتا ہے پھر آپس میں ملاتا ہے پھر اُسے تہ در تہ بناتا ہے پھر آپ بارش کو دیکھتے ہیں اُس کے

مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

درمیان سے نکلتی ہے اور وہ آسمان کے ان پہاڑوں سے اولے نازل کرتا ہے، جو اس (آسمان) میں ہیں پھر جس پر وہ چاہتا ہے اُس کو پہنچاتا ہے

وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾

اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے، قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے'' (43)

سوال: اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادل برستے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ تَرَ...بِالْاَبْصَارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بادل کو چلاتا ہے'' رب العزت نے توجہ دلائی ہے کہ کیا آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا نظارہ نہیں کیا کہ کیسے وہ بادلوں کے بکھرے ٹکڑوں کو نرمی اور سہولت سے اکٹھا کرتا ہے۔

(2) ﴿ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا﴾ ''پھر آپس میں ملاتا ہے پھر اُسے تہ در تہ بناتا ہے'' اللہ تعالیٰ کیسے بادلوں کو اکٹھا کر دیتا ہے اور بادل کس طرح تہ بہ تہ جم جاتے ہیں۔ وہی بادل پہاڑوں کی مانند ہو جاتے ہیں۔

(3) ﴿فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ﴾ ''پھر آپ بارش کو دیکھتے ہیں اُس کے درمیان سے نکلتی ہے'' آپ بادلوں سے بارش کو برستے ہوئے دیکھتے ہو۔ کس طرح وہ بارش برستی ہے اور اس سے زمین سیراب ہو جاتی ہے، ندی نالے اور دریا بھر جاتے ہیں اور قسم قسم کی نباتات اگتی ہیں۔

(4) (i) بارش کے لئے سورج اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حرارت دیتا ہے۔ (ii) بارش کے لئے سمندر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پانی کو بھاپ میں تبدیل ہونے کے لئے اللہ کے پانی حاضر کر دیتے ہیں۔ (iii) بارش کے لئے اوپر کی فضا سمندر سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُٹھنے والی بھاپ کو ٹھنڈا کرنے کا کام کرتی ہے۔(iv) بارش کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہوائیں بادلوں کو لے چلتی ہیں۔(v) بارش کے لئے بادلوں کے ٹکڑے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جُڑ جاتے ہیں۔(vi) اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے بارش کے قطروں کو ٹپکا دیتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے بارش کی مثال سے یہ شعور دلایا ہے کہ بارش ایک ہم آہنگ عمل یعنی اجتماعی عمل کے نتیجے میں وجود میں آتی ہے زمین سے لے کر سورج تک ایک عظیم عمل جاری ہوتا ہے تو بارش برستی ہے۔ انسان کو یہ توجہ دلائی جا رہی ہے کہ اگر سورج کو فقط اپنی فکر لاحق رہے سمندر اپنے گھر کے اندر مگن رہیں، سمندروں کا پانی فضاؤں میں نہ پہنچے اور پھر بادلوں کے ٹکڑے، ٹکڑیوں میں بٹے رہیں اور کوئی انہیں جوڑنے والا نہ ہو تو بارش کیسے برسے؟

(6)﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل اُٹھاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے اُنہیں آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے چنانچہ آپ بارش کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے تب وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔'' (الروم:48)

(7)﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ؕ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا اسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟'' (الواقعۃ:69,68)

(8)﴿وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ﴾ ''اور وہ آسمان کے اُن پہاڑوں سے اَولے نازل کرتا ہے جو اس میں ہیں'' اس سے مراد آسمان میں، بادلوں میں برف کا جم کر پہاڑ کی شکل اختیار کر لینا ہے۔(i) اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اولے برساتا ہے۔(ii) اولوں کا برسنا ہلاکت کا باعث بنتا ہے جبکہ برف کا آہستگی کے ساتھ برسنا رحمت کا باعث بنتا ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے رحمت عطا کرتا ہے اور جس کو چاہے ہلاک کر دیتا ہے۔

(9)﴿فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ﴾ ''پھر جس پر چاہتا ہے اُس کو پہنچاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جس پر چاہتا ہے ژالہ باری کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بچا لیتا ہے۔

(10)﴿يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾ ''قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھو۔ ان بادلوں کے اندر سے بجلی نکلتی ہے جس کی تیز روشنی اور چمک کی وجہ سے آنکھیں چکاچوند ہو جاتی ہیں۔

(11) وہ ہستی، وہ ذات جس نے بادلوں کو اٹھایا، پہنچایا اور برسایا کہ ہمیں فائدہ حاصل ہو، وہ کامل قدرت اور رحمت کی مالک ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۭاِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾

''اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو پلٹا تا ہے، بلاشبہ آنکھوں والوں کے لئے اس میں یقیناً عبرت ہے'' (44)

سوال: رات دن میں اللہ تعالیٰ ہی کا تصرف ہے، اس کی وضاحت ﴿يُقَلِّبُ اللّٰهُ ... الْاَبْصَارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو پلٹا تا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ دن اور رات کے بدلنے سے کبھی دن لمبے اور راتیں چھوٹی اور کبھی راتیں لمبی اور دن چھوٹے کر دیتے ہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ بادلوں کو ہٹا کر دن کے اندھیرے دور کر دیتے ہیں۔ وہ سورج کی روشنی سے زمین کو چمکا دیتے ہیں۔

(iii) اللہ تعالیٰ بادلوں کو ہٹا کر رات کی تاریکی کو چاند کی روشنی سے دور کر دیتے ہیں یوں اللہ تعالیٰ نور اور اندھیروں کے کائناتی منظر سے دکھاتے ہیں کہ روشنیاں اور تاریکی کیسے اس کے حکم کی پابند ہیں۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔ وہ زمانے کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں، میرے ہی ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ میں رات اور دن کو ادلتا بدلتا رہتا ہوں۔'' (بخاری: 4826)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم تکلیف دیتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ہائے کم بختی زمانے کی! تو کوئی تم میں سے ہرگز یوں نہ کہے کہ ہائے کم بختی زمانے کی! اس لیے کہ زمانہ میں ہوں، رات اور دن میں لاتا ہوں، جب میں چاہوں گا تو رات اور دن ختم کر دوں (جب رات اور دن کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو رات اور دن کو یعنی زمانے کو گالی دینا در اصل اللہ کو گالی دینا ہوگا۔)'' (مسلم: 5864)

(4) ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾ ''اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک اپنی مدتِ مقررہ تک چلتا ہے۔ سن لو! وہ سب پر غالب، نہایت، بخشنے والا ہے۔'' (الزمر: 5)

(5) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ ''بلاشبہ آنکھوں والوں کے لئے اس میں یقیناً عبرت ہے'' (i) عبرت کے اصل معنی ہیں عبور کرنا، طے کرنا۔ (ii) عبرت سے مراد وہ شعوری سفر ہے جس میں انسان ایک واقعہ سے حقیقت کو Link کرتا ہے۔ جب ایک انسان کسی ظاہری واقعہ پر غور و فکر کا سفر کرتے ہوئے اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کے نور کو پالیتا ہے تو اسی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کو عبرت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بصیرت والے وہ ہیں جو ظاہری واقعہ سے غور و فکر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے نور کو پالیتے ہیں۔

(6)﴿اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے رات بنائی تا کہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو دکھلانے والا بنایا؟ واقعی اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (النمل:86)

(7)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اُس کے فضل میں سے تلاش کرنا، بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔'' (الروم:23)

(8)﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (آل عمران:190)

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى

''اور اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے پھر ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے اور ان میں سے کوئی دو پاؤں پر

رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

چلتا ہے اور ان میں سے کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (45)

سوال: ہر طرح کی مخلوق اللہ تعالیٰ کی قدرت اور غلبے کی دلیل ہے، اس وضاحت ﴿وَاللّٰهُ ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ کی ساری جاندار مخلوقات کا مادہ تخلیق پانی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' (الانبیاء:30)

(2) پس وہ حیوانات جن کا سلسلہ تناسل جاری ہے، ان کا مادہ تخلیق نطفہ کا پانی ہے۔ جب نر مادہ کو حاملہ کرتا ہے تو اسی آب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نطفہ سے تخلیق ہوتی ہے اور وہ حیوانات جو زمین سے پیدا ہوتے ہیں وہ صرف پانی کی رطوبتوں سے پیدا ہوتے ہیں، مثلاً حشرات الارض۔ ان میں نطفہ وغیرہ موجود نہیں ہوتا، وہ ہمیشہ آب نطفہ کے بغیر پیدا ہوتے ہیں۔ پس مادہ تخلیق ایک ہے، مگر اس سے پیدا ہونے والی مخلوق بہت سے پہلوؤں سے (ایک دوسرے سے) مختلف ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1831،1830/2)

(3) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اُس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمھیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ اچھا ہے۔'' (ہود: 7)

(4) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یمن کے کچھ لوگ آپ کے پاس عالم کی پیدائش کا حال پوچھنے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(پہلے صرف) اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور اس کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ لیا اور آسمان اور زمین پیدا کیے۔'' (بخاری کتاب بدء الخلق)

(5) حیوانات کی اصل کا ایک ہونا، اللہ کے ایک ہونے تک لے جاتا ہے۔

(6) ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ﴾ ''پھر ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے'' یعنی سانپ اور اس جیسے جانور جو پیٹ کے بل رینگ کر چلتے ہیں۔

(7) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ﴾ ''اور ان میں سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے'' یعنی انسان اور پرندے جو دو پاؤں پر چلتے ہیں۔ (8) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ﴾ ''اور ان میں سے کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے'' جیسے چوپائے اور مویشی وغیرہ چلتے ہیں۔

(9) ﴿يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' جیسے بعض حیوانات چار سے زیادہ پاؤں رکھتے ہیں۔

(10) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں، بعض کئی تنوں والے ہیں اور بعض ایک تنے والے ہیں۔ سب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو مزے میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔'' (الرعد:4)

(11)(i) اللہ تعالیٰ نے زندگی کی ایک اصل کو اپنی قدرت کا نشان بنایا ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ نے ایک مادہ سے مختلف شکلوں والے جانور بنا کر اپنی قدرت کو ثابت کیا ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ارادے اور تقدیر کے بغیر یہ اتفاق نہیں ہے کہ ہر چیز کی ایک تقدیر مقرر ہوگئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اُس نے ہر چیز کو تخلیق کیا، ہدایت دی اور یہ شعور دیا کہ اُس کی زندگی کا مقصد کیا ہے۔

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''بلاشبہ یقیناً ہم نے واضح آیات نازل کردی ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے'' (46)

سوال: قرآن مجید کے احکامات حکمتوں اور مصلحتوں والے ہیں، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ ... مُّسْتَقِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے واضح آیات نازل کردی ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں زندگی کی کامیابی کے لیے احکامات اور ہدایات کا واضح بیان ہے۔ یہ آیات شریعت کے مقاصد کو پورا کرتی ہیں جن سے گمراہی اور ہدایت میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

(2) یعنی ایسی واضح علامات ہیں جو حق کے راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ (جامع البیان:166/18)

(3) یہ آیات اس ہستی کی نازل کردہ ہیں جس کا علم کامل ہے۔ ان کے نزول کے بعد کسی حق کو تلاش کرنے والے کے لیے مشکل باقی نہیں رہ گئی اور باطل پسند کے لیے کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہ گئی۔ ﴿لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾ ''تاکہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔'' (الانفال:42)

(4) ﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے'' اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جن کے لیے بھلائی سبقت لے گئی۔ یہ آیات ہی صراط ہیں۔ یہ صراط الحق، صراط الھدیٰ، اور صراط النور ہیں اور سچے مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول کے حکم کو قبول کرتے ہیں۔

(5)(i) صراط مستقیم سے مراد ہدایت کا راستہ ہے۔(ii) صراط مستقیم اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے جس کے مطابق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی بسر کر کے انسان اپنی منزل جنت تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ سیدھا جنت تک لے جانے والا راستہ ہے اسی اعتبار سے اسے صراط مستقیم کہا گیا۔(6)اس راستے پر وہ لوگ چلتے ہیں جو علم حق کو ترجیح دیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ط

”اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے

وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾

اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں“ (47)

سوال: منافقوں کی بری عادات کی وضاحت ﴿وَيَقُوْلُوْنَ ۔۔۔ بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا﴾ ”اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی“ منافق اپنی زبانوں سے کہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے بغیر یقین کے جس میں اخلاص نہیں تھا۔(تفسیر قرطبی:225/6)

(2)(i)اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان دل میں بیٹھ جائے تو اس کے اثرات انسان کے عمل سے ظاہر ہوتے ہیں۔

(ii)ایمان ایک شعور ہے جو عمل کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔ ایمان کے دل میں بیٹھنے کے بعد انسان متحرک ہو جاتا ہے۔ یہ شعور انسان کو بیٹھنے نہیں دیتا۔ یہ بیداری ہر دم تیاری پر آمادہ رکھتی ہے۔

(3)ایمانی شعور دل میں جتنا پختہ ہو جاتا ہے انسان زمین پر اتنا بڑا کام کرنے کی پوزیشن میں آ جاتا ہے۔ ایمانی شعور کو مسلسل زندہ و متحرک رکھنے کے لئے کوششیں کرنی پڑتی ہیں۔(i)ایمانی شعور کو زندہ اور متحرک رکھنے کے لئے حیات بخش علم کی ضرورت ہے۔(ii)ایمانی شعور کو زندہ اور متحرک رکھنے والا علم محض مطالعے سے نہیں آتا۔ اس کے لئے باقاعدہ طور پر سیکھنے کی ضرورت ہے۔(iii)ایمانی شعور کو زندہ رکھنے والی کتاب قرآن حکیم اور حدیث نبوی ﷺ ہے۔ اُن کو تاحیات سیکھتے رہنے والا، ان کو پڑھنے اور پڑھانے والا، ان کو سچی روح کے ساتھ سیکھنے کے لئے غور و فکر کرنے والا، اپنے شعور کی زندگی کے لئے کوششیں کرتا ہے۔(iv)ایمانی شعور کو متحرک رکھنے والی علمی مجالس ہیں۔(v)ایمانی شعور کو بیدار رکھنے والے دعوتی کام ہیں جن کو اسلامی تنظیمیں منظم کرتی ہیں۔(vi)ایمانی شعور کو بیدار رکھنے والے جہادی کام ہیں جہاں انسان اپنے شعور کی آخری منزل کو پہنچ جاتا ہے۔(vii)ایمانی شعور کو متحرک رکھنے کے لئے کسی اسلامی تنظیم کے ساتھ وابستگی ضروری ہے کیونکہ اس کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بغیر انسان کی وابستگی ایمانی کاموں سے نہیں رہ جاتی، آہستہ آہستہ دبے پاؤں دنیا کی محبت دل میں بسیرا کر لیتی ہے، شعور زنگ آلود ہونے لگتا ہے، ایمانی حرکت کی برکت ختم ہو جاتی ہے اور ایمانی شعور رکھنے والے انسان بھی کھوٹے ہو جاتے ہیں۔

(4) ﴿ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ "پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے اقرار کے باوجود ان میں سے ایک جماعت منہ موڑنے لگتی ہے یعنی اپنے عملوں سے ٹھکرانے لگتی ہے۔ جو کہتی ہے وہ کرتی نہیں۔ ان دلوں میں ایمان کی بجائے نفاق ہے اس لیے یہ مومن نہیں۔

(5) (i) کسی کے مومن ہونے کے لئے دل اور دماغ کی سوچ کا بھی ایمانی ہونا ضروری ہے۔ (ii) کسی کے مومن ہونے کے لئے نفس کی کیفیات کا بھی ایمانی ہونا ضروری ہے۔ (iii) کسی کے مومن ہونے کے لئے اس کے اعمال کا ایمانی ہونا بھی ضروری ہے۔

(6) ﴿وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں" یعنی جن کے دلوں میں شک ہے، جن کا ایمان کمزور ہے، جو زبان سے تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر دل ان کا ساتھ نہیں دیتے اور وہ اپنی بات پر قائم نہیں رہتے اس لیے وہ اطاعت نہیں کرتے۔ کتنے ہی کمزور ایمان کے لوگ ہیں جو نماز قائم نہیں کرتے، جو زکوۃ ادا نہیں کرتے، جو صدقات نہیں کرتے۔

(7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہو، کبھی اس ریوڑ میں آتی ہو اور کبھی اس میں۔" (مسلم: 2784)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ساری اُمت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا" صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا: "جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔" (بخاری: 7280)

﴿وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

"اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے ایک

مُّعْرِضُوْنَ﴾

گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے" (48)

سوال: ﴿وَاِذَا دُعُوْٓا ... مُّعْرِضُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ﴾ ''اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے'' یعنی جب انہیں جھگڑوں کے فیصلے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف بلایا جاتا ہے۔

(2)﴿اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''تو اچانک ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے'' (i) جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے تھے لیکن عملی طور پر ایمان سے منہ موڑتے تھے وہ عذر پیش کرتے تھے۔ (ii) جن لوگوں کے دلوں میں ایمان کی حقیقت نہیں بیٹھی تھی وہ ان فیصلوں سے منہ موڑ جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں سے وہ لوگ اس لیے منہ موڑتے تھے کہ انہیں یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت سے جو فیصلہ ہوگا اس میں کسی کی رعایت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا (۶۰) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (۶۱)﴾ ''کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یقیناً وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا کفر کریں اور شیطان ارادہ رکھتا ہے کہ انہیں بہکا کر گمراہ کردے، بہت دور کا گمراہ کرنا اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ تو وہ تم سے منہ موڑتے ہیں، صاف منہ موڑنا'' (النساء:61,60)

(3) اگر انہیں قرآن کی طرف جس کو حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر اتارا ہے اور ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے تو اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور دلوں میں اس کی پیروی کرنے پر از راہ غرور تیار نہیں ہوتے۔ (مختصر ابن کثیر:1341/2)

(4) اس آیت کا حکم آپ ﷺ کی زندگی تک محدود نہیں بلکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی اسلامی حکومت جس میں عدالتیں کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق فیصلے کرتی ہوں اور ایسی عدالت کی طرف سے اگر کسی شخص کو بلاوا یا سمن آئے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے ہی بلاوا سمجھا جائے گا اور اس سے اعراض کرنے والا مومن نہیں بلکہ منافق ہوگا۔ علاوہ ازیں ہمارے اختلافی مسائل میں بھی قرآن اور سنت حَکم کی حیثیت رکھتے ہیں اور کتاب اور سنت میں ہمارے اکثر اختلافی مسائل کا حل بھی موجود ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن وسنت کی طرف جانے یا اس کا فیصلہ ماننے سے اعراض

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرے تو وہ بھی حقیقتاً مومن نہیں بلکہ منافق ہے۔(تیسیر القرآن:277/3)

﴿وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ﴾

''اور اگر حق ان ہی کا ہو تو رسول کی طرف فرماں بردار بن کر آجاتے ہیں''(49)

سوال:﴿وَاِنْ يَّكُنْ... مُذْعِنِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ﴾''اور اگر حق ان ہی کا ہو تو رسول کی طرف فرماں بردار بن کر آجاتے ہیں''یعنی اگر فیصلہ ان کے اپنے حق میں ہوتا ہے تو خوشی خوشی گردن جھکائے چلے آتے ہیں اور حاکم کے فیصلے کو سن کر تسلیم کر لیتے ہیں۔

(2)وہ شریعت کے اس فیصلے کو قبول کر لیتے ہیں جو ان کی خواہشات کے مطابق ہوتا ہے۔وہ اس بنا پر فیصلے کو قبول نہیں کرتے کہ یہ شرعی فیصلہ ہے۔ان کو تو محض اپنی خواہشات سے غرض ہوتی ہے۔

(3)اگر فیصلہ ان کی خواہشات کے خلاف پڑتا ہو تو وہ اس کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتے بلکہ مقدمہ غیروں کے پاس لے جاتے ہیں۔

(4)مومن وہ ہے جو خوشی اور غم میں حق کی پیروی کرتا ہے۔جب شریعت کا حکم اس کی خواہشات نفس کے خلاف ہو تو وہ شریعت کو مقدم رکھتا ہے۔

﴿اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ

''کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟

ع 6 10 12 الثلثة

بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں''(50)

سوال1:﴿اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ... هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کرتے ہیں اور شریعت کے فیصلوں کو قبول نہیں کرتے ان کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾''کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟''یعنی جس نے ان کے دلوں کو صحت کے دائرہ سے نکال دیا،ان کا احساس جاتا رہا اور وہ بیمار آدمی کی طرح ہو گئے جو ہمیشہ اس چیز سے اعراض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے جو اس کے لئے فائدہ مند ہے اور اس چیز کو قبول کرتا ہے جو اس کے لئے ضرر رساں ہے۔ (تفسیر سعدی:1833/2)

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض فطری فرائض ہیں اور کوئی سلیم القلب انسان ان فرائض سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ چونکہ نفاق کی وجہ سے فطرت صحت مند نہیں رہتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے بیماری قرار دیا ہے۔

(3) ﴿اَمِ ارْتَابُوْٓا﴾ ''یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کے بارے میں شک میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ حق کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے۔

(4) (i) شک کی بیماری کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بارے میں شک ہو جاتا ہے۔ (ii) انسان کو اللہ تعالیٰ کے عدل کے بارے میں شک ہو جاتا ہے۔ (iii) انسان کو یہ شک ہو جاتا ہے کہ آیا اسلام عادلانہ نظام قائم کرسکتا ہے یا نہیں۔

(5) یہ سوال نفرت اور تعجب کے اظہار کے لیے ہے کہ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ خالق اور رازق کے بارے میں کوئی شک میں مبتلا ہو جائے۔

(6) ﴿اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ﴾ ''یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ظلم و جور پر مبنی فیصلہ کرے گا حالانکہ یہ تو انہی کا وصف ہے۔ (تفسیر سعدی:1833/2)

(7) ﴿بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں'' اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے فیصلوں پر راضی نہ ہونے والوں کو ظالم قرار دیا گیا ہے۔ ظالم قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ سچائی اور انصاف کے نظام کو جمنے نہیں دینا چاہتے۔

(8) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ عدل اور حکمت پر مبنی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ ''اور کون اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرنے میں بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں؟'' (المائدہ:50)

(9) جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کے دل میں بیماری ہے اور اس کے ایمان میں شکوک وشبہات ہیں۔ (10) شریعت کے احکامات کے بارے میں بدگمان ہونا اور ان کو عدل اور حکمت کے خلاف سمجھنا حرام ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے سے اعراض کی کیا وجوہات ہو سکتی ہیں؟

جواب: منافقوں کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے اعراض کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں۔ (i) ایک یہ کہ وہ سچے دل سے ایمان نہ لایا ہو بلکہ اپنے ذاتی مفادات کے حصول کی خاطر مسلمان ہو گیا ہو۔ (ii) دوسرے یہ کہ وہ ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس شک وشبہ میں مبتلا ہو کہ یہ شخص واقعی اللہ تعالیٰ کا رسول ہے بھی یا نہیں؟ یا یہ اللہ تعالیٰ کا قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے بھی یا نہیں؟ یا آخرت کے دن کے قیام اور اس دن جزا وسزا کا عقیدہ کچھ حقیقت بھی رکھتا ہے یا نہیں یا یہ سب باتیں محض افسانے یا من گھڑت باتیں ہیں۔ (iii) تیسرے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کو مان لینے کے بعد یہ اندیشے رکھتے ہوں کہ قرآن کے فلاں حکم نے ہمیں ذلیل کر کے رکھ دیا ہے اور مصیبت میں ڈال دیا ہے یا رسول اللہ ﷺ کا یہ طریقہ ہمارے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ ان تینوں صورتوں میں سے جو بھی صورت ہو ان کے ظالم ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ایسا شخص خود بھی فریب میں مبتلا ہے اور فی الحقیقت بڑا دغاباز اور خائن ہے جو ذاتی مفادات کی خاطر مسلمان بنا ہوا ہے اور مسلمانوں کو بھی فریب دے رہا ہے۔ وہ اپنے آپ پر بھی ظلم کر رہا ہے اور باقی مسلمانوں پر بھی جو اس کے زبانی دعوے پر اعتماد کر کے اسے اپنی ملت میں شامل کر لیتے ہیں۔ ان کے ظالم ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ اپنا حق تو پورا پورا وصول کریں خواہ اس میں دوسروں کی کتنی زیادہ حق تلفی ہو رہی ہو اور اسی غرض کے تحت وہ اپنا فیصلہ وہاں لے جانا چاہتے ہیں جہاں انہیں اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کی توقع ہو۔ یہ دونوں باتیں ان کے ظالم ہونے کی دلیل ہیں۔ (تیسیر القرآن:278/3)

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

"درحقیقت مومنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ

اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

کر دے، کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے فرماں برداری کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں" (51)

سوال: مومنوں کی عمدہ عادات کی وضاحت ﴿اِنَّمَا... هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ "درحقیقت مومنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے، کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے فرماں برداری کی" رب العزت نے اہل ایمان کی عمدہ عادات کی مدح فرمائی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی۔ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو ان کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور محمد ﷺ کی سنت کے ماسوا کوئی اور راستہ تلاش نہیں کرتے۔

(2) جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ان کے مقدموں کے فیصلوں کے لیے بلایا جاتا ہے خواہ وہ فیصلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کی خواہشات کے مطابق ہو یا اس کے خلاف ہو تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اس فیصلے پر ہم نے اطاعت کی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ''پس تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور وہ اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔'' (النساء:65)

(3) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکم دینے والوں کی اطاعت کرو، پھر اگر کسی چیز پر تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔'' (النساء:59)

(4) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔'' (محمد:33)

(5) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا﴾ ''سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو۔'' (التغابن:16)

(6) ﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ موڑ جائیں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو یقیناً پسند نہیں کرتا۔'' (آل عمران:32)

(7) ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''یہی لوگ کامیاب ہوں گے'' اور جنت میں جائیں گے۔

(8) فلاح کہتے ہیں مطلوب و مقصود کے حصول میں کامیابی اور امر مکروہ سے نجات کو۔ صرف وہی شخص فلاح پا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو حکم اور ثالث بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1834/2)

(9) کامیابی کے مستحق وہ لوگ ہیں جو ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کو دل کی خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔

(10)(i) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی ہیں اور انصار کے ایک سردار ہیں، انہوں نے اپنے بھتیجے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنادہ بن امیہ سے بوقت انتقال فرمایا کہ آؤ مجھ سے سن لو کہ تمہارے ذمے کیا ہے؟" سننا اور ماننا، سختی میں بھی آسانی میں بھی، خوشی میں بھی ناخوشی میں بھی، اور اس وقت بھی جب کہ تیرا حق دوسرے کو دیا جارہا ہو، اپنی زبان کو عدل اور سچائی کے ساتھ سیدھی رکھ، کام کے اہل لوگوں سے کام کو نہ چھین، ہاں اگر کسی کھلی نافرمانی کا وہ حکم دیں تو نہ ماننا، کتاب اللہ کے خلاف کوئی بھی کہے ہرگز نہ ماننا، کتاب اللہ کی پیروی میں لگے رہنا۔"

(ii) سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے نہیں اور بہتری جو کچھ ہے وہ جماعت کی، اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسول کی، خلیفۃ المسلمین کی اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں ہے۔

(iii) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسلام کا مضبوط کڑا، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی، نماز کی پابندی، زکوۃ کی ادائیگی اور مسلمانوں کے بادشاہ کی اطاعت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کیے ہوئے) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔" (بخاری:7137)

(12) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کے لئے امیر کی بات سننا اور اسکی اطاعت کرنا ضروری ہے ان چیزوں میں بھی جنہیں وہ ناپسند کرے جب تک اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے پھر جب اس کو معصیت کا حکم دیا جائے پھر نہ سننا باقی رہتا ہے نہ اطاعت کرنا۔" (بخاری:7144)

(13) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو ہی عامل بنایا جائے جس کا سر منقی کی طرح چھوٹا ہو۔" (بخاری:7142)

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾

"اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں" (52)

سوال 1: کامیاب لوگوں کی خصوصیات کی وضاحت ﴿وَمَنْ يُّطِعِ ... هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں کامیاب لوگوں کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی ہے۔

(2) ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ "اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے" جس نے اللہ تعالیٰ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوامر ونواہی میں اطاعت اور اس کے احکامات پر اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ (جامع البیان:168/18)

(3)(i) مومن سمع وطاعت اس لیے کرتا ہے کہ اسے پورا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہی اس کے حق میں مفید ہے۔ (ii) مومن کو یہ اعتماد ہوتا ہے کہ اسی فیصلے میں اُس کے لیے انصاف ہے۔

(iii) مومن سمع وطاعت اس لیے کرتا ہے کہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ یا تو شیطان کا بہکاوا ہے یا نفس کی خواہشات۔ (iv) مومن سمع وطاعت اس لیے کرتا ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

(v) مومن سمع وطاعت کرنے کے قابل اس لیے ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے۔

(4)(i) سچی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

(ii) سچی اطاعت وہی ہے جس میں اطاعت کرنے والا اس اعتبار سے اطاعت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہا ہے۔

(iii) سچی اطاعت وہی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے ہو۔

(5) ﴿وَيَخْشَ اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے'' یعنی جو ماضی کے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور خواہشات نفس کی تکمیل سے باز آجاتا ہے۔ (6) جو کھلے چھپے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

(7) جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے برے انجام سے ڈرے۔ (جامع البیان 168/18)

(8) ﴿وَيَتَّقْهِ﴾ ''اور اس کی نافرمانی سے بچے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر اوامر ونواہی میں اس کی اطاعت کرے۔ (9) اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو چھوڑ کر اس کے برے عذاب سے بچتا ہے۔

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا کہ جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان سات میں سے ایک وہ ہے کہ جسے اقتدار اور جمال کی مالکہ عورت نے دعوت بدکاری دی مگر اس نے (دعوت کو رد کرتے ہوئے) کہا میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔'' (بخاری:1423)

(11) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمھیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔'' (آل عمران:102)

(12) ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں'' یعنی کامیاب وہ ہے جس نے دل میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(13)﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔'' (الاحزاب:71)

اللہ تعالیٰ کا خوف رکھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی۔

(14) سمع وطاعت کرنے والے کامیاب ہونے والے ہیں کیونکہ: (i) سمع وطاعت کرنے والوں کے لیے تمام کاموں کی تدبیر اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔ (ii) سمع وطاعت کرنے والوں کے باہمی تعلقات کو اللہ تعالیٰ منظم کر دیتے ہیں۔

(iii) سمع وطاعت کرنے والوں کے فیصلے اللہ تعالیٰ اپنے علم کی بنیاد پر کرتے ہیں جب کہ دوسرے لوگ اپنے فیصلے خود کرتے ہیں اور بغیر علم وحکمت کے کرتے ہیں۔ (iv) سمع وطاعت کرنے والے بھٹکتے نہیں۔

(v) سمع وطاعت کرنے والوں کی قوتیں منتشر نہیں ہوتیں۔

(vi) سمع وطاعت کرنے والوں کی لگام خواہشات اور مفادات کے ہاتھ میں نہیں ہوتی۔

(vii) سمع وطاعت کرنے والوں کی لگام اسلامی طریقہ کار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ اسلامی طریقے کو اپنے آگے رکھتے ہیں اور خود پیچھے چلتے ہیں۔

(15)﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (النساء:13)

(16)﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے! اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔'' (النساء:69)

(17) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ساری اُمت جنت میں جائے گی مگر سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔'' (بخاری:7280)

سوال 2: تقویٰ اور خشیت کی صفات کن لوگوں کے دل میں پیدا ہوتی ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: تقویٰ اور خشیت کی صفات اُن لوگوں کے دل میں پیدا ہوتی ہیں۔(1) جو اللہ تعالیٰ کے نور سے معمور ہوتے ہیں۔
(2) جن کے دل اللہ تعالیٰ سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔(3) جن کے شعور میں اللہ تعالیٰ کا خوف بسا ہوا ہوتا ہے۔

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ

''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں، اپنی پختہ قسمیں کہ یقیناً اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے، آپ کہہ دیں قسمیں نہ کھاؤ،

طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

معلوم اطاعت (ہی کافی) ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (53)

سوال: منافقوں کے حال کی وضاحت ﴿وَاَقْسَمُوْا ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے آیت میں منافقوں کا حال بیان کیا ہے جن کے دلوں میں شکوک وشبہات کی بیماری ہے جس کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلنے کی بجائے گھروں میں بیٹھے رہے۔

(2) ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں، اپنی پختہ قسمیں کہ یقیناً اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے'' منافق اللہ تعالیٰ کی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر انہیں جنگ کے لیے نکلنے کا حکم دیں تو وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(3) ﴿قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا﴾ ''آپ کہہ دیں قسمیں نہ کھاؤ'' رب العزت نے ان کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ انہیں کہہ دیں کہ زیادہ قسمیں نہ کھاؤ جیسا کہ فرمایا ﴿يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''وہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، سو تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔'' (التوبۃ:96)

(4) ﴿طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ﴾ ''معلوم اطاعت (ہی کافی) ہے'' یعنی قسمیں کھانے کی بجائے دستور کے مطابق مومنوں کی اطاعت کرو۔

(5) تمہاری اطاعت معروف ہے یعنی منافق کی اطاعت کا ہر ایک کو علم ہے۔ جیسے تمہاری بات جھوٹی ہے تمہاری قسمیں بھی کھوٹی ہیں۔

(6) ﴿اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''انہوں نے اپنی قسموں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈھال بنا رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں پس اُن کے لیے رُسوا کن عذاب ہے۔'' (المجادلہ:16)

(7) جھوٹ بولنا ان کی عادت بن گئی ہے یہاں تک کہ جن کاموں کو وہ اپنے لیے پسند کرتے ہیں ان کے معاملے میں بھی جھوٹ بولتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (11) لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ (12)﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے منافقت کی؟ وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، اہل کتاب میں سے، یقیناً اگر تمھیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمھارے ساتھ نکلیں گے اور تمھارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمھاری مدد کریں گے اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اگر اُنھیں نکالا گیا تو وہ اُن کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر اُن سے جنگ کی گئی تو یہ اُن کی مدد نہیں کریں گے اور یقیناً اگر وہ اُن کی مدد کریں گے تو وہ ضرور پشتیں پھیریں گے پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔'' (الحشر:12،11)

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو'' رب العزت نے منافقوں کو وعید سناتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال سے خوب باخبر ہے، وہ تمھیں تمھارے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

(9)(i) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت خبیر سے یہ واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خبر ہے کہ کون فرمانبردار ہے اور کون نافرمان۔ (ii) اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال سے باخبر ہے یعنی تم قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ (iii) اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کے پیچھے کام کرنے والی تمھاری سوچوں سے اور تمھارے دل کے رازوں سے بھی آگاہ ہے۔

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ

''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر بھی اگر تم منہ موڑو گے تو رسول کی صرف وہ ذمہ داری ہے جو اس پر بوجھ

وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ

ڈالا گیا ہے اور تم پر وہ ذمہ داری ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

ذمے صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں'' (54)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال:﴿قُلْ۔۔۔اَلْمُبِیْنُ﴾کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو''یعنی خلوص سے اعتقاد رکھتے ہوئے اور نیت کی صحت کے ساتھ اطاعت کرو۔اطاعت کرنا واجب ہے۔(فتح القدیر:60/4)

(2)یعنی نفاق کو چھوڑ کر خلوص سے اطاعت کرو۔(قرطبی:227/6)(3)یعنی قرآن وسنت کی پیروی کرو۔

(4)﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ﴾''پھر بھی اگر تم منہ موڑو گے تو رسول کی صرف وہ ذمہ داری ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے''اگر تم ان دونوں یعنی قرآن وحدیث سے پھر جاؤ اور ان کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دو تو رسول اللہ ﷺ کا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا اور رسالت کی ذمہ داری ادا کرنا ہے۔

(5)﴿وَعَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ﴾''اور تم پر وہ ذمہ داری ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا ہے''اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا،ان کا ادب اور احترام کرنا اور اس ادب کے تقاضوں کا خیال رکھنا تمہارا کام ہے۔

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کی نافرمانی سے بچو،پھر اگر تم نے منہ موڑا تو جان لو کہ بلا شبہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔''(المائدہ:92)

(7)سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:''لوگو!میں تمہیں ایسے روشن دین پر چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے۔اس سے وہی شخص گریز کرے گا جسے ہلاک ہونا ہے۔''(صحیح کتاب السنۃ للالبانی:49/1)

(8)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تین آدمی اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ مغضوب ہیں۔(i)حرم شریف کی حرمت پامال کرنے والا۔(ii)اسلام میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر جاہلیت کا طریقہ اپنانے والا۔

(iii)کسی مسلمان کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اس کا خون بہائے۔''(بخاری:6882)

(9)﴿وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾''اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے''یعنی اگر تم نبی ﷺ کی بات مان لو گے،ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا لو گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے سوا کسی طریقے سے بھی راہ راست نہیں پاسکتے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(10) رسول صراط مستقیم کی دعوت دیتا ہے اور صراط مستقیم پر چل کر ہی ہدایت مل سکتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا:
﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔'' (الشوریٰ:52)

(11) ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور رسول کے ذمے صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں'' یعنی نبی ﷺ کے ذمے تمہیں صاف صاف پیغام پہنچا دینا ہے تا کہ کسی کے لیے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ ''اور جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں یا واقعتاً ہم آپ کو اٹھا لیں تو بلاشبہ آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔'' (الرعد:40)

(12) ﴿فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (۲۱) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (۲۲)﴾ ''پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔ آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' (الغاشیۃ:22,21)

(13) نبی ﷺ نے پیغام پہنچا دیا، اب حساب لینا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

(14) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری مثال اور میرے دین کی مثال جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، ایسی ہے جیسے اس شخص کی مثال جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے میری قوم! میں نے لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے (یعنی دشمن کی فوج کو) اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں، پس جلدی بھاگو۔ اب اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے اس کا کہنا مانا اور شام ہوتے ہی نکل پڑے اور آرام سے چلے گئے اور ایک گروہ نے جھٹلایا اور صبح تک اپنے ٹھکانے میں رہے اور صبح ہوتے ہی لشکران پر ٹوٹ پڑا اور انہیں تباہ کیا اور جڑ سے اکھیڑ دیا۔ پس یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں، اس کی پیروی کی اور جس نے میرا کہنا نہیں مانا اور سچے دین کو جو میں لے کر آیا ہوں اس کو جھٹلایا۔'' (مسلم:2283)

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا
''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا
اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ
جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور بہ ضرور اقتدار دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ

لیے پسند کیا ہے اور وہ ضرور بہ ضرور ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

نہ کریں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں'' (55)

سوال: امت مسلمہ لوگوں کی قائد ہوگی، اس کی وضاحت ﴿وَعَدَ اللّٰهُ... الْفٰسِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے'' اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

(2) ﴿لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا'' کہ وہ ان کو زمین کی خلافت عطا کرے گا، وہ زمین میں خلفاء ہوں گے اور زمین کی تمام تدبیر ان کے دست تصرف میں ہوگی۔

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسریٰ (شاہ ایران) ہلاک ہوا، اب اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور قیصر (شاہ روم) بھی ضرور ہلاک و برباد ہوگا پھر اس کے بعد کوئی دوسرا قیصر نہیں ہوگا (روم اور ایران دونوں مسلمانوں کے زیر نگیں ہوں گے) اور وہاں کے خزانے تم اللہ کے راستے میں تقسیم کرو گے۔'' (بخاری: 3027)

(4) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی، جہاں تک زمین مجھے دکھائی گئی اور مجھے سرخ اور سفید (قیصر و کسریٰ کے) دو خزانے دیے گئے۔'' (مسلم: 7258)

(5) ﴿كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا'' یعنی بنی اسرائیل کو ارض مقدس کا وارث بنایا تھا۔ (ایسر التفاسیر: 1010، 1011) (6) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ سے پہلے بھی ایمان والوں کو زمین میں جانشین بنایا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٥﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿٦﴾﴾ ''اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور کر دیے گئے تھے اور ہم اُنہیں رہنما بنا دیں اور ہم اُن کو وارث بنا دیں اور ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں اور ہم فرعون،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہامان اور اُن کے لشکروں کو اُن سے وہی کچھ دِکھلا دیں، جس سے وہ ڈرتے تھے۔'' (القصص:6,5)

(7) ﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ﴾ ''اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور بہ ضرور اقتدار دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے'' وہ اس دین کو، جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے، یعنی دین اسلام کو جو تمام ادیان پر فائق ہے، مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے لئے اس کے فضل وشرف اور اس پر اپنی نعمت کی بنا پر دین اسلام کو پسند فرمایا یعنی وہ اس دین کو قائم کرنے، اس کے ظاہری وباطنی قوانین کو خود اپنی ذات پر اور دوسروں پر یعنی دیگر ادیان کے پیروکاروں اور تمام کفار پر نافذ کریں گے جو مفتوح اور مغلوب ہوں گے۔ (تفسیر سعدی: 2/ 1837, 1838)

(8) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔'' (مسلم: 4953)

(9) سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ یہ دین وہاں تک ضرور بہ ضرور پہنچ کر رہے گا، جہاں تک دن اور رات کی رسائی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی مٹی اور گارے کے مکان کو نہ چھوڑے گا مگر اس میں اس دین کو داخل کردے گا، خواہ کوئی اسے عزت کے ساتھ قبول کرے یا ذلت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ اسلام (اور اہل اسلام کو) عزت دے گا اور کفر کو ذلیل وخوار کرکے رہے گا۔'' (مسند احمد: 16959، 4/ 103)

(10) نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کی امت کو دنیا کا قائد بنائیں گے اور ان سے دنیا کے مختلف ملکوں میں رہنے والوں کی اصلاح ہوگی اور انہیں خوف کے بعد امن نصیب ہوگا۔

(11) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر لڑتا رہے گا اور حق کے دشمنوں پر غلبہ پائے گا، حتیٰ کہ ان میں سے آخری گروہ مسیح دجال سے لڑے گا۔'' (ابوداؤد: 2484)

(12) اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، نبی ﷺ کی زندگی میں مکہ، خیبر، بحرین، طائف، جزیرہ عرب اور یمن کا علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ آپ ﷺ نے ہجر کے مشرکوں سے ٹیکس وصول فرمایا اور شام کے بعض علاقوں سے بھی۔ شام روم اور ہرقل نے، شاہ مصر نے، شاہ اسکندریہ مقوقس نے، عمان کے بادشاہوں نے اور نجاشی شاہ حبشہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحائف بھیجے۔ (مختصر ابن کثیر 2/1343)

(13) ﴿وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ ''اور وہ ضرور بہ ضرور ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا'' اللہ تعالیٰ ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ ان میں سے جب اور جہاں کہیں ایک مسلمان ہوتا تو وہ اپنے دین کے اظہار کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قدرت نہیں رکھتا تھا۔ اگر اظہار کرتا تو کفار کی طرف سے بے شمار اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ مسلمان من حیث الجماعت دوسروں کی نسبت بہت کم تھے۔ روئے زمین کے تمام لوگ مسلمانوں کو اذیت دینے میں متحد تھے اور ان پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ (تفسیر سعدی:1837/2)

(14) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے: ''کیا تم حیرہ کو جانتے ہو؟'' انھوں نے کہا کہ میں اسے جانتا نہیں، لیکن اس کے بارے میں سن رکھا ہے، آپ نے فرمایا: ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل فرمادے گا۔ حتیٰ کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے سفر کر کے آئے گی اور کسی کی پناہ کے بغیر وہ بیت اللہ کا طواف کرے گی اور تم کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو بھی ضرور فتح کرو گے۔'' میں نے عرض کیا: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، کسریٰ بن ہرمز اور مال کی اس قدر فراوانی ہو جائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔'' سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے چل کر تب تنہا آئی اور کسی کی پناہ کے بغیر اس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور اللہ کی قسم! تیسری بات بھی ضرور پوری ہو کر رہے گی، کیونکہ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے۔ (بخاری:3595)

(15) سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ ﷺ اس وقت اپنی ایک چادر پر ٹیک دیئے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے؟ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ (ہم کافروں کی ایذا دہی سے تنگ آ چکے ہیں۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا، پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے، پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقام صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا (لیکن راستوں کے پر امن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہوگا یا صرف بھیڑیے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔'' (بخاری:3612)

(16) ﴿يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا﴾ ''وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی وہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں سوائے پالان کی پچھلی لکڑی کے کچھ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کیا: میں حاضر ہوں آپ کی خدمت میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہوں یارسول اللہ! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر چلے اس کے بعد فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے کہا: یارسول اللہ! فرمانبردار خدمت میں حاضر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر چلے اس کے بعد فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے کہا: یارسول اللہ! فرمانبردار آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو جانتا ہے اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟'' میں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر چلے، فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کا فرمانبردار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو جانتا ہے بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے، جب بندے یہ کام کریں؟'' (یعنی اسی کی عبادت کریں، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں) میں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ کرے۔'' (مسلم)

(17)﴿وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں'' یعنی اگر کوئی کفرانِ نعمت کرتا ہے تو یہ چیز اس کے باطنی فساد پر دلالت کرتی ہے۔

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

''اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' (56)

سوال: نماز، زکوۃ اور اطاعت رسول کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَقِيْمُوْا ... تُرْحَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرو'' یعنی کامل طریقے سے نماز کی ادائیگی کریں۔ اس کی شرائط، ارکان، واجبات اور سنتوں کا خیال رکھیں حتیٰ کہ نفس پاک ہو جائے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز اپنے وقت پر ادا کرنا'' میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ نیکی کرنا'' میں نے عرض کیا: پھر اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا'' (سیدنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کہ میں نے مزید سوال نہیں کیا تا کہ آپ ﷺ کی طبیعت پر مار نہ ہو۔(مسلم:252)

(3) ﴿وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ﴾ "اور زکوٰۃ ادا کرو" یعنی مال میں سے فرض زکوٰۃ نکالیں جیسے سونا، چاندی، کھیت اور جانور وغیرہ ہے۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔" (بخاری:8)

(5) سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ سے میں نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔(بخاری:57)

(6) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دیں، جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیں گے سوائے اسلام کے حق کے۔ (رہا ان کے دل کا حال تو) ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔" (بخاری:25)

(7) ﴿وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ "اور رسول کی اطاعت کرو" یعنی محمد ﷺ کے اوامر ونواہی کے پابند رہیں۔

(8) اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز کو ظاہری اور باطنی طور پر اس کے تمام ارکان، شرائط اور آداب کے ساتھ قائم کرنے اور اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کو عطا کیا اور ان کو اس مال پر خلیفہ بنایا کہ وہ یہ مال محتاجوں اور ان لوگوں پر خرچ کریں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مصارف زکوٰۃ کے ضمن میں کیا ہے اور یہ دو عبادات سب سے زیادہ جلیل القدر عبادات ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد، اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کی جامع ہیں پھر اس حکم پر عطف کے ساتھ عام حکم دیا، فرمایا: ﴿وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ یعنی اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کر کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا ثبوت دو۔ ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ "جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔" (النساء:80) (تفسیر سعدی:1838/2)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کیے ہوئے) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔" (بخاری:7137)

(10) ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ "تا کہ تم پر رحم کیا جائے" یعنی رحمت کے طلب گار کو نماز قائم کرنی چاہیے اور زکوٰۃ ادا کرنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہیے۔ جو بغیر صلوٰۃ وزکوٰۃ کے رحمت کی امید رکھتا ہے وہ سچا انسان نہیں ہے۔

(11)(i) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نتیجے میں دنیا میں غلبہ اور آخرت میں جنت عطا کی جائے گی۔ (ii) دنیا کا غلبہ نبی ﷺ کی اطاعت کرکے ہی ممکن ہے۔ (iii) آخرت کی جنت کے لئے رسول ہی تیاری کرواتا ہے۔

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ

''جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ زمین میں عاجز کردینے والے ہیں اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے

ع 7 7 13

وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

اور یقیناً وہ بہت ہی بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے'' (57)

سوال: کافر اللہ تعالیٰ کو شکست نہیں دے سکتے، اس کی وضاحت ﴿لَا تَحْسَبَنَّ... الْمَصِيْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ زمین میں عاجز کردینے والے ہیں'' منکر اور مخالف اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے۔ اللہ تعالیٰ پکڑنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

(2) کافروں سے مراد یہاں سب غیر مسلم ہیں۔ یعنی کفار مکہ، عرب کے مشرک قبائل، مدینہ کے یہود و منافقین، یہ سب مل کر اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگالیں تب بھی یہ اسلام کی راہ روک نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا دین تو یقیناً بلند ہو کر ہی رہے گا۔ رہے یہ معاندین تو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی انہیں رسوا کرے گا اور آخرت میں بھی انہیں جہنم کا عذاب بھگتنا ہوگا۔ (تیسیر القرآن: 283،282/3)

(3) ﴿وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے اور یقیناً وہ بہت ہی بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے'' یعنی کافروں کا برا انجام ہے اور ان کے لیے حسرت کے سوا کل کچھ نہ ہوگا۔

(4) ان کا آخری ٹھکانہ جہنم ہوگا جو بے حد برا اور بدترین ٹھکانہ ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم سے وہ لازماً اجازت طلب کریں جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے اور وہ بھی

لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ

جو تم میں سے ابھی بلوغت کی حد تک نہیں پہنچے (اجازت طلب کریں) تین بار، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب تم اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثِيَابَكُمۡ مِّنَ الظَّهِيۡرَةِ وَمِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوةِ الۡعِشَآءِ ۛ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّكُمۡ ؕ لَيۡسَ

کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین تمہارے پردے کے اوقات ہیں، ان کے بعد

عَلَيۡكُمۡ وَلَا عَلَيۡهِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ بَعۡضُكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ

نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی اُن پر، تم ایک دوسرے پر کثرت سے چکر لگانے والے ہو۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کی وضاحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے‘‘ (58)

سوال: گھروں میں اجازت لے کر آنے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ ... حَكِيۡمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو!‘‘ یہ ہر دور اور مقام کے مومنوں کے لیے رب العزت کی جانب سے ندا ہے۔

(2) اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو حکم دیا۔

(3) ﴿لِيَسۡتَاۡذِنۡكُمُ الَّذِيۡنَ مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ﴾ ’’تم سے وہ لازماً اجازت طلب کریں جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے‘‘ رب العزت نے غلاموں کے بارے میں حکم دیا ہے کہ وہ آپ سے اجازت لے کر آپ کے پاس آیا کریں۔

(4) غلاموں سے یہاں مراد لونڈیاں اور غلام دونوں ہیں۔

(5) ﴿وَالَّذِيۡنَ لَمۡ يَبۡلُغُوا الۡحُلُمَ مِنۡكُمۡ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ﴾ ’’اور وہ بھی جو تم میں سے ابھی بلوغت کی حد تک نہیں پہنچے (اجازت طلب کریں) تین بار‘‘ یعنی تمہیں اپنے بچوں کو جو ابھی عقل کی حد تک نہیں پہنچے یہ سکھانا چاہیے کہ تین اوقات میں تم سے اجازت لے کر آئیں۔ یہ حکم غلاموں اور نابالغ بچوں کے لیے ہے۔ تین اوقات کے بارے میں آگے وضاحت فرمائی ہے۔

(6) ﴿مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوةِ الۡفَجۡرِ﴾ ’’فجر کی نماز سے پہلے‘‘ یعنی فجر کی نماز کے لیے جاگنے سے پہلے اور یہ رات کی نیند کے اوقات ہوتے ہیں اور اس وقت لوگ عموماً اپنے بستروں میں سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔

(7) ﴿وَحِيۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِيَابَكُمۡ مِّنَ الظَّهِيۡرَةِ﴾ ’’اور دوپہر کو جب تم اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو‘‘ یعنی قیلولہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کرتے وقت جب بعض اوقات انسان معمول کے لباس میں نہیں سوتا اور بعض اوقات معمول کے لباس میں ہی سوجاتا ہے۔

(8)﴿وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ﴾ ''اور عشاء کی نماز کے بعد'' یعنی جس وقت عشاء کے بعد انسان سوجاتا ہے۔ رات کے اوقات میں جب شب خوابی کا لباس پہنا ہوتا ہے۔

(9)﴿ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ﴾ ''یہ تین تمہارے پردے کے اوقات ہیں'' رب العزت نے حکمت بیان فرمائی ہے کہ یہ تین پردے کے اوقات ہیں۔ بچے اور غلام بھی اجازت لے کر ان اوقات میں آپ کے پاس آئیں گے۔

(10) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اکثر لوگ اس آیت پر ایمان نہیں لائے (یعنی اس پر عمل کرنے سے بے پروا ہیں) میں تو اپنی اس چھوٹی سی بچی کو بھی جو سامنے کھڑی ہے حکم دیتا ہوں کہ ان اوقات میں اذن لے کر آیا کرے۔'' (ابن کثیر، شوکانی)

(11)﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ﴾ ''ان کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی اُن پر'' یعنی پردے کے اوقات کے علاوہ تمہارے غلاموں اور بچوں کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ بغیر اجازت کے تمہارے پاس آجائیں کیونکہ ہر وقت ان کا اجازت طلب کرنا لوگوں کے لیے باعث تکلیف ہوسکتا ہے لیکن باقی لوگوں کو بغیر اجازت کسی وقت بھی داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

(12)﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''تم ایک دوسرے پر کثرت سے چکر لگانے والے ہو'' یعنی تمہاری خدمت اور دیگر ضروریات کے لیے ان کا تمہارے پاس آنا جانا رہتا ہے۔ اس لیے انہیں ادب سکھاؤ اور انہیں تعلیم دو۔

(13)﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کی وضاحت کرتا ہے'' یعنی یہ تادیب، تعلیم، بیان اور تشریع اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔

(14)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' جو بندوں کے حالات کو جاننے والا علیم ہے کہ کیا چیز ان کے حالات کو درست کرنے والی ہے اور کیا چیز بگاڑنے والی ہے۔ وہ تمام امور کی تدبیر کرنے والا حکیم ہے۔ (تفسیر منیر: 637،636/9)

(15) وہ اپنی آیات کو حکمت سے بیان کرتا ہے تاکہ اس کے علم، اس کی رحمت اور حکمت کی معرفت حاصل ہو۔

(16) اس کا علم تمام واجبات و مستحبات اور تمام ممکنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے وہ اس حکمت کو بھی خوب جانتا ہے جس کی بنا پر ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھا گیا۔ پس ہر مخلوق کو وہی تخلیق عطا کی گئی ہے جو اس کے لائق ہے اور اس نے تمام شرعی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احکام عطا کیے ہیں جو اس کے مناسب حال ہیں۔ یہ متذکرہ صدر احکام بھی انہی میں سے ہیں جنہیں اس نے خوب کھول کھول کر بیان کیا ہے اور ان کے ماخذ کو اور ان کے حسن کو واضح کیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1840,1839/2)

﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

”اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ لازماً اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے کے لوگ اجازت طلب کرتے تھے

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے“ (59)

سوال: ﴿وَاِذَا بَلَغَ... حَكِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ﴾ ”اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں“ یعنی وہ بچے جو تین اوقات میں اجازت مانگ کر آیا جایا کرتے تھے، بالغ ہو جائیں تو وہ کسی وقت بھی بغیر اجازت کے نہ آئیں۔

(2) الحلم وہ عمر ہے جب سوتے یا جاگتے میں منی کا انزال ہو جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1840/2)

(3) ﴿فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ”تو وہ لازماً اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے کے لوگ اجازت طلب کرتے تھے“ وہ بھی باقی بڑوں کی طرح اجازت طلب کر کے آیا جایا کریں جن کے لیے رب العزت نے حکم دیا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓي اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم انس معلوم کر لو اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“ (النور: 27)

(4) ابن جریر نے زہری سے روایت کیا ہے کہ میں نے ہزیل بن شُرحبیل اَودی اعمیٰ سے سنا کہ انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے سنا کہ اپنی ماؤں کے پاس جانے سے قبل بھی اجازت طلب کرو۔ (تفسیر طبری: 149,148/18)

(5) ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ﴾ ”اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی آیات، احکامات اور دین کے اصول واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ جیسے اس نے ان بچوں کے لیے بلوغت کے بعد کے اجازت کے احکامات بیان کیے ہیں۔ (جامع البیان: 176/18)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ علیم ہے اپنی مخلوق کی مصلحتوں کو جانتا ہے۔

(7)﴿حَكِيْمٌ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' وہ حکیم ہے اپنی مخلوق کی تمام تدابیر اپنی حکمت سے کرتا ہے۔

(8)(i) جب کبھی معاشرتی زندگی میں بڑی تبدیلی آتی ہے تو تبدیلی کی لہروں کا اللہ تعالیٰ علم رکھتا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ لوگوں کی ضروریات کو جانتا ہے۔

(iii) اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کے ہر حکم میں بندوں کے مفادات کا خیال رکھا گیا ہے۔

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ

''اور بیٹھ رہنے والی عورتیں جو نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں، سو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیں جب کہ وہ

ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں اور یہ کہ وہ اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہتر ہی ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(60)

سوال: زیادہ بوڑھی عورتیں پردہ نہ بھی کریں تو گناہ نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَالْقَوَاعِدُ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا﴾ ''اور بیٹھ رہنے والی عورتیں جو نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں'' قواعد ان معمر عورتوں کو کہا جاتا ہے جن کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو جائے اور انہیں نکاح کی رغبت اور اولاد کی امید نہ رہی ہو۔ کوئی مرد بھی ان سے نکاح کی رغبت نہ رکھتا ہو یا وہ اتنی بدصورت ہو چکی ہوں کہ کسی کو ان میں رغبت نہ ہو۔

(2)﴿فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ﴾ ''سو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیں'' یعنی وہ اپنی چادر (جلباب) ''یعنی ظاہری لباس اتار کر رکھ دیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں حکم دیا:

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں'' (النور:31)

(3) یعنی ان خواتین کے لیے اپنے چہروں کو ظاہر کرنا جائز ہے کیونکہ اب ان کے لیے فتنے کا خوف نہیں۔

(4)﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ﴾ ''جبکہ وہ زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں'' چونکہ ان خواتین کے اپنی چادر اتار دینے میں نفی حرج سے بعض دفعہ یہ وہم بھی لاحق ہو سکتا ہے کہ اس اجازت کا استعمال ہر چیز کے لئے ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

احتراز کو اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے دور کیا ہے: ﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ﴾ ”جبکہ وہ زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں“ یعنی ظاہری لباس اور چہرے کے نقاب کی زینت لوگوں کو نہ دکھائیں اور نہ زمین پر پاؤں مار کر چلیں کہ ان کی زینت ظاہر ہو کیونکہ عورت کی مجرد زینت خواہ پردے ہی میں کیوں نہ ہو اور خواہ اس میں عدم رغبت ہی کیوں نہ ہو فتنہ کی باعث ہے اور دیکھنے والے کو گناہ میں مبتلا کر سکتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1843,1842/2)

(5) ایسی عورتیں چادر اور نقاب اتار سکتی ہیں بشرطیکہ سر پر موٹا دوپٹہ اور آرائش دکھانا مقصود نہ ہو۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بناؤ سنگار کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: عورتو! تم سب کا حال ایک سا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے آرائش حلال فرمادی ہے لیکن کسی پر ظاہر نہ ہو یعنی غیر مردوں کی نگاہوں میں جچنے کے لیے نہ ہو۔ (ابن ابی حاتم)

(6) ﴿وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾ ”اور یہ کہ وہ اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہتر ہی ہے“ یعنی اگر وہ خواتین بھی ان اسباب کو اختیار کریں جو پاکدامنی کا، عفت کا تقاضا کرتے ہیں مثلاً نکاح کرنا اور ان امور کو چھوڑ دینا جن سے فتنے میں پڑنے کا خوف ہوگا تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

(7) یعنی اگر بوڑھی عورتیں بھی پردے میں رہیں تو ان کے حق میں اچھا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1348/2)

(8) ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے“ اللہ تعالیٰ لوگوں کی تمام باتیں سنتا ہے۔

(9) ﴿عَلِيْمٌ﴾ ”سب کچھ جاننے والا ہے“ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل کی باتوں، ان نیتوں اور مقاصد سے خوب واقف ہے۔ اس لیے ان خواتین کو ہر بری بات اور برے ارادے سے بچنا چاہیے۔

﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى

”اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور لنگڑے پر کوئی تنگی نہیں اور بیمار پر کوئی تنگی نہیں اور نہ ہی تمہارے اپنے اوپر ہے

اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے

اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں

اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا (اس گھر سے) جس کی چابیوں کے تم مالک بنے یا اپنے دوست کے گھر سے کھاؤ۔

جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً

تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو،

ع 8 4 14 مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا بابرکت، پاکیزہ تحفہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ" (61)

سوال 1: رشتہ داروں کے گھروں میں کھانا کھانے کے احکامات کی وضاحت ﴿لَيْسَ ۔۔۔ اَشْتَاتًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے دین کے معاملے میں کسی حرج میں مبتلا نہیں کیا۔ اس نے دین کو آسان بنایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ﴾ "اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور لنگڑے پر کوئی تنگی نہیں اور بیمار پر کوئی تنگی نہیں" یعنی لوگوں پر، ان امور واجبہ کو ترک کرنے میں جن کا دارومدار ان میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے مثلاً جہاد وغیرہ جن کا دارومدار بصارت، لنگڑے پن سے صحیح ہونا یا مریض کی صحت پر ہے اس عام معنی ہی کی وجہ سے، جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، اس میں کلام مطلق کیا گیا ہے اور اس کو مقید نہیں فرمایا۔ (تفسیر سعدی: 1843/2)

(2) ضحاک کا قول ہے کہ بعثت سے پہلے لوگ اس طرح کے لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں حرج سمجھتے تھے ایک تو اس لیے کہ وہ ان سے نفرت کرتے تھے اور دوسرے اس لیے کہ وہ ان سے زیادہ نہ کھالیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمادیا۔ (تفسیر طبری: 223/18)

(3) ﴿وَّلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ﴾ "اور نہ ہی تمہارے اپنے اوپر ہے" یعنی تمہارے اپنے اوپر بھی کوئی حرج نہیں۔

(4) ﴿اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ﴾ "کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ" یعنی تم پر اپنے گھروں، اپنی اولاد کے گھروں میں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ﴾ "تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے۔" (ابن ماجہ: 2291) (5) ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: "بہترین چیز جو تم کھاتے ہو تمہاری کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔" (ابن ماجہ: 3528)

(6) ﴿اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ﴾ "یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے" اس کا مفہوم واضح ہے۔

(7) ﴿اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ﴾ "یا (اس گھر سے) جس کی چابیوں کے تم مالک بنے" یعنی ان گھروں میں سے بھی تم کھا سکتے ہو جن کی چابیوں کے تم مالک ہو۔ اس سے غلام اور نگران مراد ہیں، وہ مالک کے مال میں سے دستور کے مطابق کھا سکتے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جنگ کے موقعہ پر ہر صحابی کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوں۔ صحابہ چلتے وقت اپنے ذمہ دار اشخاص کو اپنی کنجیاں دے جایا کرتے تھے اور یہ کہہ جاتے تھے کہ تم شوق سے اپنی ضرورت کی چیز استعمال کر لینا۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان مجاہدوں کا مال ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔ انہوں نے بادل نخواستہ اجازت دے دی ہے۔ ہم امین ہیں اور امین کا کام خیانت نہیں۔ اس پر یہ آیت کا حصہ اترا۔ (مختصر ابن کثیر: 1349/2)

(8) ﴿اَوْ صَدِيْقِكُمْ﴾ "یا اپنے دوست کے گھر سے کھاؤ" یعنی دوستی کی وجہ سے دوستوں کے گھروں سے کھا پی لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (9) ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا﴾ "تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ" (i) اکیلے کھانا عربوں میں اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اگر کوئی مہمان یا دوست نہ ملتا تو وہ کھانا ہی نہ کھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے معاملے کو آسان کر دیا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا کہ اکٹھے کھاؤ یا الگ الگ گناہ کسی میں نہیں ہے۔ دونوں طرح ہی جواز بنتا ہے لیکن اکٹھے کھانے میں برکت ہے۔

(10) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ اتری یعنی "ایمان والو ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ" (النساء: 29) تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپس میں کہا کھانے پینے کی چیزیں بھی مال ہیں تو ہمیں یہ بھی حلال نہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ کھائیں چنانچہ وہ اس سے بھی رک گئے اس پر یہ آیت اتری۔ اسی طرح تنہا خوری سے بھی کراہت کرتے تھے جب تک کوئی ساتھی نہ ہو کھاتے نہیں تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں دونوں باتوں کی اجازت دی یعنی دوسروں کے ساتھ کھانے کی اور تنہا کھانے کی۔ قبیلہ بنو کنانہ کے لوگ خصوصیت سے اس مرض میں مبتلا تھے بھوکے ہوتے تھے لیکن جب تک ساتھ کھانے والا کوئی نہ ہو کھاتے نہ تھے سواری پر سوار ہو کر ساتھ کھانے والے کی تلاش میں نکلتے تھے پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنہا کھانے کی رخصت نازل فرما کر جاہلیت کی اس سخت رسم کو مٹا دیا۔ اس آیت میں گو تنہا کھانے کی رخصت ہے لیکن یہ یاد رہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا افضل اور زیادہ برکت بھی اسی میں ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم سب مل کر کھانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھاؤ اور الگ الگ ہو کر مت کھاؤ، اس لیے کہ برکت سب کے ساتھ مل کر کھانے میں ہے۔'' (ابن ماجہ:3527)(ابن کثیر:587/3)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کفایت کرتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔'' (بخاری:5392)

سوال 2: گھروں میں سلام کر کے جانے کے حکم کی وضاحت ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ ... تَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا﴾ ''پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو'' یعنی جب تم اپنے گھر یا کسی کے گھر میں داخل ہو۔ خواہ اس میں کوئی رہتا ہو یا نہ رہتا ہو جب اس میں داخل ہو۔

(2) ﴿فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ﴾ ''تو اپنے لوگوں کو سلام کرو'' تم ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔ کسی فرق کے بغیر تمام گھروں میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مشروع ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جنت میں نہیں جاؤ گے، یہاں تک کہ ایمان لاؤ اور تم مومن نہیں ہو گے، یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے اختیار کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ (وہ یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو عام کرو۔'' (مسلم:54) (3) مسلمان ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے سے ہمدردی کرنے میں ایک جسم کی مانند ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی فرق اور امتیاز کے تمام گھروں میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مشروع کیا ہے۔

(4) ﴿تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا اور اس کی راہ نمائی کی ہے۔

(5) ﴿مُبٰرَكَةً﴾ ''بڑا بابرکت ہے'' یعنی ہر قسم کے نقص سے سلامت، برکت، رحمت اور اضافے پر مشتمل ہے۔

(6) ﴿طَيِّبَةً﴾ ''پاکیزہ'' یعنی سلام کا شمار ان پاک کلمات میں سے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ سلام میں ان لوگوں کے لیے دل جوئی اور محبت ہے جنہیں سلام کیا جاتا ہے۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان سے کہا، جاؤ اور ان فرشتوں کو جو بیٹھے ہوئے ہیں، سلام کرو اور سنو کہ وہ تمہارے سلام کا کیا جواب دیتے ہیں، کیونکہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہو گا۔ پس سیدنا آدم علیہ السلام نے (جا کر) کہا، ''السلام علیکم'' تو انہوں نے کہا ''السلام علیک ورحمۃ اللہ'' پس انھوں نے ''ورحمۃ اللہ'' کا اضافہ کر دیا۔'' (بخاری:6227)

(8) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا ''السلام علیکم'' آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ شخص بیٹھ گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے) دس (نیکیاں) ہیں۔" پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔" آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "(اس کے لیے) بیس (نیکیاں) ہیں۔" پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔" آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پس وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "(اس کے لیے) تیس (نیکیاں) ہیں۔" (ابوداؤد:5195)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی کسی مجلس پر پہنچے تو اسے چاہیے کہ وہاں کے لوگوں پر سلام کرے پھر اگر اس کا بیٹھنے کو جی چاہے تو وہاں بیٹھ جائے پھر جب کھڑا ہو تو پھر سلام کرے اور پہلا زیادہ ضروری نہیں ہے پچھلے سے (یعنی دونوں ضروری ہیں)۔" (ترمذی:2706)

(10) ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ﴾ "اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے" یعنی یہ آیات شریعت کے احکامات اور اس کی حکمتوں پر دلالت کرتی ہیں۔

(11) ﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ "تاکہ تم سمجھ جاؤ" اللہ تعالیٰ احکامات کو اس لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم دل سے ان میں غور و فکر کرو اور انہیں سمجھو۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ

"درحقیقت ایمان والے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر اس کے ساتھ ہوتے ہیں

يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

تو وہاں سے وہ نہیں جاتے حتی کہ اُس سے اجازت طلب کرلیں یقیناً جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر

وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ

ایمان لاتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (62)

سوال: واپسی پر اجازت مانگنے کے حکم کی وضاحت ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ ... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ "درحقیقت ایمان والے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے رسول پر ایمان لائے“یعنی ایمان والے وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی۔(جامع البیان:187/18)

(2)﴿وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ﴾”اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو وہاں سے وہ نہیں جاتے حتیٰ کہ اُس سے اجازت طلب کرلیں“ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو ادب سکھایا ہے کہ جس طرح گھروں میں واپسی پر اجازت مانگتے ہیں اس طرح جب نبی ﷺ کے ساتھ کسی مہم پر ہوں تو واپسی پر اجازت مانگیں۔

(3) یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے ارشاد ہے کہ جب وہ کسی جامع معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوں، یعنی آپ کی ضرورت اور مصلحت مثلاً جہاد اور مشاورت وغیرہ میں، جہاں اہل ایمان کا اشتراک عمل ہوتا ہے تو اس معاملے میں اکٹھے رہیں کیونکہ مصلحت ان کے اجتماع واتحاد اور عدم تفریق وتشتت کا تقاضا کرتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول پر سچا ایمان رکھنے والا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے نائب کی اجازت کے بغیر اپنے گھر لوٹتا ہے نہ اپنی کسی ضرورت سے دیگر مومنوں کو چھوڑ کر جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:1846/2،1847)

(4) اجتماعی کاموں کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے بعد امام سے، اپنے ذمہ دار سے اجازت لے کر جانا ضروری ہے۔ (i) اجازت لینا اس لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کی زندگی اور ان کے ادارے منظم طریقے پر چل سکیں۔(ii) اجازت لینا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کے کام پورے وقار کے ساتھ ہوں۔(iii) اجازت لینا ایمان کی نشانیوں میں سے ہے۔

(5)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾”یقیناً جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں“ اللہ رب العزت نے بغیر اجازت نہ جانے والوں کو کامل ایمان والے قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے نائب کے ساتھ ان کے ادب پر ان کی مدح فرمائی ہے۔

(6)﴿فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ﴾”چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں“ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اگر آپ ﷺ سے کوئی اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے اجازت مانگیں تو آپ ﷺ کو اختیار ہے خواہ آپ انہیں اجازت دیں یا نہ دیں۔(7) اجازت دینے کے لیے دو شرائط عائد کی گئی ہیں۔(i) یہ اجازت طلبی ان کے کسی ضروری معاملے اور ضروری کام کے لئے ہو اور اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر کے اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت نہ دی جائے۔(ii) اجازت دینے میں مشیت مصلحت کے تقاضے پر مبنی ہو اور اجازت دینے والے کو ضرر نہ پہنچے۔ اس لئے فرمایا:”چنانچہ جب وہ اپنے کسی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں‘‘ اگر اجازت طلب کرنے والے کے پاس کوئی عذر ہو اور وہ اجازت طلب کرے اگر اس کے پیچھے بیٹھ رہنے میں اور ساتھ نہ جانے میں اس کی رائے یا شجاعت سے محرومی کی وجہ سے نقصان ہو تو صاحب امر اس کو اجازت نہ دے۔ (تفسیر سعدی: 1847/2)

(8) ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ﴾ ’’اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں‘‘ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اجازت مانگنے والوں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے رہیں کیونکہ ہوسکتا ہے اجازت طلب کرنے والے نے کوتاہی، کمی اور غلطی کی ہو۔

(9) مجلس سے صدر کی اجازت کے بغیر اٹھ کر چلے آنا ممنوع ہے۔ یعنی ایسے امور جن کا تعلق سب مسلمانوں سے مشترک ہو جیسے جہاد یا مجلس مشاورت، یا کوئی مشترکہ مفادات کے لیے اجتماع ہو۔ خواہ ایسی میٹنگ جنگ یا جہاد سے تعلق رکھتی ہو یا حالت امن سے، مومنوں کا یہ کام نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی اجازت لیے بغیر وہاں سے چل دیں۔ ہاں اگر انہیں کوئی ضروری کام کی بنا پر اس مجلس و اجتماع کے اختتام سے پہلے جانا ضروری ہو تو وہ اس سے رخصت ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں، اجازت لئے بغیر وہاں سے چلے نہیں آتے۔ اگر وہ اپنی کوئی ضرورت آپ ﷺ سے بیان کریں تو انہیں اجازت دینا آپ ﷺ کی صوابدید پر منحصر ہے اور اگر آپ یہ سمجھیں کہ ان کا یہ ذاتی کام اس اجتماعی مفاد کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا تو بے شک آپ انہیں اجازت نہ دیں۔ اور اگر آپ ﷺ انہیں اجازت دے دیں تو ان کے لیے دعائے مغفرت بھی کیجئے کیونکہ اپنی کسی ذاتی غرض کی وجہ سے اجتماعی معاملات اور آپ کی صحبت سے محروم رہنا حقیقتاً دنیا کو دین پر ترجیح دینے کے مترادف ہے۔ لہٰذا اگر کسی مخلص مومن کو اس کی التجا کی بنا پر آپ ﷺ اجازت دے بھی دیں تو اس کے حق میں آپ ﷺ کے استغفار کی برکت سے اس تقصیر کا تدارک ہو سکے گا۔ ضمناً اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی واقعی ضرورت کے بغیر ایسے اجتماعی مفادات کی اجازت طلب کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ علاوہ ازیں یہ حکم آپ ﷺ کی ذات یا آپ ﷺ کی زندگی تک محدود نہیں بلکہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلفائے راشدین یا کسی بھی اسلامی حکومت کے ایسے مشترکہ مفاد کی مجلس سے بلا اجازت چلے جانا آداب مجلس کے بھی خلاف ہے اور شرعاً ناجائز بھی ہے۔ مجلس چھوڑ کر جانے کا جواز صرف اس صورت میں ہے کہ فی الحقیقت کوئی ضرورت لاحق ہو جس کی بنا پر امیر مجلس سے رخصت ہونے کی اجازت حاصل کی جائے۔ اگر امیر مجلس اس کی اجازت دینے یا اس کے ذاتی کام کے مقابلہ میں اس کے شریک مجلس رہنے کو زیادہ اہم سمجھتے ہوں اور وہ اجازت نہ دیں تو کسی مومن کو اس سے کچھ شکایت نہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہونا چاہیے۔ (تیسیر القرآن:288/3)

(10)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا۔ وہ گناہوں کا بہت بخشنے والا ہے اور ان پر رحم فرمائے گا، وہ نہایت رحم والا ہے کہ اس نے عذر کی بنا پر اجازت طلب کرنے کا جواز عطا کیا ہے۔ (تفسیر سعدی:1847/2)

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

''تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ بناؤ جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو

يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ

تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماً ڈریں کہ اُن کو کوئی فتنہ پہنچے

اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

یا اُن کو دردناک عذاب پہنچے'' (63)

سوال1: نبی ﷺ سے احترام سے مخاطب ہونے کے حکم کی وضاحت ﴿لَا تَجْعَلُوْا ...بَعْضًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ ''تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ بناؤ جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے'' لوگ نبی ﷺ کو آپ ﷺ کا نام یا کنیت سے مخاطب کرتے تھے جیسے عام لوگ ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہیں۔ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے احترام سے مخاطب ہونے کا حکم دیا ہے کہ نبی ﷺ کے نام یا کنیت سے آپ ﷺ کو نہ مخاطب کریں بلکہ یا رسول اللہ ﷺ یا نبی اللہ کہہ کر مخاطب ہوں۔

(2) یعنی رسول اللہ ﷺ کا تمہیں بلانا اور تمہارا رسول اللہ ﷺ کو بلانا ایسے نہ ہو جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ پس جب رسول اللہ ﷺ تمہیں بلائیں تو ان کی آواز پر لبیک کہنا تم پر فرض ہے یہاں تک کہ اگر تم نماز کی حالت میں ہو تب بھی تم پر آپ ﷺ کے بلانے پر جواب دینا فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سوا امت میں کوئی ایسی ہستی نہیں جس کے قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ معصوم ہیں اور ہم پر آپ کی اتباع واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی دیتی ہو۔'' (سورہ الانفال:24) اسی طرح تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو، یعنی رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت (یا محمد) ''اے محمد!'' یا (یا محمد بن عبداللہ) ''اے محمد بن عبداللہ!'' نہ کہو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہو بلکہ آپ کو فضل وشرف حاصل ہے اور آپ دوسروں سے ممتاز ہیں اس لئے آپ سے مخاطب ہوتے وقت یہ کہا جائے اے اللہ کے رسول! اے اللہ کے نبی! (تفسیر سعدی: 1848،1847/2)

(3) رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہونے کے لیے جن آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے ان کا تذکرہ ہمیں سورہ الحجرات میں بھی ملتا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْـهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَــهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَــطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (۳) اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (۴) وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۵)﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور نہ اس سے بات کرنے میں آواز بلند کیا کرو جیسے تم میں سے بعض، بعض کے لیے آواز بلند کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔ یقیناً جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے، اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں بلاشبہ اُن میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے۔ اور بے شک اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود اُن کے پاس باہر نکلتے تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الحجرات: 1-5)

(4) سیدنا ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول ﷺ نے مجھے پکارا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں نہ پہنچ سکا بلکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ آنے میں دیر کیوں ہوئی؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم نہیں دیا ہے کہ ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہو جب کہ وہ (یعنی رسول) تم کو بلائیں۔'' (بخاری: 4647)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ ... لِوَاذًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں'' منافق ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسکتے تھے۔ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو ہم خوب جانتے ہیں جو نظریں بچا کر چپکے سے چلے جاتے ہیں۔

(2) اللہ رب العزت نے ان کے مقابلے میں اہل ایمان کی مدح کی ہے کہ وہ جب کسی اجتماعی معاملے میں نبی ﷺ کے ساتھ ہوتے ہیں تو بغیر اجازت واپس نہیں جاتے۔ اس کے بعد ان لوگوں کو وعید سنائی ہے جو بغیر اجازت چلے جاتے ہیں اور ان کا جانا آپ کے سامنے نہیں آتا۔

(3) مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن خطبے میں بیٹھے رہنا منافقوں پر بہت بھاری پڑتا تھا اور مسجد میں آجانے اور خطبہ شروع ہو جانے کے بعد کوئی شخص بغیر آپ ﷺ کی اجازت کے نہیں جا سکتا تھا۔ جب کسی کو کوئی ایسی ہی ضرورت ہوتی تو اشارے سے آپ ﷺ سے اجازت چاہتا اور آپ ﷺ اجازت دے دیتے اس لئے کہ خطبہ کی حالت میں بولنے سے جمعہ باطل ہو جاتا ہے۔ تو یہ منافق آڑ ہی آڑ میں نظریں بچا کر سرک جاتے تھے۔ سدی فرماتے ہیں: جماعت میں جب یہ منافق ہوتے تو ایک دوسرے کی آڑ لے کر بھاگ جاتے۔ (ابن کثیر)

سوال 3: ﴿فَلْيَحْذَرِ ... اَلِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماً ڈریں کہ اُن کو کوئی فتنہ پہنچے یا اُن کو دردناک عذاب پہنچے'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بارے میں فرمایا ہے اور یہ مومنوں اور منافقوں کے لیے عام ہے اور قیامت تک کے لیے ہے کہ اس بات سے ڈرو کہ ان پر کوئی آفت نہ آن پڑے پھر وہ کافر ہو کر مر جائیں یا دنیا میں انہیں دردناک عذاب پہنچے اور یہ ان کے دلوں کی کجی ہے۔

(2) منافق اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے اور اس کی کتاب سے ہٹ جایا کرتے اور جماعت سے نکل جاتے اور مخالفت پر اتر آتے تھے۔

(3) امر رسول سے مراد آپ ﷺ کی راہ، آپ ﷺ کی اطاعت، آپ ﷺ کا طریقہ اور آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی شریعت ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1351/2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4) نبی ﷺ کے اقوال وافعال کسوٹی ہیں۔علماء کے اقوال وافعال نبی ﷺ کے اقوال وافعال سے ملائے جائیں۔ اگر موافق ہوں تو قبول کر لیے جائیں اور اگر موافق نہ ہوں تو رد کر دیئے جائیں۔

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے طریقے کے خلاف ہے وہ رد کر دیا جائے گا۔'' (بخاری،مسلم)

(6) جس نے شریعت کے خلاف کوئی کام کیا اسے فتنے اور دکھ بھرے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ

''سن لو! یقیناً جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، یقیناً جس روش پر تم ہو وہ جانتا ہے اور جس دن لوگ اس کی طرف واپس لائے

اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

جائیں گے وہ انہیں اس سے باخبر کر دے گا جو انہوں نے عمل کیے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' (64)

ع 9 3 15

سوال: اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَآ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''سن لو! یقیناً جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے'' اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔آسمان والے اور زمین والے اس کی ملکیت میں ہیں، اس کے بندے ہیں۔ان سب پر اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہے۔وہ خالق ہے، مالک ہے، اپنے بندوں میں جیسے چاہے تصرف کرتا ہے۔وہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔اس لیے اس کے رسول کے بارے میں اس سے ڈریں اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت نہ کریں۔اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اس کے حکم سے اس کی یعنی رسول کی اطاعت کی جائے۔

(2) ﴿قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ﴾ ''یقیناً جس روش پر تم ہو وہ جانتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال اور افعال کا علم رکھتا ہے۔تم جو بھی کام کرتے ہو وہ اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔اس سے کائنات کا کوئی ذرہ بھی چھپا ہوا نہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ ''اور آپ سب پر غالب، نہایت رحم والے پر بھروسہ رکھیں۔'' (الشعراء:217) (4) ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپ جائیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں، وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔'' (ھود:5)

(5) ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ ''اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے اور دن میں چلنے والا ہے۔'' (الرعد:10)

(6)﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ہود:6)

(7)﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

(8)﴿وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾ ''اور جس دن لوگ اس کی طرف واپس لائے جائیں گے وہ انہیں اس سے باخبر کردے گا جو انہوں نے عمل کیے'' یعنی قیامت کے دن وہ اپنی موت کے بعد وہ اپنے رب کے پاس لوٹائے جائیں گے پھر انہیں ان کے اعمال کے بارے میں خبر دی جائے گی پھر خیر و شر کے بارے پوری پوری جزا دی جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے۔'' (القیامہ:13)(9)اللہ تعالیٰ چھوٹے بڑے سب اعمال کے بارے آگاہ فرمائے گا۔

(10)﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف 49)

(11)وہ اس مقصد کے لیے اعضاء سے بھی گواہی لے گا۔(12)اس دن فیصلے اس کے عدل کے مطابق ہوں گے اور لوگ اس کے فضل سے محروم نہیں رہیں گے۔(13)﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے۔ وہ سب لوگوں کو آگاہ کرے گا کہ انہوں نے اپنی پہلی زندگی میں کیا اعمال کیے۔ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر چیز کا پورا علم رکھنے والا ہے۔ اس نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے اعمال کا پورا پورا اجر دے گا۔ جب سب اس کے حکم کی طرف لوٹائے جائیں گے جس دن اس کے سوا کسی کا کوئی حکم نہیں ہوگا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے مخالفوں کو کیا تنبیہ کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے مخالفوں کو تنبیہ کی ہے کہ جو حرکتیں تم کر رہے ہو یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ سے چھپی رہ سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں بہت کچھ ہے۔ وہ اسی کے مطابق قیامت کے دن جزا و سزا دے گا۔

آیاتها 77 — 25- سُورَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ -42 — رکوعاتها 6

سوال 1: سورۃ الفرقان کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ الفرقان مکی ہے۔ اس کے 6 رکوع اور 77 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ پچیسویں (25) سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ بیالیسویں (42) سورت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾

”بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو“(1)

سوال: قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، اس کی وضاحت ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ ... نَذِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ﴾ ”بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا“ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تعریف بیان فرمائی ہے کہ اس نے اپنے معزز رسول محمد ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا۔

(2) ﴿تَبٰرَكَ﴾ ”بہت برکت والا ہے“ اللہ رب العزت بہت برکت والا ہے۔ اس کی خیر عظیم اور مخلوقات پر اس کی برکتیں بہت زیادہ ہیں۔ (3) ﴿تَبٰرَكَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی بھلائی اور احسانات کثیر ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(4) اللہ تعالیٰ کی عطا، اس کے اوصاف نہایت کامل اور دائمی ہیں۔

(5)﴿الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ﴾ "جس نے فرقان اُتارا" اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے قرآن عظیم نازل فرمایا جو حق اور باطل، شرک اور توحید، عدل اور ظلم، حلال اور حرام، ہدایت اور گمراہی میں فرق کرنے والا ہے۔

(6)﴿عَلٰى عَبْدِهٖ﴾ "اپنے بندے پر" جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا (1) قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا (2) مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا (3)﴾ "سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ بالکل سیدھی ہے تا کہ وہ اس کی جانب سے ایک سخت عذاب سے خبردار کردے اور مؤمنوں کو خوش خبری دے دے جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں کہ یقیناً ان کے لیے اچھا اجر ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" (الکہف:1-3) (7)﴿لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ "تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو" قرآن مجید کو فرقان بنا کر نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سارے جہان والوں کے لئے بُرے انجام سے خبردار کرنے والے اور کھلے ڈرانے والے ہوں۔ (8) عالمین سے مراد جن اور انسان ہیں۔

(9)﴿نَذِيْرًا﴾ "ڈرانے والا ہو" یعنی کفر، شرک، ظلم، شر اور فساد کے انجام، اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی سزا سے، دنیا وآخرت میں اس کے عذاب سے ڈرانے والا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1017) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اَىُّ شَىْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ڐ شَهِيْدٌۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِىَ اِلَىَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ "آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تا کہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور اُنہیں بھی جن تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں اُن سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔" (الانعام:19)

(10) اس سے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ (i) آپ کی نبوت صرف آپ ﷺ کے دور کے لئے نہیں تھی بلکہ قیامت تک کے لئے ہے۔ (ii) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ (iii) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ جنوں اور انسانوں سب کے لئے ھادی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ”آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔“ (الاعراف:158)

(12) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی ہے پس میری امت کا جو انسان نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہیے۔ اور میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہ تھا اور مجھے شفاعت عطا کی اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ (بخاری:335)

(13) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿بُعِثْتُ اِلَى الْاَحْمَرِ وَ الْاَسْوَدِ﴾ ”میں سیاہ اور سرخ کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔“ (مسند احمد:11247)

(14) رسول ﷺ اللہ کو جنوں کی طرف بھی بھیجا گیا ﴿وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (۲۹) قَالُوْا يٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۳۰) يٰقَوْمَنَاۤ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۳۱) وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۳۲)﴾ ”اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے (آپس میں) کہا: ”خاموش ہو جاؤ“ پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔ انہوں نے کہا: ”اے ہماری قوم! ہم نے بلاشبہ ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے، وہ حق اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اُس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔" اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو زمین میں وہ عاجز کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کے کوئی مددگار ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔" (سورہ الاحقاف:29-32)

﴿الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي

"وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس نے اولاد نہیں بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے

الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾

اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ" (2)

سوال: رسول بھیجنے والا عظیم رب آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، اس کی وضاحت ﴿الَّذِيْ... تَقْدِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے" یعنی جس نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ "کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔" (سورہ المائدہ:40)

(2) ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ "اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔" (النور:42)

(3) ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ "وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اُسی کی ہے اور اُس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتے۔" (سورہ فاطر:13)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ”آپ کہہ دیں اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے، تو ہر چیز پر یقیناً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔“ (آل عمران:26)

(5)﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ”بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔“ (سورہ الملک:1)

(6)﴿وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ﴾ ”اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا بادشاہت اُسی کی ہوگی“۔ (الانعام:73)

(7)﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ”بدلے کے دن کا مالک ہے۔“ (سورہ الفاتحہ:3)

(8)﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ”آج بادشاہت کس کے لیے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے۔“ (المومن:16)

(9)﴿وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا﴾ ”اور جس نے اولاد نہیں بنائی“ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکین عرب کے عقائد کا رد کیا ہے۔ یہودی کہتے تھے عُزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ عیسائی کہتے تھے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، مشرکین عرب کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب کے عقائد کو رد کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ اس کا کوئی بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور مخلوق اس کی محتاج ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ (۱۴۹) أَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ إِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ (۱۵۰) أَلَآ إِنَّهُمْ مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ (۱۵۱) وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَإِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۱۵۲) أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ (۱۵۳)﴾ ”سو آپ اُن سے پوچھیں کہ کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور اُن کے لیے بیٹے ہیں؟ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے اور وہ موجود تھے؟ سن لو! بلاشبہ یہ لوگ یقیناً اپنی من گھڑت باتیں کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو جنا اور بلاشبہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر بیٹیاں پسند کی ہیں؟ (الصافات:149-153)

(10) اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا مالک ہے، ان میں تصرف کرتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے باشندے اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں، اس کی رحمت کے محتاج اور اس کی عظمت کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔

(11)﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ﴾ ”اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے“ کیسے کوئی اس کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اقتدار میں شریک ہوسکتا ہے حالانکہ سب کی پیشانیوں کے بال اس کی مٹھی میں ہیں۔ اس کی اجازت کے بغیر مخلوق حرکت کر سکتی ہے، نہ سکون، نہ وہ کسی طرح کے تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾ ”آپ کہہ دیں کہ تمام تعریف اُس اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے نہ اولاد بنائی اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور آپ اس کی بڑائی بیان کریں، خوب بڑائی بیان کرنا۔“ (بنی اسرائیل:111)

(12) ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ”اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا“ اس نے سارے جہانوں کو تخلیق کیا، اوپر والے جہانوں کو اور نیچے والے جہانوں کو، اس نے حیوانات، نباتات اور جمادات کو تخلیق کیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ ”وہ ہر چیز کا خالق ہے، چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔“ (الانعام:102)

(13) ﴿فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾ ”پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ“ آیت کے اختتام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم ثناء ہے۔ بادشاہت اسی کی، خلق اسی کی، علم اسی کا، حکمت اس کی، اس نے ہر چیز کو ایسے تخلیق کیا جو اس کے لائق اور اس کے لیے مناسب ہے۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا کہ مخلوق جس شکل میں ہے اس کے علاوہ وہ کسی اور شکل وصورت میں ہو اور مناسب لگے، کوئی عضو کسی مخلوق کا ایسا نہیں ہے جو اس مقام کے علاوہ کسی اور مقام کے لیے مناسب ہو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝۱ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝۲ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝۳﴾ ”آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں جو سب سے بلند ہے۔ وہ ذات جس نے پیدا کیا پھر درست بنایا اور وہ ذات جس نے تقدیر بنائی تو راہ دکھائی۔“ (الاعلیٰ:3،1)

(14) ﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى﴾ ”موسیٰ نے کہا: ”ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی، پھر اُسے راستہ دکھایا۔“ (طٰہٰ:50)

(15) ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ﴾ ”اور ہر چیز اُس کے یہاں ایک اندازے سے ہے۔“ (الرعد:8)

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ

”اور لوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں اور نہ وہ اپنے کسی

ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾

نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا اور جو نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ اُٹھائے جانے کا“ (3)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال: مشرکوں کی نادانی کی وضاحت ﴿وَاتَّخَذُوْا ... نُشُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾ ''اور لوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی نادانی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے عاجز مخلوق کو اپنا معبود بنا لیا جو کچھ بھی تخلیق کرنے پر قادر نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو، یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگرچہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے۔'' (الحج:73)

(2) ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿20﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿21﴾﴾ ''اور وہ لوگ جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ وہ مُردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کب اُٹھائے جائیں گے۔'' (النحل:21,20)

(3) ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰي بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے ہو؟ مجھے بھی دِکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس میں سے کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے۔'' (فاطر:40)

(4) ﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اُس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (لقمان:11)

(5) ﴿اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' (النحل:17)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿اَیُشْرِکُوْنَ مَالَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ﴾ ”کیا وہ اُن کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ سب خود پیدا کیے جاتے ہیں؟“ (الاعراف:191)

(7)﴿وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾ ”اور نہ وہ اپنے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا“ یعنی وہ اپنی جان کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ”یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی مانند پیدا کیا ہے؟ چنانچہ تخلیق ان پر مشتبہ ہو گئی ہے، آپ کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کا خالق ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔“ (الرعد:16)

(8)﴿وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ﴾ ”اور نہ ان کی وہ مدد کر سکتے ہیں اور نہ وہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔“ (الاعراف:192)

(9) جھوٹے معبود کوئی اختیار نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ کامل قدرت والا ہے۔ وہ عطا کر دے تو کوئی روکنے والا نہیں، روک لے تو کوئی عطا کرنے نہیں۔

(10) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے لکھنے والے (کاتب) فرماتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا ہو مجھے لکھ کر بھیجو۔ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ﴾ ”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت اور اسی کی تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جسے تو عطاء کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کوئی کوشش تیری کوشش کے مقابلہ میں نفع دینے والی نہیں۔“ (مسلم:1342)

(11)﴿وَلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ ”اور جو نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ اُٹھائے جانے کا“ جھوٹے معبود موت اور زندگی کے مالک نہیں، موت کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے کے بھی وہ مالک نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ ”اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی بھی کام کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور ان سے بہت بلند ہے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں۔" (سورہ الروم: 40)

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ

"اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا ہے کہ یہ ایک من گھڑت چیز کے سوا کچھ نہیں جسے اس نے گھڑ لیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴾

نے اس کی مدد کی ہے سو یقیناً وہ ظلم اور سخت جھوٹ پر اتر آئے ہیں" (4)

سوال: کافر قرآن کا انکار کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ ... وَّزُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا﴾ "اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا ہے" یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

(2) ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ﴾ "کہ یہ ایک من گھڑت چیز کے سوا کچھ نہیں جسے اس نے گھڑ لیا ہے" وہ قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے جسے محمد ﷺ نے گھڑ کر خود تصنیف کر کے اللہ تعالیٰ کے نام منسوب کیا ہے۔

(3) ﴿وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ﴾ "اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے" یعنی ان کے بہتان کے مطابق قرآن مجید کی تالیف و ترتیب میں دوسرے لوگوں نے بھی اس کی مدد کی ہے۔

(4) ﴿فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا﴾ "سو یقیناً وہ ظلم اور سخت جھوٹ پر اتر آئے ہیں" رب العزت نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بہتان دراصل حق کا انکار، ظلم اور جھوٹ ہے۔ یہ قرآن تو ہدایت اور نور ہے اور محمد ﷺ کے حالات کے بارے میں آپ ﷺ بخوبی آگاہ ہو۔ کیا پوری قوم ان کی سچائی اور امانت کے بارے میں آگاہ نہیں ہے؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ محمد ﷺ قرآن کی تصنیف میں مدد حاصل کرنے کے لیے کسی کے پاس نہیں گئے! کیا وہ نہیں جانتے کہ قرآن جیسا اعلیٰ پائے کا کلام تصنیف کرنا ممکن نہیں ہے؟

﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾

"اور انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح و شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں" (5)

سوال: ﴿وَقَالُوْٓا ... وَّاَصِيْلًا﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا﴾ "انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے" کافروں کا بہتان یہ ہے کہ قرآن شاعری اور کہانت ہے جیسا کہ نضر بن حارث نے کہا۔

(2) وہ کہتے ہیں قرآن پہلے لوگوں کے واقعات پر مبنی کتاب ہے جسے ہر کوئی سنتا ہے اور آگے بیان کر دیتا ہے۔ محمد ﷺ نے بھی ان کہانیوں کو سن کر لکھ لیا ہے۔

(3) مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ پر قرآن کے نزول کو ہلکا ثابت کرنے کے لیے اسے انسانی کاوش قرار دیا کہ یہ انسانوں کے سنانے کی وجہ سے اس علم کو پانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

(4)﴿فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ "پس وہی اس کو صبح وشام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں" یعنی قرآن مجید میں جو واقعات ہیں صبح وشام اسے پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ اسی سلسلے کو تحریر میں لا کر قرآن کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ (نعوذ باللہ) 20

﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

"آپ کہہ دیں کہ اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے، یقیناً وہ بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (6)

سوال: انکار قرآن کا جو جواب دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ اَنْزَلَهُ... غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "آپ کہہ دیں کہ اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے" رب العزت نے کافروں کے الزام کا جواب دیا ہے جو وہ قرآن کے انکار کے لیے دلیل کے طور پر پیش کرتے تھے۔

(2) رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ کہہ دیں۔ اس قرآن میں اگلوں اور پچھلوں کے سچے واقعات ہیں، جس ہستی نے قرآن نازل کیا ہے اس کے علم نے زمین وآسمان کی چھپی ہوئی اور ظاہر چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اس کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ مخلوق قرآن گھڑ کر کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اس کی طرف سے نہ ہو، وہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم سے یہ معاملہ کیسے چھپ سکتا ہے؟ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کا علم رکھتا ہے تو وہ نعوذ باللہ جھوٹ گھڑنے والے کی اس کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرتا ہے اور ان کی جانوں اور شہروں کو اس کے حوالے کر دیتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو قرآن کا انکار کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم کا انکار کیے بغیر قرآن کا انکار کرنا ممکن نہیں۔

(3)(i) اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بات اس حوالے سے کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُمی تھے۔ ایک انسان اتنی قدرت کہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتا ہے کہ وہ ایسا معجزانہ کلام پیش کر سکے۔(ii) اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے بارے میں واضح کیا کہ اسے اُس نے نازل کیا ہے جو زمین و آسمان کے راز جانتا ہے اس وجہ سے کتاب میں ہر بات سچی اور حکمت سے بھرپور ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اس کتاب کو اس نے اُتارا ہے جو آسمان و زمین کی ہر پوشیدہ بات کو جانتا ہے اس لیے انسانی زندگی کے بارے میں جو احکامات ہیں، جو قوانین ہیں، بے مثال ہیں اس میں گزشتہ اقوام کے جو حالات ہیں اس میں صداقت ہے، اس میں مستقبل کے بارے میں جو پیشین گوئیاں ہیں وہ سچی ہیں۔

(4) اگر انہوں نے قرآن حکیم میں تدبر کیا ہوتا تو وہ اس کے احکامات اور اس کے علم سے جان لیتے کہ یہ قرآن غائب اور حاضر تمام امور کا علم رکھنے والی ہستی کے سوا کسی کی طرف سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار کے باوجود انہیں چھوڑا نہیں بلکہ وعدہ کیا کہ اگر وہ توبہ کریں گے تو وہ ان کو اپنی مغفرت اور رحمت سے نوازے گا۔

(5) ﴿اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''یقیناً وہ بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ اتنے بڑے الزامات پر، مشرکوں کے حق سے انکار پر بھی رحمت کرتا ہے، مہلت دیتا ہے ورنہ قرآن کے گھڑنے کا الزام اتنا بڑا ہے جس پر وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں آسکتے ہیں۔(ii) اللہ تعالیٰ اپنی صفت غفور سے اُمید دلاتے ہیں کہ اگر تم اب بھی پلٹ آؤ تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت تمہیں ڈھانپ لے گی۔

﴿وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

''اور اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟

مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا﴾

کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا'' (7)

سوال: کافروں کی تکذیب اور سرکشی کی وضاحت ﴿وَقَالُوْا ... نَذِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے کافروں کی تکذیب اور سرکشی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا'' جن لوگوں نے رسول ﷺ کو جھٹلایا انہوں نے کہا۔

(2) ﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ﴾ ''کہ یہ کیسا رسول ہے؟'' یعنی یہ کیسا رسول ہے، وہ رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔

(3) ﴿يَاْكُلُ الطَّعَامَ﴾ ''جو کھانا کھاتا ہے'' یعنی یہ تو انسانی خصوصیت ہے۔ رسول کو تو فرشتہ ہونا چاہیے تا کہ وہ کسی کا محتاج نہ ہوتا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ ''اور بازاروں میں چلتا ہے'' یعنی بازاروں میں جانا، تجارتی لین دین کرنا اور خرید و فروخت کرنا رسول کے لائق نہیں۔

(5) مشرکوں کو اعتراض رسول اللہ ﷺ کے انسان ہونے پر تھا۔ مشرکوں کو رسول اللہ ﷺ کی بشریت پر اعتراض اس لئے تھا کہ وہ بشریت کو رسالت اور نبوت کی عظمت کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔

(6)﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ اور ہم نے تمھیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (الفرقان:20)

(7)﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ﴾ ''اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟'' مشرکوں نے ایک بشر کے مقام کی بلندی کا بس اتنا ہی خواب دیکھا تھا کہ فرشتے آئے اور اس کے ساتھ مددگار رہو۔ یعنی وہ کسی صورت اکیلے انسان کی بات کو توجہ دینے کے لئے تیار نہیں تھے جب تک کہ اس کے ساتھ فرشتہ نہ ہو۔

(8)﴿فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا﴾ ''کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا'' یعنی ایک انسان رسالت کا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہے؟ اسے یہ قدرت اور طاقت حاصل نہیں۔ فرشتہ آتا تو وہ اعلان کرتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، ان کی بات مانو۔ ان کے گمان کے مطابق آپ ﷺ رسالت کا بوجھ اٹھانے کے لیے کافی نہیں۔

﴿اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا

''یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا اور ظالموں نے کہا کہ تم تو ایک

رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾

سحر زدہ آدمی کے پیچھے چلتے ہو'' (8)

سوال: رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مشرک جو باتیں کرتے تھے، ان کی وضاحت ﴿اَوْ يُلْقٰٓى ۔۔۔ رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مشرک کہتے تھے: ﴿اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ﴾ ''یا اس کے ساتھ کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا'' یعنی ایسا مال رسول

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کو دیا جاتا جو کسی محنت مشقت کے بغیر اکٹھا کیا جاتا۔

(2)(i) مشرک خزانے کو وحی سے زیادہ قیمتی سمجھتے تھے۔(ii) مشرک رسول اللہ ﷺ کی مالی حالت کی خستگی کو قرآن قبول نہ کرنے کا جواز بناتے تھے۔(iii) اس سے مشرکین کی values کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک زمین پر سب سے قیمتی چیز مال ہی تھا۔

(3)﴿اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا﴾ ''یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا'' مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ بات بظاہر اظہار ہمدردی کے لئے کی تھی کہ چلو رزق کے معاملے میں بے نیاز ہو جائے لیکن اصل میں وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اتنے خستہ مالی حالات والے پر کیسے یقین کر لیں کہ وہ کائنات کے بادشاہ کا نمائندہ ہے؟

(4)﴿وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ظالموں نے کہا'' مشرک جو اعتراض رسول اللہ ﷺ پر کرتے تھے اس کا باعث شبہات نہیں بلکہ ان کا ظلم تھا۔ اسی لیے فرمایا کہ ظالموں نے کہا۔

(5)﴿اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ ''کہ تم تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے چلتے ہو'' مشرک لوگوں سے کہتے تھے کہ تم ایک ایسے شخص کے پیچھے چل رہے ہو جو مخبوط الحواس ہے حالانکہ وہ آپ ﷺ کی کامل عقل کے بارے میں خوب جانتے تھے۔

(6) مشرک وحی کو ہلکا ثابت کرنے کے لئے، دوسروں کو ایمان کے راستے سے روکنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو کم عقل اور کم فہم ثابت کرتے تھے۔

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾

''آپ دیکھیں آپ کے لیے وہ کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں! سو وہ بہک گئے ہیں چنانچہ وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے'' (9)

سوال: مشرک بے بنیاد باتیں گھڑ کر گمراہ ہوئے، اس کی وضاحت ﴿اُنْظُرْ...سَبِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ﴾ ''آپ دیکھیں آپ کے لیے وہ کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں!'' مشرکین کے اعتراض پر رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ پر باتیں چھانٹنے والوں کا حال یہ ہے کہ ایک بات پر ٹھہرتے ہی نہیں کبھی جادوگر کہتے ہیں، کبھی شاعر، کبھی مجنون دراصل یہ خود بہک گئے ہیں اور بے عقلی کی باتیں کر کے خود ہدایت کے راستے سے دور ہو رہے ہیں۔

(2)﴿فَضَلُّوْا﴾ ''سو وہ بہک گئے ہیں'' یعنی وہ حق کے راستے کو گم کر بیٹھے ہیں۔ اب اس کے بعد ان کی ہدایت کی کوئی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

امید نہیں۔(ایسر التفاسیر:1019)

(3)﴿فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَبِيۡلًا﴾ ”چنانچہ وہ کوئی راستہ نہیں پاسکتے“ یہ ان کے گمراہی میں دور تک بھٹکنے کی وجہ سے ہے کہ وہ حق کی طرف رجوع نہیں کرتے۔

(4)جو سیدھے راستے سے بھٹکے گا وہ جہاں بھی جائے گا گمراہ ہوگا کیونکہ حق ایک ہے،اس کا راستہ ایک ہے۔انہوں نے جو باتیں کہی ہیں وہ گمراہی پر مبنی ہیں،اس میں کوئی بھی ہدایت کی بات نہیں۔اس لیے وہ سیدھا راستہ نہیں پاسکتے۔

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيۡۤ اِنۡ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيۡرًا مِّنۡ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۙ

”بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو آپ کو اس سے بہتر ایسے باغات عطا کردے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں

وَيَجۡعَلۡ لَّكَ قُصُوۡرًا﴾

اور آپ کے لیے محلات بنادے“(10)

سوال:﴿تَبٰرَكَ الَّذِيۡۤ...قُصُوۡرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَبٰرَكَ الَّذِيۡۤ اِنۡ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيۡرًا مِّنۡ ذٰلِكَ﴾ ”بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو آپ کو اس سے بہتر عطا کردے“ مشرکوں نے جب نبی ﷺ کو فقر و فاقہ کا طعنہ دیا تو آپ ﷺ کو سخت صدمہ ہوا۔اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے۔

(2)﴿جَنّٰتٍ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ﴾ ”ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں“ اگر وہ چاہے تو آپ ﷺ کو ان کے چاہے ہوئے باغوں سے بہتر باغ عطا فرمادے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں۔

(3)﴿وَيَجۡعَلۡ لَّكَ قُصُوۡرًا﴾ ”اور آپ کے لیے محلات بنادے“ یعنی آپ ﷺ کو شاندار محل بھی عطا فرمادے۔

(4)باغات اور محلات سے زیادہ قیمتی دولت اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعلق اور یہ شعور ہے کہ وہ ساتھ ہے،ہم اس کی نگرانی میں ہیں۔ یہ اتنی قوت بخش روحانی غذا ہے جس کے مقابلے میں دُنیا کے مال و متاع کی کوئی حیثیت نہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بابرکت ہونے کی بات کی ہے کہ وہ چاہے تو ایک نہیں کئی پختہ محل دے دے اور چاہے تو ایسے باغ دے دے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں مگر ان کے مطالبات حق کی تلاش اور نجات کی طلب کے لیے نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ وہ دشمنی اور عناد کی بناء پر کر رہے ہیں۔

20

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا﴾

”بلکہ اُنہوں نے قیامت کو جھٹلا دیا ہے اور جو قیامت کو جھٹلائے اُس کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے“ (11)

سوال: لوگوں کا رسول کو جھٹلانے کا اصل سبب کیا ہے اور جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہے، اس کی وضاحت ﴿بَلْ ...سَعِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ﴾ ”بلکہ اُنہوں نے قیامت کو جھٹلا دیا ہے“ قیامت کا جھٹلانا دراصل رسالت کو جھٹلانا ہے۔ اصل سبب قیامت کی جواب دہی کا خوف نہ ہونا ہے اگر دلوں کے اندر اس جواب دہی کا خوف بیٹھ جائے تو ایسے مطالبات نہیں کیے جاتے۔

(2) ﴿وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا﴾ ”اور جو قیامت کو جھٹلائے اُس کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے“ جھٹلانے والے کا ایک ہی علاج ہے کہ اس پر عذاب نازل کر دیا جائے۔ اس لیے رب العزت نے فرمایا کہ ان کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کے شعلے بہت زیادہ بھڑک رہے ہوں گے، جو اتنی الم ناک اور خوف ناک ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۣ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا﴾

”وہ جب انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا بھپرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے“ (12)

سوال: اللہ تعالیٰ نے آگ سے خوف دلانے کے لیے انسان کے شعور کو کیسے بیدار کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ ...وَّزَفِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۣ بَعِيْدٍ﴾ ”وہ جب انہیں دور سے دیکھے گی“ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ایک زندہ وجود کی صورت میں سامنے رکھا ہے جو جھٹلانے والوں کو دیکھ رہی ہے۔ پھر انہیں دیکھ کر اُس کا غصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا ہے۔ یہ انتقام کی آگ ہے جو مجرموں کو دیکھ کر جوش کھا رہی ہے اور ان سے کلام کرتی ہے جب کہ ابھی منکرین اپنے مقام پر نہیں پہنچے۔

(2) ﴿سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا﴾ ”تو وہ اس کا بھپرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے“ جہنم کا دیکھنا اور چلانا ایک حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی چیز کے اندر دیکھنے اور بولنے جیسی صلاحیتیں پیدا کر دینا مشکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔

(3) ﴿اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۙ﴿۷﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (8)﴾ ''جب وہ اُس میں ڈالے جائیں گے، وہ اُس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے کی سی آوازسنیں گے اور وہ جوش ماررہی ہوگی۔قریب ہوگی کہ وہ غصہ سے پھٹ جائے۔جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اس کے نگران اُس سے پوچھیں گے:''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟'' (الملک:8,7)

(4) (i) جہنم کے غضب اور جوش انتقام میں کھولنے اور دھاڑنے کی وجہ سے سرکش انسان بھی سرکشی چھوڑنے کی سوچنے لگتا ہے اور کلام اللہ پر غور کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے (ii) جہنم پر یقین رکھنے والے افراد کے اندر ایک ایسا یقین اُترتا ہے جو رگوں میں دوڑنے والے خون کو بھی منجمد کرنے کی کوشش کرتا ہے یوں خوف کی یہ لہر اللہ تعالیٰ کے آگے جھکا دیتی ہے۔

(5) سیدنا ابووائل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلے۔ہمارے ساتھ ربیع بن خثیم رحمہ اللہ بھی تھے۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے ایک تنور کے پاس سے گزرے جب اس کے اندر دہکتی اور بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی تو یہ آیت تلاوت فرمائی ''اور جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا بپھرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے۔'' (الفرقان:12) یہ سن کر ربیع بن خثیم رحمہ اللہ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔لوگ انہیں چارپائی پر ڈال کر گھر لائے۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس (صبح سے لے کر) ظہر تک بیٹھ کر ہوش میں لانے کی کوشش کرتے رہے لیکن سیدنا ربیع رحمہ اللہ کو ہوش نہ آیا۔(تفسیر ابن کثیر:415/3)

(6) سیدنا مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر میرے بس میں ہوتا کہ میں نیند نہ کروں تو میں کبھی نہ سوتا اس ڈر سے کہ کہیں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہ ہوجائے اور اگر میرے پاس مددگار ہوتے تو میں انہیں ساری دنیا میں منادی کرنے کے لیے بھیج دیتا (جو کہتے) ''لوگو! آگ سے خبردار ہوجاؤ، لوگو! آگ سے خبردار ہوجاؤ۔'' (ابونعیم فی الحلیۃ:369/2)

(7) سیدنا ابومیسرہ رحمہ اللہ جب اپنے بستر پر جاتے تو کہتے ''اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی'' اور رونے لگتے، ان سے کہا گیا ''اے ابومیسرہ! کیوں روتے ہو؟'' سیدنا ابومیسرہ رحمہ اللہ فرماتے ''ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ ہم نے (پل صراط کے) اوپر سے گزرنا ہے لیکن یہ علم نہیں کہ نجات ہوگی یا نہیں؟'' (ابن کثیر:179/3)

(8) سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ کو روتے دیکھ کر پوچھا گیا ''آپ کیوں رو رہے ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا ''مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مجھے آگ میں نہ پھینک دے اور اللہ تعالیٰ کو تو کسی کی پرواہ نہیں۔'' (حسن بصری صفۃ الصفوۃ:233/3)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ! اِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ﴾ ''یااللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری قبر کے عذاب سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری جہنم کے عذاب سے اور میں پناہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مانگتا ہوں تیری زندگی اور موت کے فساد سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری مسیح دجال کے فساد سے۔" (نسائی:2062)

(10) ﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (٦٥) إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا (٦٦)﴾ "اور جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔ یقیناً اس کا عذاب ہمیشہ چمٹنے والا ہے۔ بلاشبہ وہ بہت بڑی چمٹنے کی جگہ اور اقامت ہے۔" (الفرقان:66,65)

(11) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار مبارک کے نیچے رکھ لیتے اور ارشاد فرماتے: ﴿اَللّٰهُمَّ! قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ﴾ "اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچالیں جس روز کہ آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے (یعنی قیامت کے دن)۔" (ابوداؤد:5045)

(12) سیدنا عبدالعزیز رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ قتادہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی دعا کثرت سے مانگا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دعا اکثر مانگا کرتے تھے وہ یہ ہے: ﴿اَللّٰهُمَّ! آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ "اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔" (مسلم:6840)

﴿وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا﴾

"اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ پر آپس میں جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے تو وہاں وہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے" (13)

سوال: جہنم کی تنگی کی وضاحت ﴿وَإِذَا أُلْقُوا... ثُبُورًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ﴾ "اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ پر آپس میں جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے" کافروں کو آزادی سے آگ تک پہنچنے کے بعد بچنے کا موقع نہیں دیا جائے گا بلکہ ایک تنگ مقام میں انہیں زنجیروں میں جکڑ کر پھینک دیا جائے گا۔

(2) ﴿دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا﴾ "تو وہاں وہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے" اس وقت وہ اپنے لیے موت، رسوائی اور فضیحت کو پکاریں گے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ ظالم اور حد سے بڑھنے والے ہیں اور خالق کائنات نے انہیں ان کے اعمال کی پاداش میں اس جگہ بھیج کر انصاف کیا ہے مگر یہ دعا اور استغاثہ ان کے کسی کام آئیں گے نہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکیں گے۔ (تفسیر سعدی:2/1857,1856)

﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا﴾

"آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو" (14)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: حق کا انکار کرنے والوں کی آرزوئے موت پر انہیں کیا کہا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿لَا تَدْعُوا ... كَثِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: حق کا انکار کرنے والوں سے کہا جائے گا: ﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا﴾ ''آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو'' بہت سی ہلاکتوں سے مراد یہ ہے کہ عذاب موت کی طرح ہے۔ تم ایک عذاب سے نکلو گے تو دوسرا تمہارا منتظر ہوگا۔ ایک عذاب کو نہیں بہت سے عذابوں کو پکارو یعنی بہت سی موتوں کو پکارو۔

﴿قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا﴾

''آپ کہہ دیں کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کی جنت، جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے؟ جو ان کا بدلہ اور لوٹ جانے کی جگہ ہوگی'' (15)

سوال: جنت اچھی ہے یا جہنم، اس کی وضاحت ﴿قُلْ اَذٰلِكَ ... وَّمَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' یعنی بعث اور جزا کو جھٹلانے والے مشرکوں سے کہہ دو۔

(2) ﴿اَذٰلِكَ﴾ ''کیا یہ'' یعنی وہ بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب۔

(3) ﴿خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ''بہتر ہے یا ہمیشہ کی جنت جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے؟'' یعنی کیا غیظ و غضب سے بھڑکتی ہوئی آگ بہتر ہے یا جنت جس کا وعدہ شرک اور کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں سے کیا گیا ہے۔

(4) ﴿اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ (۶۲) اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ (۶۳) اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ (۶۴) طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ (۶۵) فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (۶۶) ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ (۶۷) ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ (۶۸) اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَاۗءَهُمْ ضَاۗلِّيْنَ (۶۹) فَهُمْ عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ (۷۰)﴾ ''کیا یہ ضیافت اچھی ہے یا تھوہر کا درخت؟ یقیناً ہم نے اُسے ظالم لوگوں کے لیے فتنہ بنایا ہے۔ یقیناً وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے۔ اُس کا خوشہ ایسا ہے گویا وہ شیاطین کے سر ہیں۔ پس بلاشبہ وہ اُس میں سے یقیناً کھانے والے ہیں پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے۔ پھر بے شک اُن کی واپسی یقیناً دوزخ کی طرف ہوگی۔ یقیناً اُن لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔ پھر وہ اُن ہی کے نقشِ قدم پر دوڑتے چلے گئے۔'' (الصّٰفّٰت: 62-70)

(5) اللہ تعالیٰ انسان کو مستقبل کے منظر میں لے جا کر یہ شعور دلاتے ہیں کہ دیکھو کفر اور شرک کا انجام زیادہ اچھا ہے جو عذابوں کی صورت میں ہے یا جنت جس کا وعدہ متقین سے ان کی فرماں برداریوں کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

(6) یہاں یہ سوال سب کے سامنے اس لیے رکھا جا رہا ہے کہ شاید لوگ جہنم کے عذاب سے عبرت پکڑیں اور اللہ تعالیٰ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اطاعت کر کے بُرے انجام سے بچ جائیں۔

(7)﴿كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا﴾ ''جو ان کا بدلہ اور لوٹ جانے کی جگہ ہوگی'' یعنی ہمیشہ رہنے والی جنت اہل ایمان اور تقویٰ کے لیے ثواب اور ان کا ٹھکانا ہوگی جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔(ایسر التفاسیر:1021)

﴿لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا

''اس میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں، آپ کے رب کے ذمہ ایک ایسا وعدہ ہے

مَّسْـُٔوْلًا﴾

جس کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے''(16)

سوال: جنت کی نعمتوں کی وضاحت ﴿لَهُمْ ... مَّسْـُٔوْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ﴾ ''اس میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی ہمیشہ رہنے والی جنت میں متقیوں کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو ان کے نفس خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔(جامع البیان:201/18)

(2) جنت میں ہر قسم کی لذت والی چیزیں نصیب ہوں گی۔ کھانے پینے کی چیزیں، نرم ونازک ریشمی کپڑے، عالی شان محل، رنگ برنگ کی سواریاں اور دل خوش کن مناظر سب ہی کچھ ہوں گے۔ وہ وہ نعمتیں ہوں گی جو نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی کے دل میں ان کا کھٹکا گزر سکتا ہے۔ یہ ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ موج اڑاتے رہیں گے، نہ انہیں زوال ہوگا نہ ختم ہوں گی۔ نہ ان میں کمی آئے گی، نہ ان سدا بہار محلوں سے اکتائیں گے۔ من بھاتے کھانے، مشروب، دل پسند لباس، اونچے اونچے شاہانہ محل، طرح طرح کی نعمتیں، مبارکبادیوں اور سلامتیوں کی صدائیں، فرشتوں کی دل جوئیاں، حوروں کی محبت بھری نگاہیں، غلاموں کی سرگرم خدمتیں اور اللہ تعالیٰ کا دیدار پر بہار، سبحان اللہ ایک جنتی کو حق تعالیٰ کس کس نعمت سے نوازے گا۔ اے اللہ! ہمیں بھی اپنے سچے وعدوں کا حق دار بنا اور توحید کی سچی تڑپ عطا فرما (آمین)۔ جب رب نے اپنے نیک بندوں سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے تو وہ پورا ہو کر رہے گا۔ اس کی بڑی مہربانی ہے کہ بلاعوض اپنے بندوں کو ایسی ایسی جلیل الشان نعمتیں عطا فرمائے گا۔(مختصر ابن کثیر:1358/2)

(3)﴿كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا﴾ ''آپ کے رب کے ذمہ ایک ایسا وعدہ ہے جس کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے''

(i) جنت کا وعدہ ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی طرح اپنے ذمے واجب کرلیا ہے۔(ii) یہ ایسا وعدہ ہے جس کا اہل ایمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطالبہ کر سکتے ہیں۔(iii) اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کی کبھی خلاف ورزی نہیں کرتا اس لیے وعدہ ضرور پورا ہوگا۔
(4) یہ اہل ایمان پر خصوصی کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی ادائیگی کو اپنے ذمے واجب کرلیا۔

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي

''اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا اور انہیں بھی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے ہیں تھے پھر وہ کہے گا: ''کیا تم نے

هَٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ﴾

میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے؟'' (17)

سوال: مشرکوں پر قیامت کے دن کی لعنت کی وضاحت ﴿وَيَوْمَ ... السَّبِيلَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ﴾ ''اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جھٹلانے والے مشرکوں کو اکٹھا کرے گا۔ قیامت کے دن مشرکوں کو غیر اللہ کی عبادت پر لعنت ملامت کی جائے گی۔
(2) ﴿وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ﴾ ''اور انہیں بھی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے پھر وہ کہے گا'' اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹنے کے لیے جھوٹے معبودوں سے کہیں گے۔
(3) ﴿ءَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ﴾ ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے؟'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے معبودوں کو جمع کرے گا۔ اس دن سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا عزیر علیہ السلام اور فرشتے بھی میدان حشر میں پوچھے جائیں گے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّٰمُ الْغُيُوبِ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ، وہ کہے گا: ''آپ پاک ہیں۔ میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ اگر میں نے وہ کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا، آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے، بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔'' (المائدہ:116)
(4)(i) دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے اُن سے گمراہ ہونے والوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا اپنی مرضی سے تمہاری عبادت کر کے گمراہ ہوئے تھے۔(ii) اللہ تعالیٰ بتوں کو بھی عقل و شعور اور گویائی عطا کر دے گا۔(iii) یوں یہ گواہی بھی انسان کے خلاف پڑے گی۔(iv) یہ سوال جرم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشہیر اور رُسوائی کے لیے کیا جائے گا۔(v) یہ سوال جرم کو ثابت کرنے کے لیے کیا جائے گا۔(vi) آج جب کہ مہلت عمل ہے اس میں مشرکوں کو شعور دلانے کے لیے یہ سوال کیا گیا ہے۔

(5)﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾﴾ ''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: ''کیا یہ لوگ تمھاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''پاک ہے تیری ذات، اُن کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر اُن ہی پر ایمان لانے والے تھے۔'' (سبا:41,40)

(6)﴿وَإِذَا حُشِرَ ٱلنَّاسُ كَانُوا۟ لَهُمْ أَعْدَآءً وَكَانُوا۟ بِعِبَادَتِهِمْ كَٰفِرِينَ﴾ ''اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف:6)

﴿قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ مَا كَانَ يَنۢبَغِى لَنَآ أَن نَّتَّخِذَ مِن دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَآءَ وَلَٰكِن مَّتَّعْتَهُمْ

''وہ کہیں گے: پاک ہے آپ کی ذات، ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو سرپرست بنائیں لیکن آپ نے ان

وَءَابَآءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا۟ ٱلذِّكْرَ وَكَانُوا۟ قَوْمًۢا بُورًا﴾

کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور وہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے تھے'' (18)

سوال: قیامت کے دن خود ساختہ معبود جو جواب دیں گے، اس کی وضاحت ﴿قَالُوا۟ ... قَوْمًۢا بُورًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ﴾ ''وہ کہیں گے: پاک ہے آپ کی ذات'' قیامت کے دن خود ساختہ معبود کہیں گے پاک ہے تیری ذات عزت و جلال والی، سارے کمال آپ کی ذات کے لیے ہیں۔

(2)﴿مَا كَانَ يَنۢبَغِى لَنَآ أَن نَّتَّخِذَ مِن دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَآءَ﴾ ''ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو سرپرست بنائیں'' یعنی ہمارے لائق نہ تھا کہ ہم تجھے چھوڑ کر اوروں کی عبادت کرتے جب کہ ہم تیرے بندوں کو تیری عبادت کے لیے بلاتے ہیں۔ اس طرح تو ہم انھیں گمراہ کر دیتے۔

(3)﴿وَلَٰكِن مَّتَّعْتَهُمْ وَءَابَآءَهُمْ﴾ ''لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا'' یعنی آپ نے انھیں اور ان کے آباؤ اجداد کو دنیا کی لذتوں اور شہوتوں سے فائدہ اٹھانے دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ﴾ ”یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے“یعنی دنیا کی لذتوں میں مشغول ہو کر اور شہوتوں میں ڈوب کر نصیحت کو بھلا بیٹھے۔

(5)یعنی تیرا ذکر، تیری عبادت اور جو کچھ تیرے رسول ان کے پاس لے کر آئے ان کو بھلا بیٹھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ”اور تم اُن جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کی جانیں بُھلا دیں، یہی لوگ نافرمان ہیں۔“ (الحشر:19)

(6)(i)ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے جو اُس نے پیغمبروں پر نازل کیا تھا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔

(ii)ذکر بھلا دینے سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کو اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے احکامات کو نہ سیکھنا، نہ سمجھنا، یاد نہ رکھنا، نہ اُن پر عمل کرنا۔(7)انہوں نے توحید پر ایمان اور قرآن کو چھوڑ دیا۔ (سمرقندی:557/2)

(8)﴿وَكَانُوْا قَوْمًا بُوْرًا﴾ ”اور وہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے تھے“﴿قَوْمًا بُوْرًا﴾ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل خشک ہو چکے اور جن کی زندگی میں خلا پیدا ہو گیا۔

(9)بائرین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ وہ کسی اصلاح کی طرف راغب نہیں ہوتے اور وہ ہلاکت کے سوا کسی چیز کے لائق نہیں ہوتے پس انہوں نے اس مانع کا ذکر کیا جس نے ان کو اتباع ہدایت سے روک دیا اور وہ ہے ان کا دنیا سے متمتع ہونا جس نے ان کو راہ راست سے روک دیا۔ پس ان کے لیے ہدایت کا تقاضا معدوم ہے یعنی ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں جب تقاضا معدوم اور مانع موجود ہو تو آپ جو شر اور ہلاکت چاہیں ان کے اندر دیکھ سکتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1860/2)

﴿فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ

”سو جو تم کہتے تھے انہوں نے یقیناً تمھیں جھٹلا دیا ہے پس اب تم نہ ہی عذاب ہٹانے کی استطاعت رکھتے ہو اور نہ ہی اپنی مدد کر

مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا﴾

سکتے ہو اور تم میں جو بھی ظلم کرے گا اسے ہم بہت بڑا عذاب چکھائیں گے“ (19)

سوال: اللہ تعالیٰ مشرکین سے مخاطب ہو کر جو ارشاد فرمائیں گے، اس کی وضاحت ﴿فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ ... كَبِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ﴾ ”سو جو تم کہتے تھے انہوں نے یقیناً تمھیں جھٹلا دیا ہے“ مشرکوں کے معبود جب ان سے بے زاری کا اظہار کریں گے تو ان عبادت کرنے والوں سے رب العزت فرمائیں گے کہ انھوں نے تمھیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اپنی عبادت کا حکم دیا تھا یا تم اس شرک پر خود راضی تھے؟ اب تمھارے معبود تمھیں جھٹلا رہے ہیں جنہیں تم نے اپنا کارساز اور اپنے اور رب کے درمیان واسطہ بنا رکھا تھا۔ وہ تو تمہارے سب سے بڑے دشمن بن جائیں گے اور تم پر عذاب واجب ہو جائے گا۔

(2)﴿فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا﴾ ''پس اب تم نہ ہی عذاب ہٹانے کی استطاعت رکھتے ہو اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہو'' یعنی تم اب عذاب کو اپنے اوپر سے ہٹا سکتے ہو نہ تمھارے معبود اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہٹا کر تمھاری مدد کر سکیں گے۔

(3)﴿وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا﴾ ''اور تم میں جو بھی ظلم کرے گا اسے ہم بہت بڑا عذاب چکھائیں گے'' یہ عام خطاب سب لوگوں سے کیا جائے گا رب العزت تمام انسانوں سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے کہ تم میں سے جس نے شرک کیا ہو گا یا میرے سوا کسی کی عبادت کی ہو گی ہم قیامت کے دن اسے سخت عذاب میں پکڑیں گے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ اور ہم نے تمھیں

الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾ ع 2 11 17

ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (20)

سوال: کھانا پینا اور بازاروں میں آنا جانا انبیاء کے منصب اور مقام کے خلاف نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا ... بَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ہم نے انبیاء کو ایسی مخلوق نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں، ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کھانے پینے کے محتاج تھے۔ کھانا پینا اور بازاروں میں آنا جانا منصب نبوت کے خلاف نہیں۔

(2) نہ ہم نے انہیں فرشتے بنایا ہے۔ ہم نے انہیں آپ لوگوں کے لیے نمونہ بنایا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ﴾ ”اور ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔“ (الانبیاء:8)

(4) (i) اللہ رب العزت نے واضح کیا ہے کہ پہلے رسول بھی انسان تھے، کھانا کھاتے تھے، غذا کے محتاج تھے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ وہ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے یعنی تجارت کرتے تھے، رزق حلال کماتے تھے۔ یہ کوئی نبوت سے ہٹے ہوئے کام نہیں ہیں۔

(5) اللہ رب العزت نے انبیاء کو پاکیزہ خوبیاں، قابل تعریف عادات، معجزات اور عمدہ اقوال وافعال عطا فرمائے۔ ان کو دیکھ کر ایک عام عقل والا انسان بھی ان کی نبوت اور رسالت تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

(6) ﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ﴾ ”اور ہم نے تمھیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟“ یعنی یہ ہماری اپنی مخلوق کے بارے میں سنت ہے کہ ہم ان کو ایک دوسرے سے آزماتے رہتے ہیں مومن کو کافر سے، غنی کو فقیر سے، تندرست کو مریض سے اور ہم دیکھتے ہیں کہ کون صبر کرتا ہے اور کون جزع فزع کرتا ہے۔ ہم صبر کرنے والوں کو وہ جزا دیتے ہیں جن کے وہ مستحق ہوتے ہیں۔

(7) رسول ﷺ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں خود تجھے اور تیری وجہ سے اور لوگوں کو آزمانے والا ہوں۔“ (صحیح مسلم:2865)

(8) صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو نبی اور بادشاہ بننے میں اور نبی اور بندہ بننے میں اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے بندہ اور نبی بننا پسند فرمایا۔“ (مسند احمد:231/2)

(9) ﴿وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾ ”اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے“ اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا اور جانتا ہے کہ وحی اور رسالت کا مستحق کون ہے۔

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ”اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔“ (الانعام:124)

(11) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے بارے میں جانتا ہے۔ اچھے اعمال ہوں گے تو بہترین بدلہ دے گا اور برے اعمال پر سزا دے گا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

ALNOOR-PUBLICATIONS

النور

النور پبلیکیشنز